آیاتِ قرآنی کے
شانِ نزول

اردو ترجمہ

أسباب النزول

مؤلف

ابو الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق

مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۲۴۸۳

نام کتاب آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول

اردو ترجمہ اسباب نزول

مؤلف ابو الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوریؒ

ترجمہ و تحقیق مولانا خالد محمود صاحب (استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور)

باہتمام محمد ناظم اشرف

ناشر بیت العلوم۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ قرآن = کراچی

ادارۃ القرآن = اردو بازار، کراچی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرضِ ناشر	۷
۲	عرضِ مترجم	۹
۳	مقدمہ	۱۱
۴	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات	۱۵
۵	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات	۲۰
۶	آیت تسمیہ کا شان نزول	۲۲
۷	سورۃ الفاتحہ کا شان نزول	۲۳
۸	سورۃ البقرۃ	۲۵
۹	سورۃ اٰل عمران	۱۰۳
۱۰	سورۃ النساء	۱۵۴
۱۱	سورۃ المائدۃ	۲۰۰
۱۲	سورۃ الانعام	۲۲۶
۱۳	سورۃ الاعراف	۲۴۰
۱۴	سورۃ الانفال	۲۴۵
۱۵	سورۃ براءۃ	۲۵۸
۱۶	سورۃ یونس	۲۸۴
۱۷	سورۃ ہود	۲۸۵
۱۸	سورۃ یوسف	۲۸۸
۱۹	سورۃ الرعد	۲۸۹
۲۰	سورۃ الحجر	۲۹۳

۲۱	سورۃ النحل	۲۹۶
۲۲	سورۃ بنی اسرائیل	۳۰۶
۲۳	سورۃ الکہف	۳۱۶
۲۴	سورۃ مریم	۳۱۸
۲۵	سورۃ طٰہٰ	۳۲۱
۲۶	سورۃ الانبیاء	۳۲۲
۲۷	سورۃ الحج	۳۲۳
۲۸	سورۃ المؤمنون	۳۲۷
۲۹	سورۃ النور	۳۳۰
۳۰	سورۃ الفرقان	۳۴۹
۳۱	سورۃ القصص	۳۵۴
۳۲	سورۃ العنکبوت	۳۵۶
۳۳	سورۃ روم	۳۵۹
۳۴	سورۃ لقمان	۳۶۰
۳۵	سورۃ السجدہ	۳۶۵
۳۶	سورۃ الاحزاب	۳۶۷
۳۷	سورۃ یٰس	۳۸۰
۳۸	سورۃ ص	۳۸۱
۳۹	سورۃ الزمر	۳۸۲
۴۰	سورۃ حٰم السجدہ	۳۸۷
۴۱	سورۃ الشوریٰ	۳۸۸
۴۲	سورۃ الزخرف	۳۹۰
۴۳	سورۃ الدخان	۳۹۱

۴۴	سورۃ الجاثیۃ	۳۹۱
۴۵	سورۃ الاحقاف	۳۹۳
۴۶	سورۃ الفتح	۳۹۵
۴۷	سورۃ الحجرات	۳۹۷
۴۸	سورۃ ق	۴۱۱
۴۹	سورۃ النجم	۴۱۱
۵۰	سورۃ القمر	۴۱۳
۵۱	سورۃ الواقعہ	۴۱۵
۵۲	سورۃ الحدید	۴۱۷
۵۳	سورۃ المجادلۃ	۴۱۹
۵۴	سورۃ الحشر	۴۲۷
۵۵	سورۃ الممتحنۃ	۴۳۲
۵۶	سورۃ الصف	۴۳۷
۵۷	سورۃ الجمعۃ	۴۳۸
۵۸	سورۃ المنافقون	۴۳۹
۵۹	سورۃ التغابن	۴۴۱
۶۰	سورۃ الطلاق	۴۴۲
۶۱	سورۃ التحریم	۴۴۵
۶۲	سورۃ الملک	۴۴۸
۶۳	سورۃ القلم	۴۴۹
۶۴	سورۃ الحاقۃ	۴۵۰
۶۵	سورۃ المعارج	۴۵۰
۶۶	سورۃ المدثر	۴۵۱

۶۷	سورۃ القیامۃ	۴۵۳
۶۸	سورۃ الدہر	۴۵۳
۶۹	سورۃ عبس	۵۴۵
۷۰	سورۃ التکویر	۴۵۵
۷۱	سورۃ المطففین	۴۵۶
۷۲	سورۃ والطارق	۴۵۷
۷۳	سورۃ واللیل	۴۵۷
۷۴	سورۃ والضحیٰ	۴۶۰
۷۵	سورۃ العلق	۴۶۲
۷۶	سورۃ القدر	۴۶۳
۷۷	سورۃ الزلزال	۴۶۳
۷۸	سورۃ العادیات	۴۶۴
۷۹	سورۃ التکاثر	۴۶۴
۸۰	سورۃ الفیل	۴۶۵
۸۱	سورۃ قریش	۴۶۵
۸۲	سورۃ الماعون	۴۶۶
۸۳	سورۃ الکوثر	۴۶۶
۸۴	سورۃ الکافرون	۴۶۷
۸۵	سورۃ النصر	۴۶۸
۸۶	سورۃ اللہب	۴۶۸
۸۷	سورۃ الاخلاص	۴۶۹
۸۸	سورۃ الفلق، سورۃ الناس	۴۷۰

﴿عرضِ ناشر﴾

الحمد للّٰہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن حکیم بلاشبہ وہ زندہ و جاوید معجزہ ہے جو قیامت تک کیلئے انسانیت کی راہنمائی اور اسے صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے کافی و شافی ہے۔قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت اس کی ہمسری نہیں کرسکتی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تلاوت، جس کا دیکھنا، جس کا سننا اور سنانا، جس کا سیکھنا اور سکھانا، جس پر عمل کرنا اور جس کی کسی بھی حیثیت سے نشر واشاعت کی خدمت کرنا دونوں جہانوں کی عظیم سعادت ہے۔

اس مقدس کتاب کی تفسیری خدمت ہر دور میں انجام دی جاتی رہی، اس مقدس کتاب کی آیات کی تشریح و تفہیم پر بے شمار مفسرین نے بہت سی بلند پایہ تفاسیر تحریر فرمائیں، اور علم تفسیر کا فن جاننے والوں نے اس سے نکلنے والے مضامین پر ان گنت کتابیں لکھیں۔قرآن کریم اور اس کے علوم کی ایسے ایسے پہلوؤں سے خدمت اور اس کے الفاظ اور معانی کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسی شاندار کاوشیں کیں جس کی نظیر روئے زمین پر کسی دوسری کتاب سے نہیں دی جاسکتی۔

خداوند کریم کا بے حد وحساب شکر ہے کہ قرآنِ حکیم کی دیگر خدمات میں سے اسباب النزول، یعنی قرآنی آیات کے شان نزول کی خدمتِ بیت العلوم کے حصہ میں آئی۔امام نیشاپوریؒ کی کتاب "اسباب النزول" عربی زبان میں اس فن پر مشہور و معروف ہے اور اہلِ علم اس کتاب کی قدر ومنزلت سے بخوبی واقف ہیں۔عوام الناس کے فائدے کیلئے عربی سے اردو ترجمہ ناگزیر تھا، الحمد للہ ہمارے دوست جناب مولانا خالد محمود صاحب زید مجدھم جو جامعہ اشرفیہ میں استاذ ہیں اور عربی کا خصوصی ذوق رکھتے

ہوئے درجن سے زیادہ کتابوں کے مترجم ہیں، یہ بیڑہ اٹھانے کے لیے نہایت موزوں تھے۔ مولانا موصوف نے خصوصی محنت اور لگن سے اس کا نہایت آسان اور سلیس ترجمہ فرمایا ہے جس کو پڑھنے میں آپ مصروف ہیں۔

کتاب شروع کرنے سے قبل اسباب النزول سے متعلق یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں دو طرح کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ازخود نازل فرمائیں، کوئی خاص واقعہ یا کسی کا کوئی سوال وغیرہ ان آیات کے نزول کا سبب نہیں بنا، دوسری وہ آیات ہیں جن کا نزول کسی خاص واقعہ کی وجہ سے یا کسی سوال کے جواب میں ہوا، جسے اُن آیتوں کا پس منظر کہنا چاہئے، یہی پس منظر مفسرین کی اصطلاح میں شانِ نزول یا سبب نزول کہلاتا ہے اور یہی وہ فن ہے جس کا علم تفسیر قرآن کے لیے ایک لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور اس جیسے بے شمار کام بیت العلوم سے طبع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ نیز مؤلف، مترجم اور ناشر کے لئے یہ کام ذریعہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

محتاجِ دعاء

محمد ناظم اشرف

بروز ہفتہ ۳ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

بمطابق ۸، اکتوبر ۲۰۰۴ء

﴿عرضِ مترجم﴾

الحمد للّٰہ رب العالمین، و أصلی و أسلم علی سیدنا محمد و علی سائر الأنبیاء و المرسلین، و علی اٰلھم و صحبھم اجمعین

امابعد!

علماء امت نے ''شانِ نزول'' کے موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، جیسے امام جلال الدین السیوطیؒ کی ''لباب النقول فی اسباب النزول'' مشہور کتاب ہے۔ شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجرؒ نے بھی اس موضوع پر ایک گراں قدر کتاب لکھی تھی مگر طباعت سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ علامہ جلال الدین السیوطیؒ اپنی مایہ ناز کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رقم طراز ہیں کہ اس موضوع پر اولیت کا شرف و اعزاز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام علی بن مدینیؒ کو حاصل ہے کہ انہوں نے شانِ نزول کے موضوع پر سب سے پہلے کتاب لکھی۔''

اللہ تعالیٰ کا اس فقیر پر بے حد احسان ہے کہ اس نے بندے کو بھی اس مبارک اور اہم ترین موضوع پر کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی کہ شانِ نزول پر لکھی گئی تمام کتب میں امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیساپوری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۸ھ) کی مشہور ترین تصنیف ''اسباب النزول'' کا پہلا سلیس اردو ترجمہ ہو گیا، بفضلہٖ تعالیٰ

امام جعبری رحمہ اللہ نے ''اسباب النزول'' سے اسناد حذف کر کے اس کی تلخیص بھی تیار کی تھی مگر انہوں نے مزید اضافات نہیں فرمائے تھے۔

شانِ نزول کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسبابِ نزول کی معرفت سے آیاتِ قرآنی سمجھنے میں مدد ملتی ہے، کیوں کہ سبب کے علم سے مسبب کا علم لامحالہ حاصل ہوتا ہے۔''

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے معانی کو سمجھنے کا ایک قوی طریقہ اسبابِ نزول کا جاننا ہے۔'' (الاتقان)

خود علامہ واحدیؒ فرماتے ہیں کہ اسباب نزول سے معرفت حاصل کیے بغیر کسی آیتِ قرآنی کی تفسیر کرنا ممکن نہیں ہے۔''

بہرحال! امرِ واقعی یہ ہے کہ اردو زبان میں قرآنِ حکیم کے علوم میں سے علم الاسباب پر بہت کم کام ہوا ہے، اس بناء پر میرے مخدوم ومکرم برادرِ محترم جناب مولانا محمد ناظم اشرف صاحب مدظلہ العالی کے حکم سے ''اسباب النزول'' کا اردو ترجمہ منصۂ شہود پر آرہا ہے، اللہ تعالیٰ آں محترم کو اس انتخابِ موضوع اور اس کی نشر وطباعت پر بے حد و بے عد جزائے خیر اور عطائے جزیل سے نوازے، اور تمام کارکنان بیت العلوم کو اس کے انوارات و برکات سے فیض یاب فرمائے۔ نیز لکھنے والے، پڑھنے والے چھاپنے والے سبھی کو اس مبارک کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

نیز احقر مترجم نے ''اسباب النزول'' کو بنیاد بناتے ہوئے دیگر سند اول تفاسیر کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔

تمام قارئینِ کرام سے استدعا بھی ہے کہ کتاب ہذا سے مستفید و مستنیر ہوتے وقت مصنف، مترجم اور بیت العلوم لاہور کے جملہ اراکین کو اپنی مقبول و مستجاب دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طالبِ دعا

ابوالحسان خالد محمود بن مولانا ولی محمدؒ

(استاذ) جامعہ اشرفیہ لاہور

و(نائب الرئیس) لجنة المصنفین لاہور

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ/ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿مقدمہ﴾

الحمد للّٰہ الکریم الوھاب، ھازم الاحزاب، و منشئی السحاب، ومرسل الھباب، و منزل الکتاب، فی حوادث مختلفۃ الاسباب، انزلہ مفرّقًا نجوماً، واودعہ احکاماً وعلوماً.

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ (الاسراء:۱۰۶)

''اور قرآن میں ہم نے جابجا فصل رکھا تا کہ آپ ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً اتارا۔''

ابورجاءؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ[1] کو آیت مذکورہ کی تفسیر کے دوران یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید کا نزول اٹھارہ سال کے عرصہ میں ہوا، آٹھ سال تو مکہ معظّمہ میں آنحضور ﷺ پر نزول ہوا اور دس سال ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نزول ہوا۔

---

[1] آپ رضی اللہ عنہ ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی القرشی ہیں۔ آپ پانچویں اور آخری خلیفہ راشد ہیں، مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اولاد فاطمہ میں سب سے بڑے اور پہلے ولد ہیں۔ آپ عقل مند، حلیم المزاج اور نیک کاموں سے خوب رغبت رکھنے والے اور خوش گفتار تھے۔

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو تدریجاً نازل فرمایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش بیس سال میں قرآن عظیم اور ذکر حکیم کو نازل فرمایا' جس کی شان یہ ہے کہ وہ دراز رسی' شاہی فرمان' فیض عام اور راہ مستقیم ہے' اور اس میں روشن معجزات' واضح احکامات' سچے دلائل اور صاف اور واضح مفاہیم ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہل باطل کے دلائل کو توڑا اور مکاروں کے مکر کی تردید کی اور دین اسلام کی تائید ونصرت کی' چنانچہ اسلام کی راہ روشن ہوئی' اس کا چراغ جلا' اس کا فیض عام ہوا اور اس کی حکمتیں خاتم الرسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اطہر سے ظاہر ہوئیں جوامت کے رہنما ہیں' غموں کو دور کرنے والے ہیں' حکمت و دانائی کی باتیں بتانے والے ہیں اور سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں' جنہوں نے حق کا پرچم بلند کیا۔ سچائی کے نشانات کو اجاگر کیا' جھوٹ اور اس کے آثار کو مٹایا، شرک کا قلع قمع کیا' اس کا نشان تک مٹایا' آنحضور ﷺ اپنے واضح دلائل سے مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ دین کی بنیاد رکھی اور ملحدین کے بے بنیاد شبہات کا ابطال کیا۔ اللہ تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر بے حد اور بے انتہاء درود وسلام ہو' نیز آپ ﷺ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم پر جن کو حضور ﷺ نے راہ ہدایت دکھائی اور اپنی صحبت بابرکات سے نوازا اور ان کو فضیلت بخشی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض یہ ہے کہ قرآن حکیم کے علوم کثیر ہیں اور اس کے انواع اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے متعلق بحث سے انسان قاصر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی وسیع معلومات رکھتا ہو۔ اس کا دامن اس کو سمیٹنے سے ناقص ہے خواہ کتنا ہی دراز ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے مجموعے تیار کرنے کی توفیق دی جس میں قرآن کریم کے اکثر علوم وانواع کا ذکر ہے جو صاحب مطالعہ کے لیے کافی اور وافی ہیں اور دیگر کتابوں سے مستغنی کرنے والے ہیں۔ اس لیے کہ وہ مجموعے قرآن کے بیشتر انواع وعلوم پر محققانہ طرز پر اور مرتب طریقہ سے لکھے گئے ہیں۔ لیکن آج حالت یہ ہے کہ اکثر طبیعتیں

علوم قرآن سے بے رغبت ہیں اورانسانی قویٰ عاجز و قاصر ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ علوم قرآن کے ابتدائی طالب علموں کو کتاب اللہ کے علوم سے روشناس کرایا جائے اور ان پر اس کے اسبابِ نزول کو واضح کیا جائے کیوں کہ اسباب نزول کا جاننا بہت ضروری ہے اور اس کی طرف توجہ اور اس کا اہتمام لازمی ہے، اس لیے کہ شان نزول کے معلوم کیے بغیر کسی آیت کی تفسیر بلکہ اس کی راہ کا قصد بھی مشکل ہے۔ نیز کتاب اللہ کے اسباب نزول بھی روایت اور ان حضرات کے سماع پر موقوف ہے جنہوں نے نزول قرآن کا مشاہدہ کیا اور اس کے اسباب سے آگاہ ہوئے اور اس کے علم کے متعلق بحث کی اور اس کی طلب و تلاش میں خوب محنتیں اور کوششیں صرف کیں۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اس علم سے جاہل شخص کے لیے جہنم کی وعید آئی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما[2] سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بات

---

[1] آپ ابوعبداللہ سعید بن جبیر الاسدی الکوفی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ آپ تابعی ہیں، بہت بڑے عالم ہیں اور حبشی الاصل ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کیا۔

[2] آپ رضی اللہ عنہ ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الھاشمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں۔ وسعت علمی کی بناء پر ''البحر'' کے لقب سے موسوم ہیں۔ نیز آپ ''حبر الامۃ'' ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا گورنر بنایا۔ ایک عرصہ تک بصرہ کے امیر رہے پھر بصرہ کو چھوڑ دیا اور حجاز واپس آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوالطفیل، ابوامامہ بن سہل بن حنیف اور آپ کے بھائی کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ اور غلام شامل ہیں: نیز عکرمہ، کریب، ابومعبد، مجاہد، سعید بن المسیب وغیرہ۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۸ھ کو طائف میں ہوئی، عمر مبارک ستر سال تھی۔

...نے سے بچو مگر جو تمہیں معلوم ہو' کیوں کہ جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے اور جو شخص بغیر علم کے قرآن پر جھوٹ باندھے گا وہ بھی اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔'' اسلاف کا بھی یہی شیوہ تھا کہ وہ آیات قرآنی کے اسباب نزول کو بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ''خدا کا خوف کرو' درست بات کہو' وہ لوگ تو اب (دنیا سے) جا چکے جو نزول قرآن کے اسباب جانتے تھے'' مگر آج حالت یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جہالت کا اظہار کرتے ہوئے اور اس وعید سے لاپرواہ ہوتے ہوئے جو نزول آیت کے اسباب سے ناواقف شخص کے حق میں وارد ہوئی ہے' کچھ نہ کچھ اختراع' کذب بیانی اور افترا پردازی میں لگا ہوا ہے۔ یہی امر اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنا جو اسباب نزول پر جامع اور حاوی ہوتا کہ نزول قرآن کے ماہر اور طالب اس کی طرف رجوع کر سکیں اور حق و صداقت کو پہچان سکیں اور ملمع سازی اور کذب بیانی سے بچ سکیں اور طلب و سماع کے بعد اس کے تحفظ کی کوشش کریں لیکن سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کی کیا کیفیت تھی؟ جبرائیل علیہ السلام اس کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے؟ ان باتوں کا برسبیلِ اجمال معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہر آیت قرآنی کا سبب نزول تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا اور اس کے متعلق منقول روایات کا ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی حق اور درست بات کی توفیق دینے والے ہیں اور غلطیوں اور لغزشوں سے بچانے والے ہیں۔

﴿سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا[1] سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ جس چیز سے شروع ہوا وہ سوتے میں سچے خوابوں کا نظر آنا تھا۔ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر اس طرح روشن ہو کر سامنے آتی جیسے صبح کا اجالا ظاہر ہوتا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کو تنہائی کا مشتاق بنا دیا گیا اور آپ ﷺ غار حراء میں رہنے لگے اور اس غار میں آپ ﷺ عبادت کیا کرتے تھے، متعدد راتیں وہیں عبادت میں مشغول رہتے، آپ ﷺ ان (عبادت کی راتوں کے لیے) کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے، اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا[2] کے پاس آتے اور اگلی راتوں کے بقدر کچھ چیزیں لے کر واپس (غار میں) چلے جاتے۔ یہاں تک کہ حق (کے ظہور کا وقت) آ گیا، آپ ﷺ اس وقت غار ہی میں تھے، آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ پڑھو! رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے مجھ کو پکڑ لیا اور مجھے بھینچا یہاں تک کہ مجھے بے حد تکلیف پہنچی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا،

---

[1] آپ ام المؤمنین عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا ہیں، آنحضور ﷺ کی مشہور زوجہ مطہرہ ہیں، حضور ﷺ نے ہجرت سے دو سال قبل ان سے نکاح فرمایا، اس وقت عمر مبارک چھ سال تھی، بعض کے نزدیک سات سال تھی۔ رخصتی کے وقت نو سال تھی۔ آپ کی وفات ۵۷ھ کو ہوئی۔ بعض کے نزدیک ۵۸ھ کو ہوئی۔ دیکھیے: اسد الغابۃ ۶/۱۹۲

[2] آپ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی القرشیہ الاسدیہ ہیں۔ آنحضور ﷺ کی پہلی زوجہ مطہرہ ہیں اور بالاتفاق تمام لوگوں میں پہلی مسلمان خاتون، نہ کوئی مرد آپ سے پہلے مسلمان ہوا اور نہ کوئی عورت۔ دیکھئے: اسد الغابۃ ۶/ ۷۸۔۸۵

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس نے دوسری مرتبہ مجھ کو پکڑ لیا اور مجھے بھینچا' یہاں تک کہ میں انتہائی مشقت سے دوچار ہوا' پھر اس نے مجھے چھوڑا اور کہا: ''پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا' فرشتہ نے تیسری بار مجھے پکڑا اور (خوب زور سے) بھینچا یہاں تک کہ مجھے انتہائی تکلیف پہنچی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۭ﴾ (العلق ۱۔۵)

''یعنی آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا' جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ (قرآن) پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی' انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

اس کے بعد آں حضرت ﷺ ان آیات کریمہ کے ساتھ (مکہ) واپس آئے' اس وقت حال یہ تھا کہ آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر فرمایا: ''مجھے کپڑے اڑھا دو' مجھے کپڑے اڑھا دو' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کپڑا اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا خوف و ہراس جاتا رہا تب آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ بتایا اور یہ فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ قطعاً خوف نہ کریں' خوشخبری ہو' خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا' کیوں کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ سچ بولتے ہیں' آپ (دوسروں کا) بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ﷺ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ ﷺ لوگوں کے واقعی مصائب میں ان کی مدد کرتے ہیں۔'' (رواہ البخاری من یحیی بن بکیر و مسلم عن محمد بن رافع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی نازل

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت: ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' ہے۔ یہ مکہ معظمہ میں نازل ہونے والی قرآن کی پہلی آیت ہے، اور پہلی سورت: ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ'' (العلق:۱) ہے۔

محمد بن عباد بن جعفر المخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بعض علماء سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے جو آیات نازل کیں وہ یہ ہیں۔ ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ‌ۚ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ‌ ۝ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ ۝ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ۝'' (العلق ۱-۵) وہ علماء فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار حراء میں تھے تو اس وقت نزول وحی کا آغاز ان آیات سے ہوا تھا، اس کے بعد جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ بعد میں نازل ہوا ہے۔

سورۂ مدثر کے سب سے پہلے نازل ہونے کے متعلق جو صحیح حدیث ہے اسے امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، جس میں اس طرح مذکور ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن سے پوچھا کہ سب سے پہلے قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا؟ انہوں نے فرمایا کہ ''يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُۙ'' میں نے کہا کہ کیا ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ'' سب سے پہلے نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ[۱] سے دریافت کیا تھا کہ پہلے قرآن کا کونسا حصہ نازل ہوا؟

---

[۱] آپ رضی اللہ عنہ جابر بن عبد اللہ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمۃ ہیں، آپ اور جابر بن عبد اللہ بن رئاب، غنم بن کعب پر جمع ہو جاتے ہیں، دونوں انصاری سلمی ہیں، یہ زیادہ مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۷۴ ہجری یا ۷۷ ہجری کو وفات پائی۔ جابر بن عبد اللہ نام کے مختلف صحابہ کا فرق و امتیاز معلوم کرنے کیلئے اسد الغابۃ ۳۰۶، ۳۰۸ ملاحظہ کیجئے۔

انہوں نے فرمایا کہ ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' نازل ہوا۔ میں نے پوچھا کہ کیا: ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' پہلے نازل ہوئی ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیان فرمائی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک مہینہ تک غار حراء میں گوشہ نشین رہا' جب میری گوشہ نشینی پوری ہوگئی تو میں نیچے اترا اور وادی میں آیا تو مجھے آواز دی گئی' میں نے اپنے آگے' پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فضاء میں نظر آئے' میں کانپ گیا' پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے کپڑا اوڑھا دینے کا کہا، انہوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا۔ پھر مجھ پر پانی ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ ''(المدثر: ۱'۲)(رواہ مسلم عن زهیر بن حرب عن الولید عن الاوزاعی)

یہ روایت' سابقہ روایت کے خلاف نہیں ہے' اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصہ کا آخری حصہ تو سماعت فرمایا تھا لیکن اس کا اول حصہ نہیں سنا' اس لیے وہ سمجھے کہ سورۂ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی' حالانکہ حقیقت حال ایسی نہیں ہے بلکہ امر واقع یہ ہے کہ سورۂ مدثر، سورۂ اقراء کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے۔ اس کی دلیل ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کی روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دریں اثناء کہ میں چلا جارہا تھا کہ میں نے آسمان سے آواز سنی' میں نے جو سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا، وہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' پس میں اس رعب ودہشت (کی حالت دیکھ کر) گھبرا گیا اور واپس (گھر) آکر کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو' مجھے کپڑا اوڑھا دو' چنانچہ انہوں نے مجھے کپڑا اڑھا دیا' پھر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ (العلق:۱) پھر یہ نازل فرمائی: ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' (المدثر:۱)۔ مذکورہ روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا'' ہماری بات کی تائید

اور توضیح کرتا ہے کہ یہ قصہ نزولِ اقراء کے بعد پیش آیا۔

حضرت علی بن حسین بن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مکہ معظّمہ میں رسول محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلی نازل ہونے والی سورت: ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں ہی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت: ''المؤمنون'' ہے جبکہ بعض ''العنکبوت'' کہتے ہیں۔ اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلی نازل ہونے والی سورت: ''وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ'' ہے اور مدینہ منورہ ہی میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت: ''براءۃ'' ہے اور مکہ مکرمہ میں جس سورت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے تعلیم دی وہ سورۃ ''والنّجم'' ہے، اور اہل دوزخ پر سب سے زیادہ سخت آیت: ''فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا'' (النباء: ۳۰) اہل توحید کیلئے سب سے زیادہ پُر امید آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ'' (النساء: ۴۸) ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت یہ تھی: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ'' (البقرۃ: ۲۸۱) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نو راتیں بقید حیات رہے۔

﴿سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات﴾

ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب[1] رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت: ''یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ'' (النساء:۱۷۶) ہے۔

اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ''براءۃ'' ہے۔(رواہ البخاری فی التفسیر عن سلیمان بن حرب عن شعبۃ' و رواہ مسلم عن بندار عن غندر عن شعبۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ. (البقرۃ:۲۸۱) ہے۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ' ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ'' والی آیت قرآن کریم کی آخری نازل ہونے والی آیت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ[2] سے نقل

---

[1] آپ براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن عمرو بن مالک بن اوس الانصاری الاوسی ہیں' آنحضور ﷺ نے ان کو بدر کے دن کم عمر خیال کر کے واپس بھیج دیا تھا' آپ سب سے پہلے احد یا خندق میں شریک ہوئے' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ غزوات میں شریک رہے، جنگ صفین' جمل اور نہروان میں بھی برسرپیکار تھے' کوفہ میں سکونت اختیار کی اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات پائی۔

[2] آپ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار الانصاری الخزرجی ہیں' عقبہ اور بدر میں شریک تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو ''سید المسلمین'' کہا کرتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' ابن عباس رضی اللہ عنہ عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور بیٹے طفیل ہیں' ۱۹ ہجری یا ۲۰ ہجری یا ۲۲ ہجری کو وفات پائی۔ بعض

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت مبارکہ ''لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبۃ:۱۲۸) ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت' سورت کے آخر تک تلاوت فرمائی۔''

(رواه الحاكم في صحيحه عن الاصم عن بكار بن قتيبه)

نیز یونس بن ماھک رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے پاس سے سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے۔ ''لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' اور سب سے پہلے قرآن کا نزول پیر کے دن ہوا۔

حضرت ابو قتادہ[1] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں فرمایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیر کے روز مجھ پر قرآن کا نزول ہوا اور پہلا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا رمضان کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں فرمایا: ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ'' (البقرة:۱۸۵) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''صحف ابراہیمی' رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئی' تورات' رمضان کی چھٹی رات کو نازل ہوئی' انجیل' ماہ رمضان کی تیرہویں رات کو نازل ہوئے' زبور رمضان کی اٹھارویں رات کو نازل ہوئی اور قرآن' رمضان کی چوبیسویں رات کو نازل ہوا''۔

کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۲ ہجری کو وفات پائی لیکن اکثر علماء کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

[1] آپ کی کنیت ابو قتادہ اور نام حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن عبید بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد الانصاری الخزرجی السلمی ہے۔ آپ کا لقب ''فارس رسول اللہ'' ہے' کلبی اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کا نام نعمان ہے' آپ غزوہ احد اور مابعد کے غزوات میں شریک رہے' بدر میں شرکت کے متعلق اختلاف ہے' آپ کی وفات ۵۴ ہجری کو مدینہ منورہ یا کوفہ میں ہوئی اور حضرت علی کا دور خلافت تھا۔

آیتِ تسمیہ کا شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو سب سے پہلے وحی لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تشریف لائے وہ یہ تھی کہ انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! پناہ مانگیے' پھر یہ کہیے: "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تک آنحضور ﷺ پر "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" نازل نہ ہوجاتی آپ ﷺ کو سورت کے اختتام کا علم نہ ہوتا تھا۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں دو سورتوں کے درمیان فصل کا علم نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" کا نزول ہوا۔'' حضرت ابن عمر[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی۔

سورۃ الفاتحہ کا شان نزول

اکثر علماء کے نزدیک سورۃ الفاتحہ مکی سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ ابواسحاق رحمتہ اللہ علیہ' ابو میسرہ رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ جب باہر تشریف لے جاتے تو کسی پکارنے والے کو یہ پکارتے ہوئے سنتے: اے محمد ﷺ!' جب آپ ﷺ آواز سنتے تو بھاگتے ہوئے

---

[1] آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عمر بن الخطاب القرشی' العدوی ہے' آپ اپنے والد کے ہمراہ بچپن میں ہی مسلمان ہوئے' ابھی نابالغ تھے' بعض کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' البتہ آپ نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے۔ بدر میں شریک نہ تھے احد کی شرکت میں اختلاف ہے' آپ رضی اللہ عنہ آثار نبوی ﷺ کے بڑے متبع اور فتویٰ کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ' جابر رضی اللہ عنہ اور اغر مزنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۳ ہجری کو ہوئی۔

چلے جاتے' ورقہ بن نوفل[1] نے آپ ﷺ سے کہا کہ جب آپ ﷺ آواز سنیں تو اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور اس کی بات کو سنیں جو وہ آپ ﷺ سے کہتا ہے' (راوی) کہتے ہیں کہ (ایک روز) جب آپ ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے آواز سنی: "اے محمد ﷺ! آپ ﷺ نے کہا: "لبیک (میں حاضر ہوں)" اس نے کہا کہ یہ کہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ' اللہ کے رسول ﷺ ہیں' پھر اس نے کہا کہ یہ کہو: "**الحمد لله ربّ العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين**' یہاں تک کہ وہ سورۃ الفاتحہ سے فارغ ہوا۔" یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ[2] کا قول ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سورۃ الفاتحہ کا نزول مکہ معظمہ میں زیر عرش ایک خزانہ سے ہوا۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نبی مکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں کھڑے ہوئے اور یہ کہا: "**بسم الله الرحمن الرحيم' الحمد لله رب العالمين**"۔ قریش کے لوگ کہنے لگے "خدا تیرے منہ کو توڑے۔"

---

[1] آپ کا نام ورقہ بن نوفل القرشی ہے' ابن مندہ کہتے ہیں کہ آپ کے نام کے بارے اختلاف ہے' ابونعیم کہتے ہیں' آپ ورقہ بن نوفل الدیلی ہیں بعض کے نزدیک الانصاری ہیں۔ دیکھیئے: اسد الغابۃ (۶۷۱/۴)

[2] آپ رضی اللہ عنہ کا نام و نسب علی بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی القرشی الھاشمی ہے' آپ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کے ابن عم ہیں' اکثر علماء کے قول کے مطابق سب سے پہلے اسلام لائے' مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی' آپ رضی اللہ عنہ نے بدر' احد' خندق' بیعۃ الرضوان اور تبوک کے سوا تمام غزوات میں شرکت کی' آں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔" آپ عادل اور پرہیزگار انسان تھے' شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد امر خلافت آپ کے سپرد ہوا' بالآخر آپ جمعہ اور ہفتہ کے دن زندہ رہ کر ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ابن ملجم نے آپ کے سر مبارک پر تلوار کا وار کیا اور دماغ تک پہنچ گیا۔

(نعوذ باللہ من ذلک) (قالہ الحسن و قتادۃ) امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورۃ الفاتحہ مدنی سورت ہے۔ حسین بن الفضل فرماتے ہیں کہ ہر عالم سے لغزش ہو جاتی ہے اور یہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سبقت لسانی ہے' کیونکہ وہ اپنے اس قول میں متفرد ہیں جبکہ دیگر علماء کا قول اس کے خلاف ہے' اور جس دلیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سورۃ الفاتحہ کو مکی سورت قرار دیتے ہیں وہ یہ آیت ہے: ''وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ'' (الحجر: ۸۷) اس سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ام القرآن (سورۃ الفاتحہ) کی تلاوت کی' ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اللہ تعالیٰ نے اس جیسی سورت نہ تورات میں نازل کی' نہ انجیل میں' نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں۔ بے شک یہ سورت ''السبع المثانی'' اور ''القرآن العظیم'' ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

جبکہ سورۃ الحجر کے مکی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں' لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتحہ الکتاب عطا کرنے کا احسان جتلائیں اور فاتحہ الکتاب کو نازل کریں مدینہ منورہ میں؟ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس سال تک فاتحہ الکتاب کے بغیر نماز پڑھتے رہے' حالانکہ یہ بات بعید از قیاس و عقل ہے۔

﴿سورۃ البقرۃ﴾

سورۃ البقرۃ بالاتفاق مدنی سورت ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ''سورۃ البقرۃ'' ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتَابُ﴾ (۱'۲)

شان نزول:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے ہیں کہ اس سورت کی پہلی چار آیتیں مومنین کے بارے میں، اور اس کے بعد کی دو آیتیں کافروں کے متعلق اور اس کے بعد کی تیرہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (۶)

شان نزول:

امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ' ابوجہل اور اس کے گھر کے پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود ہیں۔

---

[1] آپ کا نام وکنیت ابو الحجاج مجاہد بن جبر المکی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ سن وفات ۱۰۴ ہجری ہے۔ آپ بنو مخزوم کے آزاد کردہ ہیں۔ آپ تابعی' مفسر قرآن بلکہ شیخ القراء والمفسرین ہیں۔ تفسیر کا علم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا' آپ جب بھی کوئی عجیب چیز سنتے تو خود جاتے اور اس کو دیکھتے۔ سجدہ کی حالت میں انتقال ہوا' دیکھیے: غایۃ النہایۃ ۲/۴۱' الحلیۃ ۳/۲۷۹

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (۱۴)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ نے ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت شریفہ' عبداللہ بن ابی[1] اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دن یہ لوگ گھر سے نکلے تو راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے سامنا ہوا، عبداللہ بن ابی (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگا: دیکھنا' میں ان بے وقوفوں کو تم سے کیسے دور کرتا ہوں؟ چنانچہ وہ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: ''اے بنوتمیم کے سردار! شیخ الاسلام! غار ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثانی اثنین! اسلام کی خاطر اپنی جان اور مال لگانے والے! خوش آمدید، پھر اس نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا، اے بنو عدی بن کعب کے سردار! اے فاروق! دین کے معاملہ میں طاقتور! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی جان اور مال لگانے والے! خوش آمدید' پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد؟ اے دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اے بنو ہاشم کے سردار! (رسول اللہ کے سوا) خوش آمدید! پھر جب وہ سب جدا جدا ہو گئے تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم نے میرا کام دیکھا؟ جب تم بھی انہیں دیکھو تو ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا' پھر جب مسلمان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] اس کا نام ابوالحباب عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید الخزرجی ہے' وفات ۹ ہجری کو ہوئی۔ یہ مدینہ منورہ کا رئیس المنافقین تھا اور ابن سلول کے نام سے مشہور تھا' قبیلہ خزرج کا سردار تھا' واقعہ بدر کے بعد منافقانہ طور پر اپنے اسلام کا اظہار کیا' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احد کی تیاری کی تو یہ تین سو آدمیوں کو لے کر کھسک گیا اور مدینہ واپس آ گیا' مسلمانوں پر جب کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتا اور طعن کرتا اور جب کوئی برائی پہنچتی تو اس کو پھیلاتا۔

سے سارا واقعہ ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ﴾ (۲۱)

شانِ نزول

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ آیت جس میں "یٰاَیُّهَا النَّاسُ" کا نزول (یعنی آغاز) ہوا وہ مکی ہے اور "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" والی آیت مدنی ہے، یعنی "یٰاَیُّهَا النَّاسُ" سے اہلِ مکہ کو خطاب ہے اور "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے اہل مدینہ کو خطاب ہے اور "یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ" سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے اور "وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" والی آیت کریمہ مومنین کے بارے میں نازل ہوئی۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے جب "النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ" میں کافروں کی سزا کا ذکر کیا تو بعد میں مومنوں کی جزاء کا بھی ذکر فرمایا۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا﴾ (۲۶)

شانِ نزول:

ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے "مَثَلُهُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا" (۱۷) اور "اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ" میں منافقین کی دو مثالیں بیان کیں تو منافقین کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تو بزرگ و برتر ہیں وہ تو اونچی شان والے ہیں، ان کو ایسی حقیر مثالیں بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب میں مکھی اور

مکڑی کا ذکر کیا اور مشرکین کی یہ مثالیں بیان کیں تو یہودی لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ ان چیزوں کی کلام اللہ سے کیا مشابہت ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے آیت مذکورہ: ''اِنَّ اللّٰہَ لَایَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلاً'' کے متعلق فرمایا کہ جب اللہ جل جلالہ نے مشرکین کے معبودوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا'' (الحج:۷۳) اور ان معبودوں کی کمزوری کو تارِ عنکبوت کی طرح قرار دیا تو مشرکین کہنے لگے: ذرا دیکھو! محمد ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس میں اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کا ذکر کرتے ہیں' بھلا ان چیزوں کے ذکر سے کیا مقصد؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ﴾ (۴۴)

شان نزول:

امام کلبیؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی' ان میں ایک آدمی تھا جو اپنے مسلمان عزیز و اقارب سے کہتا تھا کہ تم جس دین پر ہو اس پر قائم رہو' جو کچھ محمد ﷺ تم سے کہتے ہیں وہ سب برحق ہے' اس طرح وہ لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾ (۴۵)

شان نزول:

اکثر اہل علم کے نزدیک اس آیت میں اہل کتاب کو خطاب ہے' مگر اس کے باوجود یہ آیت تمام بندوں کے لیے ادب کا درجہ رکھتی ہے' بعض کہتے ہیں کہ پہلے اہل کتاب

کو خطاب تھا اب اس آیت کریمہ میں مسلمانوں سے خطاب ہے لیکن پہلا قول راجح ہے۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا﴾(٦٢)

شان نزول:

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اصحاب دیر کا قصہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''هم فی النار''. یعنی وہ دوزخی ہیں' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) کہا کہ پھر تو یہ زمین مجھ پر تاریک ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا'' سے لیکر ''یَحْزَنُوْنَ'' تک' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مجھے ایسا لگا جیسے ایک پہاڑ میرے سامنے سے ہٹا دیا گیا ہو۔

امام سدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھیوں کی عبادت و ریاضت کے بارے میں ذکر کیا کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ نماز پڑھتے تھے' روزہ رکھتے تھے' آپ ﷺ پر ایمان لاتے تھے اور گواہی دیتے تھے کہ آپ ﷺ پیغمبر ﷺ بنا کر معبوث ہوں گے، جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے سلمان رضی اللہ عنہ! وہ سب دوزخی ہیں۔'' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا'' سے لے کر ''وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ'' تک۔

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور مرہؒ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

وَالَّذِیْنَ هَادُوْا" والی آیت' حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ سابور کے معزز لوگوں میں سے تھے اور مابعد کی آیات یہودیوں کے متعلق نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْهِمْ﴾ (۷۹)

شان نزول:

یہ آیت کریمہ ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صفات میں ردو بدل کر دیا تھا' امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان یہودیوں نے اپنی کتاب میں حضور اقدس ﷺ کے اوصاف میں تحریف کردی تھی چنانچہ انہوں نے آں حضور ﷺ کا تذکرہ اس طرح کیا کہ آپ ﷺ خوش قامت' دراز قد اور آپؐ کے بال سیدھے (غیر گھنگریالے) ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ میانہ قد اور گندمی رنگ کے تھے' پھر علماء یہود نے اپنے پیروکاروں اور ساتھیوں سے کہا کہ اس نبی آخر الزمان کو دیکھو کہ اس کی صفات ہماری کتاب میں موجود صفات سے نہیں ملتیں۔ اصل میں یہود کے علماء کو اپنے پیروکاروں سے کھانے پینے کی چیزیں ملتی تھیں اس لیے انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ اگر انہوں نے حضور ﷺ کی صفات ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں تو ان کا کھانا پینا ختم ہو جائے گا' اسی لیے انہوں نے آپ ﷺ کی صفات میں تحریف کی تھی۔

آیت مبارکہ:

"وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً" (۸۰)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودی یہ کہتے تھے کہ دنیا کی کل مدت سات ہزار سال ہے' ہمیں ہر

سال کے بدلہ میں ایک دن عذاب ہوگا کیونکہ دنیا کے ہزار سال' آخرت کے ایک دن کے برابر ہیں' یوں ہمیں صرف سات دن جہنم میں رہنا ہوگا پھر عذاب ختم ہو جائیگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً' امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اہل کتاب نے جہنم کی دو جانبوں کے درمیان کی مسافت چالیس دن پائی تو کہنے لگے: ہمیں جہنم میں صرف اتنے دن عذاب ہوگا جتنے دن کی تعداد ہم نے تورات میں پائی ہے' لیکن جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ دوزخ میں داخل ہوں گے وہاں عذاب سے ہی گزرتے رہیں گے یہاں تک کہ (جہنم کے مقام) ''سقر'' تک پہنچیں گے جس میں درخت زقوم ہوگا' آخر دن تک اسی طرح رہیں گے' پھر جہنم کا داروغہ ان سے کہے گا' اے خدا کے دشمنو! تم تو یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں صرف محدود دنوں تک عذاب ہوگا' حالانکہ اتنے دن تو ختم ہو گئے ہیں لیکن عذاب کی مدت ابھی باقی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾ (۷۵)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان ستر آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام انتخاب کے بعد اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے تھے' جب وہ لوگ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی اوامر ونواہی سنے اور اپنی قوم کے پاس آئے تو ان میں جو سچے تھے، انہوں نے جو کچھ سنا تھا پورا پورا پہنچا دیا' لیکن ایک گروہ نے کہا کہ ہم نے اللہ کے کلام میں سے یہ الفاظ بھی سنے کہ ان میں سے جو کام تم کر سکتے ہو کرو اور اگر نہ کرنا چاہو

تو نہ کرو کوئی حرج نہیں۔'' جب کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کا نزول ان لوگوں کے بارے میں ہوا ہے جنہوں نے آیت رجم اور اوصاف محمدی ﷺ میں تبدیلی کی تھی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾(۸۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کی قبیلہ غطفان کے ساتھ جنگ ہوتی تھی، جب بھی دونوں صف آراء ہوتے تو خیبر کے یہودی شکست فاش سے دوچار ہوتے، چنانچہ یہودیوں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگی: ''اے اللہ! ہم آپ سے اس امی نبی کا واسطہ دے کر التجاء کرتے ہیں جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ آپ ان کو آخر زمانہ میں معبوث فرمائیں گے۔ ہماری ان (قبیلہء غطفان) کے خلاف مدد فرمائیں۔'' اس کے بعد جب دونوں کا مقابلہ ہوا تو قبیلہء غطفان کو شکست ہوئی، پھر جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو ان یہودیوں نے حضور ﷺ کا انکار کیا (ایمان نہیں لائے)۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ''وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا'' سے لے کر ''فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ'' آیات نازل فرمائیں۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگوں کا یہودیوں کے پاس سے گزر ہوتا تو یہودیوں کو ان سے تکلیف پہنچتی، جبکہ وہ یہودی اپنی کتاب تورات میں حضور اکرم ﷺ کے حالات میں یہ مرقوم پاتے کہ اللہ تعالیٰ، محمد ﷺ کو معبوث فرمائیں گے جن کے ساتھ مل کر وہ عرب سے لڑیں گے، لیکن جب محمد ﷺ ان میں معبوث ہوئے تو انہوں نے حسد کے مارے آپ ﷺ کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ پیغمبر تو بنی اسرائیل میں سے معبوث ہوتے تھے، یہ کیا ہوا؟ یہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں!۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ﴾ (۹۷)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ یہودی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابوالقاسم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند باتیں پوچھتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ان کا جواب دے دیا تو ہم آپ کی اتباع اور پیروی کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے کونسا فرشتہ آپ کے پاس (وحی لے کر) آتا ہے؟ کیوں کہ ہر نبی کے پاس اس کے رب کی طرف سے پیغام اور وحی لے کر فرشتہ آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب (فرشتہ) کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، انہوں نے کہا کہ یہ فرشتہ تو جنگ وقتال کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے، یہ تو ہمارا دشمن ہے، اگر میکائیل کہتے تو ہم آپ کا اتباع کرتے، کیوں کہ وہ رحمت اور بارش لے کر اترتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے "قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ" سے لے کر "فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ" تک آیات نازل فرمائیں۔

آیت مبارکہ:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ﴾ (۹۸)

شان نزول:

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تورات پڑھنے کے وقت یہود کے پاس جاتا تھا اور قرآن کی تورات کے ساتھ اور تورات کی قرآن کے ساتھ موافقت پا کر خوش ہوتا تھا، (ایک دن) یہودی کہنے لگے: اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ سے زیادہ محبوب ہمیں کوئی نہیں ہے، میں نے پوچھا

کہ کیوں؟ انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہیں اور قیام کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو اس لیے آتا ہوں تا کہ اس بات سے خوش ہو جاؤں کہ کتاب اللہ کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے' قرآن کی موافقت تورات کے ساتھ اور تورات کی موافقت قرآن کے ساتھ ہے۔ ایک دن میں اسی طرح ان کے پاس بیٹھا تھا کہ میری پشت کے پیچھے سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا' وہ کہنے لگے کہ یہ آپ کے صاحب (آئے) ہیں۔ ان کے سامنے کھڑے ہوں' میں نے جو مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے دروازہ سے داخل ہو رہے تھے' میں دوبارہ ان یہودیوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ میں تم کو خدا تعالیٰ کی اور اس کتاب کی جو تم پر نازل ہوئی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ یہودیوں کے سردار نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم ہی ان کو بتاؤ' انہوں نے کہا کہ نہیں' آپ ہمارے سردار ہیں' آپ ہی ان کو بتائیں' چنانچہ ان کے سردار نے کہا کہ بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر تو تم سب سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والے ہو' جب تمہیں معلوم ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو ان کا اتباع کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگے (اس کی وجہ یہ ہے کہ) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہمارا دشمن ہے اور ایک فرشتہ سے ہماری صلح ہے' میں نے پوچھا کہ تمہارا دشمن کون ہے؟ اور تمہارا دوست کون ہے؟ کہنے لگے کہ ہمارا دشمن جبرائیل علیہ السلام ہے' (کیونکہ) وہ ہلاکت' شدت اور عذاب کا فرشتہ ہے' میں نے کہا کہ تو پھر تمہارا دوست کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ (ہمارا دوست) میکائیل علیہ السلام ہے' وہ رحمت' نرمی اور آسانی کا فرشتہ ہے' میں نے کہا کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ جبرائیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ میکائیل علیہ السلام کے دوست سے عداوت رکھے اور میکائیل علیہ السلام کے لیے جائز نہیں کہ وہ جبرائیل علیہ السلام کے دشمن سے صلح رکھے' اور یہ دونوں اس کے دشمن ہیں جو ان کے ساتھ عداوت رکھے اور اس کے ساتھ صلح رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ صلح رکھتے ہیں۔ اس کے بعد میں

وہاں سے اٹھا اور اس دروازہ میں داخل ہوا جہاں سے رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تھے میرے بتانے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا میں تیرے سامنے وہ آیات نہ پڑھوں جو اس سے قبل مجھ پر نازل ہوئیں' میں نے کہا کہ کیوں نہیں' چنانچہ آپ ﷺ نے یہ آیت ''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ'' سے لے کر ''وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ'' تک تلاوت فرمائی۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا، میں تو آپ کو یہودیوں کی بات بتانے کیلئے حاضر ہوا تھا، لیکن لطیف وخبیر ذات (اللہ تعالیٰ) نے مجھ سے پہلے ہی آپ ﷺ کو ان کی خبر دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے دین کے معاملہ میں پتھر سے زیادہ سخت خیال کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فدک کا ایک یہودی عالم جس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا، نبی اکرم ﷺ سے حجت بازی کرنے لگا چنانچہ اس نے آنحضور ﷺ سے چند باتیں پوچھیں' جب حجت بازی میں مغلوب ہوگیا تو کہنے لگا: آپ ﷺ کے پاس آسمان سے کون سا فرشتہ آتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی نبی بھیجا تو وہ نبی اس کا دوست

---

[1] آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی القرشی العدوی ہے' آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے' آپ اشراف قریش میں سے ہیں' زمانہ جاہلیت میں سفارت کا کام آپ کے سپرد تھا' جب بھی قریش کی آپس میں یا کسی کے ساتھ جنگ ہو جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجتے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے' آپ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا' آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ بدر' احد' خندق' بیعۃ الرضوان' خیبر' فتح مکہ اور حنین وغیرہ تمام غزوات میں برسرپیکار رہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے' آپ رضی اللہ عنہ عدل و مساوات اور اللہ کے دین کے معاملہ میں سخت تھے' بروز بدھ ماہ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو زخمی ہو کر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ دیکھئے: اسد الغابۃ ۳/۶۴۲)

ہوتا تھا۔'' ابن صوریا نے کہا کہ وہ فرشتوں میں سے ہمارا دشمن ہے' اگر میکائیل ہوتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے' کیوں کہ جبرائیل علیہ السلام عذاب' شدت اور قتال کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے' اس نے کئی بار ہم سے عداوت اور دشمنی کی ہے۔ وہ وقت ہم پر بہت سخت تھا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پر یہ حکم اتارا کہ بیت المقدس عنقریب ایک آدمی کے ہاتھوں ویران ہوگا جس کا نام بخت نصر ہوگا' اللہ تعالیٰ نے اس کی تخریب کاری کا وقت بھی ہمیں بتایا تھا' پھر جب اس کا وقت آیا تو اس نے بخت نصر کی تلاش اور اس کو قتل کرنے کے لیے بنی اسرائیل میں سے ایک طاقتور آدمی بھیجا' چنانچہ وہ آدمی اس کو تلاش کرتے کرتے بابل میں پہنچا وہاں اسے ایک کمزور مسکین سا لڑکا ملا، اس نے اس کو قتل کرنے کے لیے پکڑا تو جبرائیل علیہ السلام (آئے اور انہوں) نے اس کو روکا اور کہا کہ اگر تمہارے پروردگار نے تمہاری ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے تو تم اس کا نقصان نہیں کر سکو گے اور اگر یہ لڑکا وہی نہ ہو تو بتاؤ تم کس بناء پر اس کو قتل کرتے ہو؟ چنانچہ ہمارے اس صاحب نے ان کی بات مان لی اور واپس چلا آیا اور بخت نصر بڑا ہو گیا اور طاقتور ہو گیا پھر اس نے ہم پر چڑھائی کر دی اور بالآخر بیت المقدس کو ویران و برباد کر دیا' اسی لیے ہم اس (جبرائیل) کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں، اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام ہمارے دشمن ہیں' اس لئے کہ ان کو حکم یہ ملا تھا کہ نبوت کے سلسلہ کو ہم میں رکھیں لیکن انہوں نے یہ دوسروں کو دیدیا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ م بَیِّنٰتٍ﴾ (۹۹)

---

[1] آپ کا نام و کنیت ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔ آپ بلند پایہ مفسر تھے۔ آپ کا اصل علاقہ بلخ تھا پھر وہاں سے بصرہ آگئے تھے اور بغداد چلے آئے اور وہیں حدیثیں بیان کیں اور بصرہ میں وفات پائی۔

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابن صوریا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ ہماری معرفت کے لیے کچھ نہیں لائے اور نہ ہی آپ ﷺ پر کوئی واضح آیت نازل ہوئی ہے جس کا ہم اتباع کریں تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ (۱۰۲)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جا کر چوری چوری باتیں سنتے تھے پھر لوگوں کے پاس آ کر ایک سچی بات کہتے تو اس کے ساتھ ستر جھوٹ ملا دیتے تھے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرتے تھے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ان کو پکڑا اور اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا' پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوا تو شیطان راستہ پر کھڑا ہوا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا میں تمہیں سلیمان علیہ السلام کا خزانہ نہ بتاؤں کہ اس جیسا خزانہ کسی کا نہیں' لوگوں نے کہا کہ ہاں بتاؤ' شیطان نے کہا کہ وہ خزانہ تخت کے نیچے ہے' اس کو نکال لو' جب انہوں نے نکالا تو کہنے لگے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس خزانہ کے ذریعہ لوگوں پر جادو کیا کرتے تھے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "وَاتَّبَعُوْا

---

[۱] آپ کا نام وکنیت ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازری البلخی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔ آپ بلند پایہ مفسر تھے۔ آپ کا اصل علاقہ بلخ تھا پھر وہاں سے بصرہ آ گئے تھے اور بغداد میں چلے آئے اور وہیں حدیثیں بیان کیں اور بصرہ میں وفات پائی۔

مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ'' سلیمان علیہ السلام کی براءت میں نازل فرمائی۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیاطین نے سحر و جادو کے کچھ کلمات آصف بن برخیا کی زبان سے لکھے کہ یہ وہ علم ہے جو آصف بن برخیا نے سلیمان بادشاہ کو سکھائے' پھر ان کو سلیمان علیہ السلام کے مصلے کے نیچے دفنا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا پتہ نہ چل سکا' جب سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو انہوں نے ان کے مصلے سے نکال کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اس کے ذریعہ تمہارے بادشاہ بنے لہٰذا تم بھی اس سحر کو سیکھ لو' جب بنی اسرائیل کے علماء کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: معاذ اللہ' خدا کی پناہ! یہ سلیمان علیہ السلام کا علم نہیں ہوسکتا' لیکن رذیل قسم کے لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے' وہ اس کو سیکھنے لگے' اور انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کو چھوڑ دیا' ہر طرف سلیمان علیہ السلام کی بدنامی ہونے لگی' مسلسل یہی حالت رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو معبوث فرمایا اور ان کی زبان سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت اور ان کا بے قصور ہونا نازل فرمایا۔ چنانچہ فرمایا۔ ''وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ''

حضرت حصیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی درخت اگتا تو سلیمان علیہ السلام اس سے پوچھتے تو کس بیماری کے لیے اگا ہے؟ وہ کہتا کہ فلاں فلاں بیماری کیلئے، جب خروبہ درخت اُگا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کس مقصد کے لیے پیدا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے گھر کی ویرانی کے لیے' آپ نے کہا کہ کیا واقعی تم اس کو برباد کرو گے؟ اس نے کہا کہ ہاں' آپ نے کہا کہ تو بُرا درخت ہے' پھر کچھ عرصہ کے بعد سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا' لوگوں نے ان کے مرض الوفات کے وقت یہ کہنا شروع کر دیا کہ کاش! ہماری حالت سلیمان علیہ السلام جیسی ہوتی' چنانچہ شیاطین نے ایک کتاب لکھ کر سلیمان علیہ السلام کے مصلے کے نیچے رکھ دی اور لوگوں سے کہا کہ

ہم تم کو وہ چیز بتاتے ہیں جس کے ذریعہ سلیمان علیہ السلام علاج کیا کرتے تھے چنانچہ لوگ چلے اور انہوں نے اس کتاب کو (مصلے کے نیچے سے) نکالا' دیکھا تو اس کے اندر سحر و جادو کی چیزیں اور تعویذات تھے' اس پر اللہ تعالیٰ نے "وَاتَّبَعُوْا مَاتَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ" سے لے کر "فَلَا تَکْفُرْ" تک آیات نازل فرمائیں۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و جادو کے لکھنے اور سیکھنے میں مشغول ہوگئے تھے تو سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو لے کر اپنے تخت کے نیچے دفنا دیا' اور لوگوں کو ان سے منع کیا' جب سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور وہ اس کو ساتھ لے گئے' لوگوں کو ان کتابوں کے دفن ہونے کا علم تھا' چنانچہ شیطان انسانی صورت میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا میں تم کو ایسا خزانہ نہ بتا دوں جس کو تم کبھی نہ کھاؤ گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں بتاؤ' شیطان نے کہا کہ اس تخت کے نیچے کھدائی کرو' انہوں نے کھدائی کی تو انہیں وہ کتابیں مل گئیں' جب انہوں نے وہ کتابیں نکال لیں تو شیطان نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام نے اسی کے ذریعہ جن و انس اور شیاطین اور پرندوں کو اپنے زیر کنٹرول کر رکھا تھا' پس بنی اسرائیل نے ان کتب کو لے لیا' اسی لیے سحر و جادو کا رواج یہودیوں میں زیادہ پایا جاتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے سلیمان علیہ السلام کی براءت پر یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾

شانِ نزول:

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگ "رَاعِنَا" کا لفظ بولتے تھے' جب یہودیوں نے سنا کہ

اہل عرب بھی یہ کلمہ نبی ﷺ کے لیے استعمال کرتے ہیں تو وہ اس پر بہت خوش ہوئے' کیوں کہ یہودیوں کی زبان میں ''راعنا'' کا لفظ فحش گالی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا' چنانچہ وہ کہتے کہ ہم پہلے تو محمد (ﷺ) کو چھپ کر گالی دیتے تھے لیکن اب ان کو برملا گالی دیں گے' کیونکہ ''راعنا'' کا لفظ ان کی زبان میں بھی موجود تھا' چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس آتے اور کہتے: اے محمد ﷺ ''راعنا'' اور ہنستے' (ایک دن) ایک انصاری آدمی' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ[1] ان کی چال کو سمجھ گئے کیونکہ وہ یہودیوں کی زبان جانتے تھے، کہنے لگے: اے خدا کے دشمنو! تم پر خدا کی لعنت ہو' اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میں نے یہ کلمہ تم میں سے کسی سے آئندہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہودی کہنے لگے کہ کیا تم یہ کلمہ نہیں کہتے ہو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا'' آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ﴾ (۱۰۵)

شان نزول:

مفسرین کہتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے یہودی حلیفوں سے کہتے تھے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تو وہ کہتے تھے کہ جس دین کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو وہ اس

---

[1] آپ کا نام ونسب سعد بن عبادہ بن دُلیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ یا حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ الانصاری الساعدی ہے' آپ بنو ساعدہ کے نقیب تھے' بدر میں شریک تھے' ابن عقبہ نے بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا تذکرہ نہیں کیا' آپ سید اور جواد تھے' تمام غزوات میں انصار کے علمبردار تھے' فتح مکہ کے روز حضور ﷺ کا علم ان کے ہاتھ میں تھا' آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ گئے تاکہ خود بیعت خلافت لیں' لیکن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی' آپ کی وفات ۱۱ ہجری کو ہوئی۔

سے بہتر نہیں ہے جس پر ہم قائم ہیں اگر بہتر ہوتا تو ہم ضرور پسند کرتے تو ان کی تکذیب اور تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا﴾ (۱۰۶)

شان نزول:

مفسرین کہتے ہیں کہ مشرکین نے کہا کہ ذرا دیکھو تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر ان کو اس بات سے منع کر دیتے ہیں اور ان کو اس کے خلاف امر کا حکم دیتے ہیں آج ایک بات کہتے ہیں کل کو اس سے پھر جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود اپنی طرف سے بنا کر کہتے ہیں کیوں کہ یہ ایسا کلام ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے متعارض ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے "مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا" اور سورۃ النحل کی آیت نمبر:۱۰۱ "وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ" نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ﴾ (۱۰۸)

شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی کعب اور قریش کے چند لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی کو سونے کا بنا دیں مکہ کی زمین کو ہمارے لیے کشادہ کر دیں اور ان کے درمیان نہریں جاری کر دیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہود اور دیگر مشرکین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کرتے تھے کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کو (یکبارگی) تورات دی گئی اسی طرح آسمان سے ہمارے پاس بھی ایک ہی دفعہ کتاب آئے، کوئی کہتا یعنی عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کہتا کہ آپ آسمان سے ایسی کتاب لائیں جس میں یہ لکھا ہو: "یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ابن ابی امیہ کے نام ہے، جان لو کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔" کوئی یوں کہتا کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لے آتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ﴾ (۱۰۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت چند یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو واقعہ بدر[۱] کے بعد مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم نے دیکھ لیا کہ تم کس مصیبت سے دوچار ہوئے، اگر تم حق پر ہوتے تو کبھی تم شکست سے دوچار نہ ہوتے، پس تم ہمارے دین میں واپس چلے آؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

عبداللہ بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا، اور کفار کو بھی اپنے شعروں میں اس پر اکساتا تھا، جس وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے مشرکین اور یہودی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو سخت تکلیفیں پہنچانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان تکلیفوں پر صبر کریں اور ان سے درگزر کریں، چنانچہ ان ہی کے بارے

---

[۱] تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، غالباً درست "احد" ہے، کیونکہ بدر میں تو مسلمانوں کو شکست نہیں ہوئی تھی۔

میں آیت "وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ" سے لیکر "فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا" تازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ﴾ (۱۱۳)

شان نزول:

یہ آیت، اہل مدینہ کے یہودیوں اور اہلِ نجران کے نصرانیوں کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا سبب یہ ہوا کہ نجران کا وفد جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہود کے علماء بھی ان کے پاس آگئے اور آپس میں مناظرہ ہونے لگا، یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، یہودیوں نے کہا کہ تم لوگ کسی دین پر نہیں ہو، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا، نصاریٰ نے ان سے کہا کہ تم کسی دین پر نہیں ہو، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور تورات کا انکار کیا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ﴾ (۱۱۴)

شان نزول:

یہ آیت رومی بادشاہ ططلوس اور اس کے عیسائی ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے کہ انہوں نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا، ان کی اولاد کو قیدی بنایا، تورات کو جلایا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا اور اس کے اندر نعشیں پھینک دیں، یہ شان نزول امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بخت نصر اور اس کے ساتھی تھے جنہوں نے یہودیوں پر حملہ کیا، بیت المقدس کو ویران کیا اور اہل روم کے نصاریٰ نے اس پر ان کی مدد کی۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی

جو مسلمانوں کو مسجد حرام میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکتے تھے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ (۱۱۵)

شان نزول:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستہ روانہ کیا جس میں میں بھی موجود تھا' (سفر کے دوران) رات کی تاریکی چھا گئی' پس ہمیں قبلہ (کی سمت) معلوم نہ ہوئی تو ایک گروہ نے کہا کہ ہمیں قبلہ معلوم ہو گیا ہے' قبلہ اس جانب ہے یعنی شمال کی جانب' چنانچہ انہوں نے نماز پڑھی اور کچھ نشان لگا لیے' بعضوں نے کہا کہ قبلہ اس جانب ہے یعنی جنوب کی جانب' انہوں نے بھی کچھ خط کھینچے (اور نماز پڑھی)' جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو وہ سارے خط قبلہ کے سوا (دوسری جوانب میں) نکلے' پھر جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"۔

حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سے روایت ہے کہ ہم اندھیری رات میں سفر کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور نمازیں پڑھتے تھے' پس قبلہ کی سمت معلوم نہ ہوئی تو ہر شخص نے اپنی حالت کے مطابق نماز پڑھی' جب صبح ہوئی تو ہم نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی تو یہ آیت نازل ہوئی: "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"
حضرت ابن عمرؓ کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت نفل نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ نفل نماز میں سواری کا جس طرف بھی رخ ہو اس طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔"

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ نجاشی کی وفات ہو گئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھیں' چنانچہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جمع ہونے کا حکم دیا اور ان کی صف بندی فرمائی اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نجاشی کا نمازِ جنازہ پڑھوں جن کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا تم بھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو' چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، صحابہ کرامؓ اپنے دلوں میں کہنے لگے کہ ہم ایسے آدمی کا بھلا کیسے نماز جنازہ پڑھیں جس کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ دوسرے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے کیونکہ نجاشی تادم آخر بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے' اور اب تو قبلہ کا رخ تبدیل ہو کر خانہ کعبہ' ہو گیا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ اس آیت سے ''وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ'' (۱۵۰)۔ نیز فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی دو چیزیں سب سے پہلے منسوخ ہوئیں۔ ان میں سے ایک قبلہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت العتیق (خانہ کعبہ) کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع فرمادی' پھر اللہ تعالیٰ نے بیت العتیق کی طرف رخ کرنے کا حکم دیدیا۔

ابن ابی طلحہ الوالبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں کے اکثر رہنے والے یہودی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس بات سے یہودی بہت خوش ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ماہ سے زیادہ عرصہ تک اس کی طرف رخ کیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ پسند تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس سے رخ پھیرنے کا حکم دیا تو یہودی شک اور تردد میں پڑ گئے' کہنے لگے کہ ان لوگوں کو سابقہ قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (۱۱۶)

شان نزول:

یہودی کہتے تھے کہ عزیر، اللہ کے بیٹے ہیں' نجران کے نصاریٰ کہتے تھے کہ مسیح' اللہ کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے' خدا کی بیٹیاں ہیں' ان سب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ﴾ (۱۱۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب یہودیوں پر نازل کرتے تو وہ ایمان لے آتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ".

آیت مبارکہ:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى﴾ (۱۲۰)

شان نزول:

مفسرین کہتے ہیں کہ کفار' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی درخواست کرتے تھے اور طمع یہ رکھتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مصالحت کرلیں گے تو ان کی موافقت اور پیروی کریں گے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبلہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اصل میں

مدینہ کے یہودی اور نجران کے عیسائی یہ آرزو رکھتے تھے کہ نبی ﷺ ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے قبلہ پھیر دیا اور کعبہ کو قبلہ قرار دے دیا تو یہ چیز ان پر شاق گزری اور وہ پھر اس بات سے ناامید ہو گئے کہ حضور ﷺ دین میں ان کی موافقت کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ﴾ (۱۲۱)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان کشتی والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حضرت جعفر بن ابی طالب[1] رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ اور ملک شام سے آئے تھے، ان کی تعداد چالیس تھی۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضور اقدس ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ (۱۳۳)

شانِ نزول:

جب یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انتقال کے دن اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی

[1] آپ کا نام جعفر بن ابی طالب (عبد مناف) بن عبد المطلب بن ہاشم ہے، آپ ہاشمی صحابی ہیں، آپ کا لقب ''جعفر الطیار'' ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، اور سابقین اسلام میں سے ہیں، شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، اس وقت جسم پر نوے کے قریب نیزے اور تیر کے نشان تھے۔

وصیت کی تھی؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا﴾ (۱۳۵)

شان نزول:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے رؤسائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی، جن میں کعب بن اشرف، مالک بن الصیف، ابو یاسر بن اخطب وغیرہ شامل تھے، اور نجران کے نصرانیوں کے بارے میں نازل ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں جھگڑنے لگے، ہر ایک دعویٰ کرنے لگا کہ وہ دوسرے کی بہ نسبت خود خدا کے دین کا زیادہ حق دار ہے، یہودیوں نے کہا کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام، تمام انبیاء سے افضل ہیں اور ہماری کتاب، تورات، تمام کتابوں سے افضل ہے، اور ہمارا دین تمام ادیان سے افضل ہے، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب انجیل کا انکار کیا اور اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پاک کا انکار کیا، نصاریٰ نے کہا کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تمام انبیاء سے افضل ہیں، ہماری کتاب، تمام کتابوں سے افضل ہے اور ہمارا دین، تمام ادیان سے افضل ہے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کا انکار کیا، (غرضیکہ) دونوں فریق مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم ہمارے دین کو اختیار کرلو کیوں کہ اسکے سوا اور کوئی دین نہیں ہے، انہوں نے مسلمانوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دی۔

آیت مبارکہ:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ (۱۳۸)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نصاریٰ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو سات دن گزرنے کے بعد اس بچہ کو معمودی نامی پانی میں ڈال کر رنگتے تھے

تاکہ وہ اس عمل سے پاک ہو جائے' ختنہ کی جگہ یہ عمل کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ جب وہ ایسا کرتے ہیں تو بچہ پکا نصرانی ہو جاتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ﴾ (۱۴۲)

شان نزول:

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں تقریباً سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے' رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کریں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ" (۱۴۴) تو کچھ بے وقوف لوگ یعنی یہودی یہ کہنے لگے کہ ان لوگوں کو سابقہ قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا؟ اس پر اللہ جل شانہ' نے یہ آیت نازل فرمائی: "قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ" آخر تک۔ (۱۱۵) (رواه البخاری عن عبداللّٰه بن رجاء)

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ﴾ (۱۴۳)

شان نزول:

روایت کلبی رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبلہ اولیٰ کے وقت ہی انتقال ہو گیا تھا' جن میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ' ابو امامہ رضی اللہ عنہ (بنی نجار کے ایک فرد)' براء بن معرور رضی اللہ عنہ (بنو سلمہ کے ایک فرد) اور چند دوسرے حضرات شامل تھے تو ان کے قبیلہ کے لوگ آئے اور عرض کیا' یارسول اللہ! ہمارے بھائیوں کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ قبلہ اولیٰ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی جانب پھیر دیا

ہے' آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ" الآیۃ' پھر یہ فرمایا: "قَدْنَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہود کے قبلہ سے کسی اور قبلہ کی طرف پھیر دیں۔" آپ ﷺ کی مراد خانہ کعبہ سے تھی' اس لیے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا' جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تو آپ جیسا ایک بندہ ہوں' کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا' آپ ﷺ اپنے پروردگار سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف رخ پھیرنے کا حکم دیدیں۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اوپر چلے گئے اور رسول کریم ﷺ مسلسل آسمان کی طرف دیکھنے لگے، اس امید سے کہ جبرائیل علیہ السلام ان کی درخواست کا جواب لے کر آئیں گے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے بعد ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی' پھر جب اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی ﷺ کی خواہش معلوم ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی: "قَدْنَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا" (الآیۃ)

(رواہ مسلم عن ابی بکر ابن ابی شیبۃ' و رواہ البخاری عن ابی نعیم)

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (۱۴۶)

شان نزول:

یہ آیت کریمہ مومنین اہل کتاب' عبداللہ بن سلام[1] رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کی صفات و

---

[1] آپ ابو یوسف عبداللہ بن سلام بن حارث الاسرائیلی ہیں' وفات ۴۳ ہجری کو ہوئی' آپ صحابی ہیں' بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں' ہجرت مدینہ

اوصاف اور بعثت کو یوں پہچانتے تھے جس طرح کوئی شخص دوسرے بچوں کے ساتھ اپنے بچہ کو پہچان لیا کرتا ہے، چنانچہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لیے حضور اقدس ﷺ کی معرفت اپنے باپ کی معرفت سے بھی زیادہ ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس لیے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ یقیناً اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں لیکن میں اپنے بیٹے کے بارے میں ایسی گواہی نہیں دے سکتا، کیوں کہ میں نہیں جانتا کہ عورتوں نے کیا کیا ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن سلام رضی اللہ عنہ! خدا تجھے توفیق دے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾ (۱۵۴)

شان نزول:

یہ آیت شہدائے بدر کی شان میں نازل ہوئی، جن میں آٹھ تو انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے تھے، جو آدمی راہ خدا میں شہید ہو جاتا لوگ اس کے متعلق کہتے کہ فلاں مر گیا اور دنیا کی نعمت ولذت سے محروم رہا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (۱۵۸)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی (اسلام سے قبل) انصار منات کے نام کا حج کرتے تھے، یہ بُت مقام قدید میں

کے وقت حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے، پہلے نام "حصین" تھا، حضور ﷺ نے بدل کر عبداللہ رکھا، فتح بیت المقدس اور جابیہ کے معرکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، تادم حیات مدینہ منورہ رہے اور فتنوں سے الگ تھلگ رہے۔

رکھا ہوا تھا' اور انصار' صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے' جب اسلام آیا تو انہوں نے سعی کے متعلق آنحضور ﷺ سے پوچھا' تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ البخاری عن عبداللہ بن یوسف عن مالک)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ انصار کے چند آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ زمانہ جاہلیت میں منات (بت) کے نام کا احرام باندھتے تھے تو (زمانہ اسلام میں) انہوں نے صفا اور مروہ کی سعی کو جائز خیال نہ کیا' پھر جب حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آئے اور انہوں نے یہ مسئلہ آنحضور ﷺ سے ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ)

حضرت انس بن مالک[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم صفا و مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ قریش کے مشاعر میں سے تھا' پس ہم نے زمانہ اسلام میں اس کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عمرو بن حسین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ' کیونکہ وہ نزول قرآن کے اسباب سب سے زیادہ جانتے ہیں' چنانچہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اسی آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں

---

[1] آپ کا نام ونسب انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن نجار الانصاری الخزرجی ہے۔ آپ ''خادم رسول اللہ ﷺ'' ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ کی دس سال یا آٹھ سال یا سات سال خدمت کی' آپ فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت میری عمر دس سال کی تھی اور وفات نبویؐ کے وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ' حمید الطویل' ثابت بنانی' قتادہ، حسن بصری' زہری اور خلق کثیر شامل ہیں' آپ کی وفات (باختلاف اقوال) ۹۰ ہجری، ۹۱ ہجری، ۹۲ ہجری یا ۹۳ ہجری ہے' بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔

نے فرمایا کہ کوہ صفا پر آدمی کی شکل کا ایک بت رکھا تھا جس کو اساف کہتے تھے اور مروہ پر بھی ایک بت عورت کی شکل کا رکھا ہوا تھا جس کا نام نائلہ تھا' اہل کتاب کا زعم یہ تھا کہ ان دونوں نے کعبہ کے اندر بدکاری کی تھی جس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلوں کو بگاڑ کر پتھر بنا دیا' اور عبرت کیلئے صفا اور مروہ پر رکھ دیا' پھر ایک عرصہ گزرنے کے بعد ان کی پوجا پاٹ شروع ہوگئی' زمانہ جاہلیت میں لوگ جب صفا و مروہ کی سعی کرتے تو ان بتوں کو بھی چھوتے تھے' جب اسلام آیا اور تمام بت توڑ دیئے گئے تو مسلمانوں نے ان دو بتوں کی وجہ سے سعی کو ناپسند سمجھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں شیاطین، رات کے وقت صفا و مروہ کے درمیان گایا کرتے تھے اور ان پہاڑیوں کے درمیان بت رکھے ہوئے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی جب اسلام کا ظہور ہوا تو مسلمانوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے کیونکہ یہ شرکیہ فعل ہم زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ صفاء و مروہ کی سعی سے باز رہتے تھے اور یہ کام زمانہ جاہلیت کا شعار تھا' اور ہم ان کی سعی سے اجتناب کرتے تھے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ" نازل فرمائی۔

(رواہ البخاری عن احمد بن محمد)

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾ (۱۵۹)

شانِ نزول:

یہ آیت علمائے اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جو آیت رجم اور حضور اقدس ﷺ کے حقیقی اوصاف کو چھپاتے تھے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾(۱۶۴)

شان نزول:

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:''وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ'' (۱۶۳)تو مکہ کے کفارقریش نے کہا کہ ایک معبود تمام لوگوں کے لیے کیسے کافی ہوگا؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:''اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ واخۡتِلَافِ الَّیۡلِ والنَّهَارِ'' سے لے کر''لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ''۔

ابوالضحیٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:''وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' تو مشرکین کو تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ کیا ایک ہی معبود؟ اگر سچے ہو تو دلیل لاؤ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:''اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ''الآیۃ۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوۡا مِمَّا فِی الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَیِّبًا﴾ (۱۶۸)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف' خزاعہ اور عامر بن صعصعہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے اوپر حرث' انعام' بحیرہ[1]' سائبہ[2]' وصیلہ[3] اور حامی[4] کو حرام کرلیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] بَحِیرہ: وہ جانور جسے مشرکین نیاز کی علامت کے طور پر کان چیر کر بتوں کے نام چھوڑ دیتے تھے۔

[2] سائبہ: وہ جانور جو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

[3] وصیلہ: وہ اونٹنی جو پہلی بار مادہ بچہ جنے' پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جنے' درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہو' زمانہ جاہلیت میں ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ﴾ (۱۷۴)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے رؤسا اور علماء کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ رؤساء اپنی عوام سے ہدایا (تحائف) لیتے تھے اور انہیں یہ امید تھی کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے معبوث ہوگا' لیکن جب آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے معبوث نہ ہوئے تو انہیں اپنے خورد و نوش کے سامان کے ختم ہو جانے اور اپنی ریاست کے زوال کا خطرہ لاحق ہوا' چنانچہ انہوں نے صفات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحریف کرنا شروع کردی بلکہ پھر ان تبدیل شدہ صفات کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے کہنے لگے' نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو یہ صفات ہیں' جو مکہ والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود نہیں۔ مقصد یہ تھا کہ جب لوگ ان تبدیل شدہ صفات کو ملاحظہ کریں گے تو صفات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی نہیں کریں گے۔

آیت مبارکہ:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ﴾ (۱۷۷)

شان نزول:

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی کہ ایک شخص

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

۴؎ حامی: وہ اونٹ جس کی پشت سے دس سواری کے لائق اونٹ پیدا ہو چکے تھے' ایسے اونٹ پر بوجھ نہیں لادتے تھے' نہ اس پر سوار ہوتے تھے اور نہ اسے گھاس اور چارہ سے روکتے تھے اور اس سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی فرائض سے پہلے گواہی دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسی حال میں فوت ہو جاتا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی﴾ (۱۷۸)

شان نزول:

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے دو قبیلوں کے مابین قتل و قتال ہوا اور آپس میں ہر ایک کے ذمہ بہت سے خون ہوئے۔ پس وہ کہتے کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ میں تمہارا آزاد اور عورت کے بدلہ میں تمہارا مرد قتل کریں گے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِكُمْ﴾ (۱۸۷)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں مسلمان جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو ان پر کھانا پینا اور عورتوں کے پاس جانا (مباشرت کرنا) اگلے دن تک حرام ہو جاتا تھا۔ پھر کچھ مسلمان ایسے تھے کہ انہوں نے ماہ رمضان میں عشاء کے بعد کچھ کھا پی لیا تھا اور مباشرت کر لی تھی جن میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی تکلیف کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (پہلے) مسلمان جب افطار کرتے تو سونے سے پہلے تک کھاتے پیتے اور اپنی عورتوں سے مباشرت کرتے لیکن جب سو

جاتے تو ان میں سے کوئی کام اگلے روز تک نہ کرتے' (ایک دن) قیس بن صرمہ الانصاری رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے، افطار کے وقت اپنی بیوی کے پاس آئے تو وہ کچھ تلاش کرنے گئی تو ادھر ان کو نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئے' جب اگلا آدھا دن گزرا تو بیہوش ہو گئے' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور وہ سو رہی تھیں' جب یہ بات حضور اکرم ﷺ سے ذکر کی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی: "اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَام" سے لے کر "الفجر" تک، اس سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی آدمی روزے دار ہوتا اور افطار کا وقت ہو جاتا اور وہ کھانا کھانے سے پہلے ہی سو جاتا تو وہ اس رات بھی نہ کھاتا اور نہ اگلے دن شام تک کھاتا تھا' (ایک دن) قیس بن صرمہ الانصاری رضی اللہ عنہ روزے سے تھے، جب افطار کا وقت ہوا تو اپنی بیوی کے پاس آ کر پوچھا کہ کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا کہ نہیں۔ ہاں البتہ میں کچھ تلاش کرنے جاتی ہوں' وہ دن کو کام کرتے تھے' اچانک نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئے، جب ان کی بیوی آئی اور ان کو دیکھا تو کہنے لگیں' تیرے لیے ناکامی ہے' قیس بن صرمہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی' جب آدھا دن گزرا تو بے ہوش ہو گئے' نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی: "اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ"۔ اس آیت کے نزول پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔ (رواہ البخاری عن عبداللہ بن موسیٰ)

قاسم بن محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع میں ہر آدمی عشاء (مغرب) سے اگلے دن کی عشاء (مغرب) تک روزہ رکھتا تھا' جب سو جاتا تو پھر اپنی اہلیہ کے پاس نہ آتا تھا' (مباشرت نہ کرتا تھا) اور نہ ہی کھاتا اور پیتا تھا' یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے' بیوی نے کہا کہ میں سو گئی ہوں' انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا' (اسی طرح) صرمہ بن انس رضی اللہ عنہ روزے دار تھے' افطار سے پہلے ہی سو گئے اور وہ لوگ جب سو جاتے تو کھاتے پیتے نہیں تھے' چنانچہ وہ بھی صبح تک روزے سے رہے' روزے کی وجہ سے ان کی جان جانے کا خطرہ ہو گیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے رخصت نازل فرمائی' چنانچہ فرمایا: "فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ" الآیۃ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" اور ابھی "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے تو چند صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید دھاگہ اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتے' اور پھر جب تک وہ دونوں دھاگے صاف دکھائی دینے نہ لگ جاتے برابر کھاتے پیتے رہتے' پھر اللہ تعالیٰ نے "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ جب نازل کر دیئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات (کی سیاہی سے) دن (کی سفیدی کا امتیاز) ہے۔

(رواہ البخاری عن ابن ابی مریم و رواہ مسلم عن محمد بن سهل)

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۱۸۸)

شانِ نزول:

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ بن حیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت امرئ القیس بن عابس الکندی[۱] اور عبدان بن اشوع الحضرمی کے بارے میں نازل ہوئی' واقعہ یہ ہوا کہ ان دونوں کا ایک زمین پر جھگڑا ہوا اور دونوں اپنا قضیہ رسول کریم ﷺ کی عدالت میں لے گئے' امرئ القیس مدعا علیہ تھا اور عبدان مدعی تھا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور عبدان کے حق میں فیصلہ ہوا' زمین اس کو دے دی گئی اور مخاصمت ختم ہو گئی۔[۲]

۱۔ نام و نسب امرء والقیس بن عابس بن امرئ القیس بن السمط بن عمرو بن معاویہ بن حارث اکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن حارث بن کندہ الکندی ہے' حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور اپنے اسلام پر قائم رہے' کندہ کے مرتدین میں شامل نہیں تھے' آپ شاعر تھے' کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی۔

۲۔ عبدان حضرمی نے حضور ﷺ سے اس قضیہ کے بارے میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ!

آیت مبارکہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَ ھِلَّةِ﴾ (۱۸۹)

شان نزول:

حضرت معاذ بن جبل[1] رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ یہودی لوگ ہم سے چاند کے بارے میں اکثر پوچھتے رہتے ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ چاند کیوں تخلیق کیا گیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ"۔ امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ جو کہ انصاری تھے' نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ چاند شروع میں تو باریک ہوتا ہے

اگر اس نے قسم کھالی تو میری زمین لے جائے گا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی زمین ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ جل شانہٗ اس پر غضبناک ہوں گے' امرؤ القیس نے کہا: یارسول اللہ! جو شخص حق بجانب ہوتے ہوئے اپنی زمین چھوڑ دے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت' امرؤ القیس نے کہا پس آپ ﷺ گواہ بن جائیں کہ میں نے یہ زمین اس کے لیے چھوڑ دی۔ دیکھئے' اسد الغابة ۱/ ۱۳۷)

[1] آپ کا نام ونسب معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدی الانصاری الخزرجی ہے' آپ کی وفات شام میں طاعون عمواس کی وجہ سے ہوئی' آپ ان ستر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو عقبہ میں شریک تھے' آپ بدر' احد' اور تمام معارک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے' صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپ سے روایت کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' ابن عمر رضی اللہ عنہ' ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں اور تابعین میں جنادة بن امیہ' عبدالرحمٰن بن غنم' اور ابو ادریس الخولانی وغیرہ ہیں۔ دیکھئے۔ اسد الغابة ۴/ ۴۱۸۔

دھاگہ کی طرح، پھر بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ بڑا ہو جاتا ہے اور مستوی اور مستدیر (گول) ہو جاتا ہے پھر دوبارہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور باریک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پہلی حالت میں آ جاتا ہے، کیا وجہ ہے کہ یہ چاند ایک حالت پر نہیں رہتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ (۱۸۹)

شان نزول:

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار جب حج کرتے تو اپنے گھر کے دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی پشت سے داخل ہوتے تھے۔ (ایک دفعہ) ایک آدمی دروازہ کی طرف سے (گھر میں) داخل ہوا تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابی الولید و رواہ مسلم عن بندار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگ جو ''حمس'' کے نام سے پکارے جاتے تھے، احرام کی حالت میں (گھر کے) دروازوں سے داخل ہوتے تھے اور انصار اور دوسرے قبائل عرب، احرام کی حالت میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے، ایک دن رسول اللہ ﷺ باغ میں تھے کہ آپ ﷺ اس کے دروازے سے نکلے اور آپ ﷺ کی معیت میں قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ بھی دروازے سے باہر نکلے تو لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قطبہ بن عامر گنہگار شخص ہے، کیونکہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ دروازے سے باہر نکلا ہے۔ آنحضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جب آپ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تو میں نے بھی آپ ﷺ کی طرح عمل کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو احمسی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرا دین وہی ہے جو آپ ﷺ کا دین ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾

مفسرین کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھتا تو کسی باغ یا گھر وغیرہ میں اس کے دروازہ کی طرف سے داخل نہیں ہوتا تھا، اگر وہ شخص شہری ہوتا تو گھر کی پشت سے نقب وغیرہ لگا کر گھر میں داخل اور خارج ہوتا اور اگر دیہاتی ہوتا تو خیمہ وغیرہ کے پیچھے سے باہر نکلتا اور دروازہ کی طرف سے اندر نہ آتا تھا اور یہ عمل احرام کھولنے تک رہتا تھا اور احرام کی حالت میں اس عمل کو (گھر کے دروازے کی طرف سے داخل ہونا) برا خیال کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی شخص حمس میں سے ہوتا تو وہ اس عمل کو ناپسند نہیں کرتا تھا اور حمس میں قبیلہ قریش، کنانہ، خزاعہ، ثقیف، خثعم، بنو عامر بن صعصعہ اور بنو نضر بن معاویہ شامل تھے۔ اور ان کو ''حمس'' دینی تصلب کی بناء پر کہا جاتا تھا، ایک دن رسول کریم ﷺ کسی انصاری کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی پیروی میں ایک انصاری آدمی بھی احرام کی حالت میں دروازے سے داخل ہو گیا، لوگوں کو اس کا یہ عمل ناگوار ہوا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم حالت احرام میں دروازے سے کیوں داخل ہوئے؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دروازے سے داخل ہوئے تو میں بھی آپ ﷺ کی پیروی میں دروازے سے داخل ہو گیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تو احمسی ہوں'' اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ احمسی ہیں تو میں بھی احمسی ہوں' ہمارا دین ایک ہے' میں آپ ﷺ کے طور وطریق اور آپ ﷺ کے دین پر راضی ہوں' اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ (۱۹۰)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بارے

میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو آپ ﷺ نے مقام حدیبیہ پر ہی ہدی کے جانور ذبح کر دیئے' پھر مشرکین نے اس بات پر مصالحت کی کہ آپ ﷺ آئندہ سال آئیں گے اس وقت واپس چلے جائیں' وہ تین دن تک آپ ﷺ کے لیے مکہ کو خالی کردیں گے' (ان دنوں میں) آپ ﷺ بیت اللہ کا طواف کریں اور جو چاہیں کریں۔ آنحضور ﷺ نے ان کی بات کو منظور فرمالیا' جب آئندہ سال رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمرۃ القضاء کی تیاری مکمل کرلی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں قریش بے وفائی اور وعدہ خلافی نہ کردیں اور ان کو مسجد حرام سے روک نہ دیں اور ان کے ساتھ قتال شروع نہ کردیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہر حرام میں قتال ناپسند تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ" مراد قریش کے لوگ ہیں۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ (۱۹۴)

شان نزول:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ماہ ذی قعدہ (۶ ہجری) میں (عمرہ کی ادائیگی کیلئے) چلے' جب مقام حدیبیہ پر پہنچے تو مشرکین نے ان کو روک لیا (پھر مصالحت ہوئی اور آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے) اگلے سال سب حضرات مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور ذی قعدہ کے مہینہ میں عمرہ ادا فرمایا اور مکہ معظمہ میں تین راتیں قیام پذیر رہے' مشرکین، حدیبیہ کے روز حضور ﷺ کو روکنے اور واپس بھیجنے پر فخر کرتے تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ" الآیۃ۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ﴾(۱۹۵)

شان نزول:

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے انفاق فی سبیل اللہ کا عمل ترک کر دیا تھا' چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نفقات فی سبیل اللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن ابی جبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انصار صدقہ و خیرات کرتے تھے اور اللہ کو جس قدر منظور ہوتا لوگوں کو کھانا بھی کھلاتے تھے، (ایک دفعہ) وہ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صدقہ و خیرات سے ہاتھ روک لیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ[1] اس آیت مبارکہ "وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف نہیں فرمائیں گے" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حکم بن عمران رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے' ان دنوں اہل مصر کے

---

[1] آپ کا نام ونسب' نعمان بن بشیر بن ثعلبہ بن سعد بن خلاس بن زید بن مالک الاغر بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی ہے' آپ کی پیدائش وصال نبوی ﷺ سے آٹھ سال اور سات ماہ قبل ہوئی' ہجرت کے بعد آپ پہلے انصاری مولود ہیں' آپ سے آپ کے دونوں بیٹے محمد اور بشیر روایت کرتے ہیں' نیز شعبی' حمید بن عبدالرحمن، خیثمہ اور سماک بن حرب وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اولاً حمص کا پھر کوفہ کا گورنر مقرر کیا' پھر یزید بن معاویہ نے بھی آپ کو گورنر مقرر کیا' آپ فیاض وسخی' شجاع وبہادر اور شاعر تھے۔ دیکھیے: اسد الغابۃ ۴/۵۵۰

عامل (گورنر) رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ[۱] تھے اور اہل شام کے عامل صحابیِ رسول ﷺ حضرت فضالہ بن عبید[۲] تھے (ایک روز) رومیوں کا ایک بڑا دستہ شہر سے آیا تو ہم نے بھی ان کے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کی ایک بڑی صف بندی کی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا، پھر واپس آیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ سبحان اللہ! اس کو دیکھو کہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے! حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ[۳] (یہ سن کر) اٹھے اور فرمایا: لوگو! اس آیت (مذکورہ بالا) کا صحیح مطلب ہم خوب جانتے ہیں' یہ آیت ہمارے (انصار کے) بارے میں نازل ہوئی ہے' جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تقویت بخشی اور دین کے مددگاروں میں اضافہ ہوا تو ہم آنحضور ﷺ سے چھپا کر آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے مال تو برباد ہو گئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے اموال کی خبر گیری کریں اور نقصان کی تلافی کریں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی' جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارادوں کا رد کیا اور فرمایا: وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ" یعنی جہاد جیسے حکم کو چھوڑ کر مال و اولاد کی اصلاح میں مشغول ہو جانا اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم تا دمِ حیات جہاد فی سبیل اللہ کرتے رہے۔

---

[۱] آپ کا نام ونسب، عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودوعہ بن عدی بن غنم بن ربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ الجہنی ہے۔ دیکھیئے: الاصابہ (۵۶۰۳)۔

[۲] آپ کا نام ونسب، فضالہ بن عبید بن ناقد ین قیس بن صہیب بن احرم بن جحجی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس الانصاری الاوسی العمری ہے۔ دیکھیئے۔ اسد الغابۃ ۴/۶۳۔

[۳] آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی النجاری ہے' آپ عقبہ' بدر' احد' خندق اور باقی تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ہمراہ شریک تھے' آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے تھے' پھر یزید بن معاویہ کے ساتھ روم کی سر زمین پر چڑھائی کی اور شہر قسطنطنیہ میں ۵۰ ہجری کو وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

آیت مبارکہ:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْبِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ (۱۹۶)

شان نزول:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ[۱] فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میرے سر میں جوئیں پڑ گئیں تھیں' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا سر منڈ والو' اور اس کے بدلہ میں تین دن روزے رکھو' یا قربانی کرو' یا ہر مسکین کو ایک صاع کے حساب سے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔''

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے' میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریب آؤ' میں دو بار یا تین بار قریب ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حشرات تجھے تکلیف دیتے ہیں؟ ابن عون (راوی) کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہاں' پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے روزے رکھنے یا صدقہ دینے یا قربانی کرنے کا حکم دیا کہ جو آسان لگے کرو۔''

(رواہ مسلم عن ابی موسیٰ)

عبداللہ بن معقل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی مسجد میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے لوگ اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے، جوئیں

---

[۱] آپ کا نام ونسب کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن حارث بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد بن حری بن اراشہ بن عامر بن عیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی البلوی ہے۔ آپ انصار کے خلیف تھے' آپ سے روایت کرنے والوں میں ابن عمر' جابر' عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن عباس ہیں۔ وفات ۵۱ ہجری یا ۵۲ ہجری یا ۵۳ ہجری کو مدینہ میں ہوئی۔

میرے چہرے پر چل رہی تھیں، آپ ﷺ نے (میری حالت دیکھ کر) فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہاری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہوگی، کیا تمہیں اتنی طاقت نہیں کہ تم ایک بکری ذبح کر ڈالو؟ میں نے کہا کہ نہیں، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ''فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تین روزے رکھ لو یا ہر مسکین کو نصف صاع اناج کے حساب سے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ پس یہ آیت میرے بارے میں بالخصوص اور تمہارے لیے بالعموم نازل ہوئی ہے۔ (رواہ البخاری عن احمد بن ابی ایاس)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے سر کی جوئیں ان کی پیشانی پر گر رہی تھیں، انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ جوئیں مجھے کھا گئیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا سر منڈ والو اور اس کا فدیہ دو، چنانچہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے سر منڈوایا اور ایک گائے ذبح کی، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ'' (الآیة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزے تین ہیں اور قربانی ایک بکری ہے اور صدقہ ایک فرق (پیمانہ) ہے جو چھ مسکینوں میں تقسیم ہوگا، ہر مسکین کو دو مد (پیمانہ) دینے ہونگے۔'' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ میدان حدیبیہ میں ہنڈیا تلے آگ سلگا رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ جوئیں تکلیف دے رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سر منڈ والو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ'' آپ فرماتے ہیں کہ صیام سے مراد تین دن کے روزے ہیں اور صدقہ سے چھ مسکینوں میں ایک فرق (پیمانہ) غلہ تقسیم کرنا ہے اور نسک سے مراد ہے ایک بکری ذبح کرنا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾(١٩٧)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمنی لوگ جب حج کے سفر پر نکلتے تو زادِراہ ساتھ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل لوگ ہیں' جب مکہ معظمہ آتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے' اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى"۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی (گھر سے) نکلتا تو اپنا بوجھ دوسرے پر ڈال دیتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى"۔

آیت مبارکہ:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾(١٩٨)

شان نزول:

ابوامامہ التیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ حج میں جانور کرایہ پر دیتے ہیں' لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا حج نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم تلبیہ نہیں کہتے؟ کیا تم صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے؟ کیا تم ایسا نہیں کرتے ایسا نہیں کرتے؟ (یعنی حج کے تمام افعال ادا نہیں کرتے ہو)۔

میں نے کہا کہ کیوں نہیں' یہ سارے کام تو ہم کرتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے یہی سوال کیا تھا' آپ ﷺ نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ" حضور ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ تم حاجی ہو' تمہارا حج ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ذوالمجاز اور عکاظ نامی بازار لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں، جب اسلام کا دور آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج کے موقع پر وہاں تجارت کرنے سے کترانے لگے تو یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں ایام حج میں تجارت کرنے کی اجازت دی گئی۔

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حج کے دنوں میں بیع وشراء اور تجارت کرنے سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو اللہ کی یاد کے دن ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی تو وہ کاروبار کرنے لگے۔

آیت مبارکہ:

﴿ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (۱۹۹)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عرب کے لوگ عرفات سے واپس لوٹتے تھے اور قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ سے واپس لوٹتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ" کہ جہاں سے عام لوگ واپس لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے واپس لوٹا کرو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا اونٹ عرفہ کے دن گم ہوگیا، میں اسے ڈھونڈنے کے لیے نکلا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرفات میں لوگوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے دیکھا، میں کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ تو حمس ہیں، یہاں ان کا کیا کام؟ حضرت سفیان (راوی) کہتے ہیں کہ احمس اس کو کہتے ہیں جو اپنے دین کا شدید حریص ہو اور اس میں متصلب ہو۔ قریش اپنے آپ کو حمس کہتے تھے، شیطان نے ان کو بہکایا کہ تم نے اگر اپنے حرم کو چھوڑا اور کسی دوسری جگہ کی تعظیم کی تو لوگ تمہارے حرم کو

معمولی خیال کریں گے' چنانچہ وہ حرم سے باہر نہیں نکلتے تھے اور مزدلفہ میں ہی ٹھہرتے تھے' پھر جب اسلام کا دور آیا تو یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ تم بھی عام لوگوں کی طرح عرفات سے واپس لوٹا کرو۔'' (رواہ مسلم عن عمرو الناقد)

آیت مبارکہ:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ﴾ (۲۰۰)

شانِ نزول:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت والے جب حج کے موقع پر جمع ہوتے تو اپنے آباء واجداد کے کارناموں اور خاندانی نام ونسب کا فخریہ انداز میں تذکرہ کرتے تھے، اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیہاتی لوگ جب آپس میں بات چیت کرتے تو یوں کہتے کہ باپ کی قسم! انہوں نے ایسے ایسے کام کیے تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (۲۰۴)

شانِ نزول:

امام سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق الثقفی[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے' یہ بنو زہرہ کا حلیف تھا' حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر

---

[1] یہ ابی بن شریق ہے اور اخنس بن شریق کے نام سے معروف ہے' نام ونسب اس طرح ہے' اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب بن علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف الثقفی' یہ بنو زہرہ کا حلیف تھا۔ جب قریش کے لوگ بدر میں نکلے اور ان کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان بن حرب بچ نکلے

ہوا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا' حضور ﷺ کو اس سے تعجب ہوا' وہ کہنے لگا کہ میں اسلام کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں' خدا گواہ ہے کہ میں سچا ہوں' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ'' سے یہی مراد ہے' پھر وہاں سے اٹھ کر مسلمانوں کے اونٹوں اور کھیتوں کے پاس سے گزرا اور ان کھیتوں کو جلا دیا اور اونٹوں کے پاؤں کاٹ دیئے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:''وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ''(۲۰۵)

آیت مبارکہ:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾(۲۰۷)

شان نزول:

حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے نکلے تو مشرکین میں سے قوم قریش کو علم ہوا تو سب نے ان کو گھیر لیا' آپ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے اور اپنے ترکش سے تیر نکال لیے اور کمان کو بنایا' پھر فرمایا کہ اے قبیلہ قریش! تم خوب جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ ماہر تیر انداز ہوں' خدا کی قسم! جب تک یہ تیر ختم نہ ہوں گے میں تم پر تیر برساتا رہوں گا' اس کے بعد میں اپنی تلوار سے تم سے لڑوں گا' جب تلوار کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے تو پھر تم جو چاہو کر لینا' وہ کہنے لگے کہ ہمیں اپنے گھر اور مال کا پتہ دو کہ وہ مکہ میں کس جگہ ہے؟ پھر ہم تمہیں چھوڑ دیں گے' انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ[1] سے معاہدہ کر لیا کہ وہ بتا دینے پر ان کو چھوڑ دیں گے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا' جب آپ حضور

ہیں اور قریش بدر میں جانے کے لیے جمع ہوئے تو اس اخنس نے بنو زہرہ کو مکہ واپس جانے کا مشورہ دیا تھا' اس وقت سے اس کا لقب اخنس ہو گیا۔اس کی وفات دور فاروقی کے آغاز میں ہوئی۔

[1] آپ کا نام صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل الربعی النمری ہے' آپ سابقین اسلام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ابو یحییٰ! سودا نفع بخش ہوا' سودا نفع بخش ہوا''، اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر تکلیفیں دیں تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان سے کہنے لگے: میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں' خواہ میں تم میں سے بنوں یا کسی اور سے' اس سے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا' اس لیے تم میرا مال لے لو اور مجھے چھوڑ دو اور مجھے میرے دین پر رہنے دو' انہوں نے ان کی بات مان لی' آپ نے ان سے سواری اور خرچ کی شرط لگائی تھی' پھر جب آپ مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کچھ لوگ ان سے ملے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے ابو یحییٰ! تمہاری تجارت نفع بخش رہی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کی تجارت بھی گھاٹے کی نہیں اور وہ کونسی تجارت ہے؟ تمہارا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے بارے میں آیت نازل فرمائی ہے' آپ نے مذکورہ آیت ان کے سامنے تلاوت فرمائی۔

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ (پھر فرمایا کہ) ایک ایسے مسلمان کے بارے میں جس کی کافر سے ملاقات ہوتی ہے تو مسلمان اس سے کہتا ہے کہ کلمہ پڑھو۔ **''لا الٰہ الا اللّٰہ''** جب تو یہ کلمہ پڑھ لے گا تو تیرا مال اور تیری جان محفوظ ہو جائے گی وہ کافر اس کلمہ کو پڑھنے سے انکار کرتا ہے تو مسلمان کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں خدا کی رضا کیلئے اپنی جان دیدوں گا' چنانچہ وہ آگے بڑھتا ہے اور لڑتا ہے حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو دوسرے کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے

میں سے ہیں' بدر' احد' خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے' آپ انتہائی سرخ رنگ کے تھے' زبان میں لکنت تھی' آپ نے ۳۸ ہجری یا ۳۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور مدینہ ہی میں مدفون ہوئے۔ دیکھیے اسد الغابہ ۲/۴۱۸

روکے۔ ابوالخلیل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: "اِنَّا لِلّٰہ" وہ آدمی اٹھا، لوگوں کو نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے لگا پھر قتل ہوگیا۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (۲۰۸)

شان نزول:

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام[۱] اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب یہ حضرات مسلمان ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے دین وشریعت پر بھی اپنے ایمان کو برقرار رکھا' ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹوں کے گوشت اور اونٹنیوں کے دودھ کو حرام سمجھتے تھے اور انہوں نے آنحضور ﷺ سے درخواست کی کہ تورات بھی تو اللہ کی کتاب ہے' آپ ﷺ ہمیں اس پر بھی عمل کرنے کی اجازت دیدیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ (۲۱۴)

---

۱ آپ کا نام عبداللہ بن سلام بن حارث الاسرائیلی ثم الانصاری ہے' آپ ان کے حلیف تھے' اور حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے' زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام حصین تھا' جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضور ﷺ نے عبداللہ نام رکھا' آپ ہجرت مدینہ کے وقت مسلمان ہوئے' آپ سے آپ کے بیٹے یوسف ومحمد اور انس بن مالک اور زرارہ بن اوفی روایت کرتے ہیں' وفات ۴۳ ہجری کو ہوئی۔

شان نزول:

یہ آیت غزوہ خندق کے دن نازل ہوئی' جب مسلمان جہد و مشقت اور گرمی و سردی اور طرح طرح کی تکلیفوں سے دو چار ہوئے جیسا کہ فرمان باری ہے۔ ''وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ'' (الاحزاب:۱۰)۔ حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوئے کہ وہ مال و اسباب کے بغیر گھروں سے نکلے تھے اور ان کا مال اور گھر بار مشرکین کے قبضے میں تھا، پھر بھی انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور خوشنودی کو ترجیح دی اور پھر (مدینہ کے) یہودی بھی رسول اللہ ﷺ سے عداوت ظاہر کرنے لگے تھے اور کچھ مال دار لوگ دل میں نفاق کو چھپائے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دل جوئی اور طیب خاطر کے لیے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ (۲۱۵)

شان نزول:

ابو صالحؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عمرو بن جموح انصاری کے بارے میں نازل ہوئی' وہ بہت بوڑھے اور مالدار تھے' انہوں نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! ہم کس مال سے صدقہ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے' (میں کہاں خرچ کروں)؟ آپ ﷺ

نے فرمایا کہ اپنی ذات پر خرچ کرو، پھر اس نے کہا کہ میرے پاس دو دینار ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، پھر اس نے کہا کہ میرے پاس تین دینار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اپنے خادموں پر خرچ کردو، پھر اس نے کہا کہ میرے پاس چار دینار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اپنے والدین پر خرچ کردو، پھر اس نے کہا کہ میرے پاس پانچ دینار ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان (دیناروں) کو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو، پھر اس نے کہا کہ میرے پاس چھ دینار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو جب کہ یہ کم تر ہے۔"

آیت مبارکہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ (۲۱۷)

شان نزول:

حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا اور ان کا امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ[2] کو بنایا، جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر بطن نخلہ میں پہنچے تو وہاں انہوں نے عمرو بن

---

[1] آپ عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی القرشی ہیں، کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں، آپ نیک صالح، شریف النفس اور دین کے بڑے عالم تھے، کسی فتنہ میں شامل نہیں ہوئے۔

[2] آپ کا نام ونسب عبداللہ بن جحش بن ریاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ ہے۔ آپ بنوعبدشمس کے حلیف تھے، حضور ﷺ کے دارارقم میں جانے سے پہلے ہی مسلمان ہوئے، آپ اور آپ کے بھائی ملک حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شامل تھے، آپ پہلے امیر لشکر تھے جن کو حضور ﷺ نے امیر مقرر کیا اور غنیمت کا خمس ادا کیا، پھر بدر میں شریک ہوئے اور احد کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ دیکھیے: اسد الغابۃ ۹۰/۳

الحضرمی کو قریش کے تجارتی قافلہ میں پایا اور یہ شہر حرام کا آخری دن تھا' پس مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ شہر حرام کا ہی دن ہے' اس لیے ہم تمہارا یہ کام حلال نہیں سمجھتے' لیکن جو لوگ اسباب دنیا کے طالب تھے ان کی بات غالب آئی' چنانچہ انہوں نے ابن الحضرمی کو قتل کیا اور اس کے قافلے کو لوٹ لیا' یہ خبر کفار قریش کو پہنچ گئی' ابن الحضرمی پہلا مقتول تھا جو مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ کے دوران مارا گیا' چنانچہ کفار قریش کا ایک وفد حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ شہر حرام (حرمت والے مہینہ) میں قتال کو حلال سمجھتے ہیں؟ اس پر مذکورہ آیت' آخر تک نازل ہوئی۔

امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو مہاجرین کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ بھیجا تو حضرت عبداللہ ابن واقد اللیثی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن الحضرمی کو رجب کے آخری دن قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو قیدی بنایا' اور قافلہ کو لوٹ لائے' جب نبی کریم ﷺ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔'' اور قریش مکہ کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) نے شہر حرام کو حلال قرار دے دیا' اس پر یہ آیت کریمہ 'یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ'' وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ'' تک نازل ہوئی' جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا یہ فتنہ کہ تم دین سے مسلمانوں کو ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہو یہ اس قتل و قتال سے بھی بڑھ کر ہے جو حرمت والے مہینہ میں ہوا۔ حالانکہ مسلمان خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور تم اس کا انکار کرتے ہو۔ امام زہری رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے وہ قافلہ قبضہ میں کیا اور ان دو قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ ان آیات کے نزول کے بعد مسلمانوں کو اس رنج و غم سے نجات ملی جس میں وہ پہلے مبتلا تھے اور اب انہیں یہ فکر لاحق ہوئی اور اس بات کی طمع ہوئی کہ انہیں اخروی ثواب ملے گا یا نہیں؟ اس لیے انہوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا ہم اس کے

جنگ ہونے کی طمع کریں اور کیا ہمیں اس پر وہ اجر و ثواب نہیں ملے گا جو خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو ملتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا" (الآیۃ) مفسرین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر سے دو ماہ قبل اور ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ بعد جمادی الاخریٰ کے مہینے میں بھیجا' اور آپ ﷺ کے ہمراہ آٹھ افراد مہاجرین کے روانہ کیے، جن کے نام یہ ہیں: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ الزہری' عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ' عتبہ بن غزوان السلمی رضی اللہ عنہ' ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ بن ربیعہ' سہیل رضی اللہ عنہ بن بیضاء' عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور واقد بن عبداللہ اور خالد رضی اللہ عنہ بن بکیر۔ اور ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھ کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا: "اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ' دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو دیکھنا' دو منزلوں پر پہنچ کر اس خط کو کھولنا' اور اپنے ساتھیوں کو بھی یہ خط پڑھانا' پھر اس کام پر چل دینا جس کا میں نے تجھے حکم دیا ہے اور اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور ہرگز نہ کرنا: چنانچہ حضرت عبداللہؓ دو دن چلتے رہے، پھر ایک جگہ پر اترے اور وہ خط کھولا تو اس میں یہ لکھا تھا، "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' اما بعد: اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ اپنے پیروکار ساتھیوں کے ہمراہ چلو' جب بطن نخلہ میں پہنچو تو قریش کے قافلہ کی تاک میں بیٹھ جاؤ' شاید کہ تم خیر لے کر واپس لوٹو۔" جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہ خط دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کا حکم سنا اور ہم اس کی اطاعت کریں گے' اپنے ساتھیوں سے بھی یہ بات کہی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کروں۔ جب فرع کے اوپر معدن میں پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے، وجہ یہ ہوئی کہ ان دونوں کا اونٹ کہیں گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں وہ لگے رہے' اور اس کے لیے انہوں نے اپنے امیر سے پہلے اجازت

لے لی تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر بطن نخلہ پہنچے جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک علاقہ ہے، تو اچانک قریش کا قافلہ کشمش اور دوسرا تجارتی مال لے کر وہاں سے گزرا، اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور نوفل بن عبداللہ مخزومی بھی تھے۔ جب انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو گھبرا گئے، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یہ لوگ تم سے خوف زدہ ہوگئے ہیں، ایسا کرو کہ تم اپنے کسی آدمی کا سر مونڈ کر ان کے پاس بھیجو، جب اس کو دیکھیں گے تو امن دیں گے اور کہیں گے کہ یہ شریف قوم ہے، لوگوں نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا سر مونڈا، پھر وہ ان کے سامنے گئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو شریف قوم ہے، ان کو امن دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ جمادی الاخریٰ کے آخری دن کا واقعہ ہے، لوگوں کا خیال تھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن یا رجب کا پہلا دن ہے، پھر مشورہ ہوا تو مسلمان نے یہ سوچ کر کہ اگر انہیں چھوڑ دیا تو اس رات کے بعد حرمت کا مہینہ آجائے گا تو پھر ہم کچھ نہ کرسکیں گے، چنانچہ سب کا حملہ کرنے پر اتفاق ہوگیا، مسلمانوں نے بہادری کے ساتھ ان پر حملہ کردیا، حضرت واقد بن عبداللہ السہمی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن الحضرمی کو ایسا تیر مارا کہ وہ اس سے مارا گیا اور حکم اور عثمان کو قید کرلیا۔ یہ دور اسلام کے پہلے دو قیدی ہیں اور نوفل بھاگ نکلا اس نے مسلمانوں کو تھکا دیا۔ مسلمانوں نے قریش کا سارا قافلہ لوٹ لیا اور دو قیدی بھی ساتھ لے آئے، جب مدینہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرمت والے مہینہ کو بھی حلال بنالیا، حالانکہ اس مہینہ میں خوف زدہ کو امن دیا جاتا ہے جبکہ ہم لوگ اپنے سامانِ معیشت کے متعلق گھبرا گئے، مسلمانوں نے اہل مکہ کا قافلہ لوٹ لیا، خون ریزیاں کیں اور اس مہینہ میں جنگ و جدال کیا، دوسری طرف یہودیوں نے بھی بدفالی لی، چونکہ عمرو قتل ہوگیا تھا اور اس کے قاتل کا نام واقد تھا۔ اس لیے انہوں نے کہا "وقدت الحرب" کہ لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی، اس کے باپ کا نام حضرمی تھا۔ اس سے انہوں نے بدفالی لیتے ہوئے کہا کہ

"حضرت الحرب" کہ لڑائی کا وقت آپہنچا۔ یہ بات جب آں حضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا: "میں نے تم کو حرمت والے مہینہ میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا"، آپ ﷺ نے اس قافلہ اور دو قیدیوں کو روک لیا اور ان کو لینے سے انکار کر دیا' یہ بات لشکر والوں پر گراں بار ہوئی' اور وہ خیال کرنے لگے کہ وہ مارے گئے ہیں' ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت ہوئی۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے ابن الحضرمی کو قتل کیا' پھر ہم رجب کے چاند میں غور کرنے لگے، لیکن ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ ہم نے یہ کام رجب میں کیا ہے یا جمادی الاخریٰ میں! اور اکثر لوگوں کی رائے یہی تھی کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ" الآیۃ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قافلہ اور قیدیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا' اس مال میں سے پانچواں حصہ نکالا' یہ اسلام کا پہلا خمس تھا' اور باقی مال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور یہ اسلام کا پہلا مال غنیمت تھا' اہل مکہ نے اپنے قیدی چھڑانے کے لیے قاصد بھیجے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے آنے تک ہم ان کو فدیہ لے کر نہیں چھوڑیں گے اور اگر وہ نہ آئے تو ہم ان کے بدلہ میں ان کو قتل کریں گے' چنانچہ جب وہ دونوں آگئے تو آپ ﷺ نے ان کا فدیہ لے لیا اور ان دونوں قیدیوں کو رہا کر دیا' حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں ہی مدینہ میں رہے' آخر بئر معونہ کی لڑائی میں شہید ہوئے' لیکن عثمان مکہ واپس چلا گیا اور وہیں کفر کی حالت میں مر گیا اور نوفل، غزوہ خندق کے دن خندق کے اندر ہی اپنے گھوڑے سمیت مارا گیا' مشرکین نے اس کی نعش کا قیمت کے بدلہ مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اس کو پکڑو' کیوں کہ وہ خبیث الجیفہ (ناپاک نعش والا) اور خبیث الدیۃ (ناپاک دیت والا) ہے' چنانچہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ" اور مابعد والی آیات کے نزول کا یہ سبب تھا۔

آیت مبارکہ:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ﴾ (۲۱۹)

شان نزول:

یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور چند انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ حضرات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم شراب اور جوئے کی بابت آزمائش میں مبتلا ہو گئے' یہ چیزیں عقل و ہوش کو ختم کر دینے والی اور مال و دولت کو سلب کرنے والی ہیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ (۲۲۰)

شان نزول:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْماً (النساء : ۱۰) تو یتیموں کے والیوں نے اپنے مال الگ کر لیے' پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ'' تو انہوں نے ان کے مال کو اپنے مال میں ملا لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''وَلَاتَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' (الانعام:۱۵۲) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین ہو۔'' اور فرمایا تھا: ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا (النساء:۱۰) یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔'' تو ان آیتوں کو سن کر یتیموں کے جو والی تھے انہوں نے یتیموں کا

کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے بالکل جدا کرلیا۔ اب اگر کھانا بچ جاتا تو اسے یا تو وہی دوسرے وقت کھاتا یا خراب ہو جاتا' یتیموں کے والیوں پر یہ حکم شاق ہوا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ'' الآیۃ۔ پھر انہوں نے انکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے سے ملالیا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (۲۲۱)

شان نزول:

حضرت مقاتل بن حیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ[۱] کے بارے میں نازل ہوئی ہے' انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عناق نامی عورت سے نکاح کرنے کی اجازت مانگی تھی اور وہ قبیلہ قریش کی مسکین عورت تھی اور بڑی خوبصورت تھی' لیکن وہ مشرکہ تھی اور ابومرثد مسلمان تھے' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے اچھی لگتی ہے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ[۲] کے بارے میں نازل

---

[۱] آپ کا نام ونسب کناز بن حصین بن یربوع بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا نام حصین بن کناز ہے' آپ حمزہ بن عبدالمطلب کے حلیف ہیں' آپ ان کے دوست بھی تھے' آپ اور آپ کے بیٹے مرثد بدر میں شریک تھے' آپ نے ۱۲ ہجری کو حیاتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں ہی وفات پائی۔

[۲] آپ عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس الانصاری الخزرجی ہیں' آپ ان لوگوں میں شامل تھے جو عقبہ میں موجود تھے' آپ بنوالحارث بن الخزرج کے نقیب تھے' بدر' احد' خندق' حدیبیہ' خیبر اور فتح مکہ کے سوا تمام معارک میں شریک تھے' نیز آپ غزوہ موتہ کے امراء میں سے ایک تھے' آپ کی وفات جمادی (الاخری) کے مہینہ میں ۸ ہجری کو ہوئی۔

ہوئی ہے' ان کی ایک سیاہ فام لونڈی تھی' ایک مرتبہ غصہ میں آکر اسے تھپڑ مار دیا' پھر گھبرائے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور اپنا واقعہ عرض کیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: اے عبداللہ! وہ کیسی ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ روزہ رکھتی ہے' نماز پڑھتی ہے اور اچھی طرح وضو کرتی ہے' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ! پھر تو وہ ایماندار ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کروں گا' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جس پر بعض مسلمانوں نے انہیں طعنہ دیا کہ انہوں نے لونڈی سے نکاح کرلیا' وہ چاہتے تھے کہ مشرکوں میں ان کا نکاح کرا دیں اور انہیں اپنی لڑکیاں دیں تاکہ ان کے نسب کی شرافت قائم رہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ'' آلایۃ. یعنی مشرک آزاد عورت سے تو مسلمان باندی بدرجہا بہتر ہے۔''

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ، ابوصالح رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنوغنی کے ایک آدمی جس کا نام مرثد بن ابی مرثد تھا، کو بنو ہاشم کا حلیف بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو لے کر نکلیں' جب وہ مکہ آئے تو عناق نامی عورت کو ان کے آنے کا پتہ چلا جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتی تھی' لیکن جب حضرت مرثد رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے تو انہوں نے اس عورت سے اعراض کرلیا تھا' وہ عورت ان کے پاس آئی اور انہیں گناہ کی دعوت دی' حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اب اسلام میرے اور تیرے درمیان حائل ہو چکا ہے اور اس نے یہ کام حرام قرار دیا ہے۔ ہاں البتہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر اجازت لوں گا، اگر اجازت ملی تو تجھ سے نکاح کرلوں گا' وہ عورت کہنے لگی کہ تم تو بڑے تنگ دل ہو' پھر اس عورت نے لوگوں سے فریاد چاہی' چنانچہ لوگوں نے ان کو خوب مارا پیٹا' پھر چھوڑ دیا' جب حضرت مرثد

رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے کام سے فارغ ہوئے تو واپس جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا اور عناق نامی عورت کا سارا قصہ سنایا' نیز ان کو اس عورت کی وجہ سے جو تکلیفیں پہنچیں وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اس امر کو حلال قرار دیتے ہیں کہ میں اس عورت سے نکاح کرلوں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَلَاتَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ" کہ مشرکہ سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ (۲۲۲)

شان نزول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کی یہ عادت تھی کہ جب ان میں سے کسی عورت کو ایام حیض شروع ہو جاتے تو وہ لوگ اس عورت کو گھر سے باہر نکال دیتے' نہ اس کو کچھ کھلاتے اور نہ پلاتے اور نہ گھر میں اس کو رکھتے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ مسلم عن زھیر بن حرب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکورہ آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے کہ جو شخص عورت سے پشت کی طرف سے جماع کرے تو اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے' انصار کی عورتیں اپنے شوہروں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھیں کہ ان کے شوہر ان سے پشت کی جانب سے جماع کریں' چنانچہ انصار' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور دریافت کیا کہ مرد اپنی بیوی کے پاس ایام حیض میں آسکتا ہے (جماع کرسکتا ہے)؟ اور انہوں نے یہودیوں کی باتوں کے متعلق بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ" اور یہ آیت کریمہ: "وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ" یعنی جب تک غسل نہ کرلیں اور ان کے قریب نہ جاؤ۔ اور یہ آیات نازل ہوئیں: فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ

اللّٰہُ" اس سے مراد اگلی شرمگاہ ہے۔ نیز "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ o نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ"۔ ظاہر ہے کہ کھیتی وہی ہوسکتی ہے جہاں سے اولاد پیدا ہو۔

مفسرین کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو عرب کے لوگ اس عورت کو نہ کچھ کھلاتے پلاتے اور نہ مجوسیوں کی طرح گھر میں رکھتے تھے' چنانچہ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ[1] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا کہ یارسول اللہ! جب عورتیں ایام حیض میں ہوں تو ہم کیا کیا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ (۲۲۳)

شان نزول:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی سے پشت کی طرف سے اس کی اگلی شرمگاہ میں مباشرت کرتا ہے تو اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابی نعیم ومسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ)

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ قرآن شریف سیکھا اور اول سے آخر تک ان کو سنایا' میں ان سے اول سے آخر تک ایک ایک آیت کی تفسیر پوچھتا تھا' اس آیت پر پہنچ کر جب میں نے اس کی تفسیر پوچھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کا یہ قبیلہ عورتوں سے نکاح کرتا تو آگے سے اور پیچھے سے آ کر مباشرت کرتا تھا' جب وہ مدینہ آئے اور انصار

---

[1] آپ کا نام ابوالدحداح یا الدحداحہ الانصاری ہے' آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں شامل ہیں' ابوعمر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس سے زیادہ کہ آپ انصاری ہیں آپ کے نام ونسب سے واقف نہیں ہوں' نیز یہ آپ کہ انصار کے حلیف ہیں۔

کی عورتوں سے نکاح ہوا تو ان کے ساتھ بھی انہوں نے وہ طریقہ برتنا چاہا جو طریقہ وہ مکہ میں اختیار کیا کرتے تھے تو ان عورتوں کو یہ طریقہ ناپسند ہوا اور کہنے لگیں کہ ہم اس طریقہ کی اجازت نہیں دیتیں، بات بڑھتے بڑھتے حضور ﷺ تک پہنچی تو یہ فرمان باری نازل ہوا: "نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ" الآیۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ جب کوئی مرد بیوی سے اس طرح مباشرت کرے کہ وہ جھکی ہوئی ہو تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ"، یعنی اگر چاہے تو جھکا کر کرے اور اگر چاہے تو جھکانے کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے لیکن ہو صرف ایک جگہ میں۔" (رواہ مسلم عن ھارون بن معروف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں ہلاک ہو گیا!

حضور ﷺ نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے ہلاک کیا؟ عرض کی کہ میں نے رات کو اپنی سواری الٹی کر دی، حضور ﷺ نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی: "نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ" اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سامنے سے آؤ یا پیچھے سے آؤ، اور حیض کی حالت میں اجتناب کرو۔"

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ[1] سے مذکورہ آیت کی تفسیر اور اس کا محمل پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت عزل کے بارے میں نازل ہوئی ہے، امام کلبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت مہاجرین کے بارے میں نازل

---

[1] آپ کا نام سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وھب المخزومی القرشی ہے، کنیت ابو محمد ہے، آپ سید التابعین ہیں۔ اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں، آپ حدیث، فقہ اور زہد و ورع کے جامع تھے، آپ زیتون کی تجارت کرتے ہے اور عطیہ نہ لیتے تھے، آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکامات اور فیصلے سب سے زیادہ یاد تھے اس لیے آپ کو روایۃ عمر کہا جاتا ہے۔

ہوئی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ آئے تو انہیں یاد آیا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس دونوں طرح آتے ہیں یعنی آگے سے بھی اور پیچھے کی طرف سے بھی، البتہ عمل کی جگہ ایک ہے، یعنی اگلی شرمگاہ، لیکن انصار اور یہود صرف ایک طرح پر آتے ہیں' یہاں یہود ہم پر طعن کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم اللہ کی کتاب، تورات میں یہ بات پاتے ہیں کہ عورتوں سے مباشرت چت لٹا کر نہ ہو تو یہ اللہ کے نزدیک گندہ کام ہے اور اس طرح بچہ بھی بھینگا اور دیوانہ پیدا ہوتا ہے' مسلمانوں نے یہ بات حضور اکرم ﷺ سے ذکر کی اور کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی بیوی سے جس طرح چاہتے ہیں مباشرت کرتے ہیں' لیکن یہ یہودی ہمیں طعن کرتے ہیں اور ایسا ایسا کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تردید و تکذیب کرتے ہوئے اور مسلمانوں کو رخصت دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: "نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ" آپ فرماتے ہیں کہ فرج ہی اولاد کے لیے کھیتی ہے اور "فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ" کا مطلب یہ ہے کہ اس فرج (اگلے حصہ) میں چاہے سامنے سے آؤ یا پیچھے کی جانب سے، تمہیں اختیار ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ﴾ (۲۲۴)

شانِ نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بہنوئی حضرت بشر بن نعمان رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ میں نہ ان کے پاس جاؤں گا' نہ ان سے بات کروں گا اور نہ ہی ان کی بیوی سے ان کی صلح کراؤں گا' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے خدا کی قسم کھالی ہے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اور میں اپنی قسم پوری کروں گا' اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ (۲۲۶)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایلاء سال دو سال اور (کبھی) اس سے بھی زیادہ وقت کے لیے ہوتا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار ماہ کی مدت مقرر فرمادی' لہٰذا جس کا ایلاء چار ماہ سے کم ہوگا وہ حقیقت میں ایلاء نہیں ہوگا۔

حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت نے ایلاء کو ضرر کا ایک ذریعہ بنایا ہوا تھا' جب کوئی آدمی یہ چاہتا کہ اس کی بیوی سے نہ کوئی دوسرا نکاح کرے اور نہ خود وہ اس کو رکھے تو وہ قسم کھالیتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے قریب کبھی نہ جائے گا' یوں وہ اس کو چھوڑ دیتا کہ نہ وہ عورت خاوند والی ہوتی اور نہ بیوہ' اس لیے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مدت مقرر دی کہ مرد کو صرف چار ماہ کے لیے ایلاء کرنے کا حق ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: "لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ" (الآیة)

آیت مبارکہ:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (۲۲۹)

شان نزول:

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے اس سے رجوع کرلیتا' اور اس طرح کرتا رہتا' اگرچہ اس کو ہزار بار طلاق دے چکا ہو' مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر عدت گزرنے کے قریب آئی تو رجوع کرلیا پھر طلاق دیدی' اس طرح عورتوں کو پریشان اور تنگ کر رکھا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے طلاق کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ"

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ (۲۳۲)

شان نزول:

یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ[۱] کے بارے میں نازل ہوئی' حضرت معقل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی سے کر دیا تھا' اس نے اس کو طلاق دیدی' اور طلاق کی عدت بھی گزر گئی' پھر اس نے عدت گزرنے کے بعد نکاح کی درخواست کی' میں نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کیا' تجھے بستر دیا اور تیرا اکرام کیا لیکن تو نے اس کو طلاق دیدی' اب دوبارہ نکاح کا پیغام لے کر آئے ہو؟ خدا کی قسم! اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ حضرت معقل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی بھی برا نہیں تھا اور عورت (بہن) بھی چاہتی تھی کہ اس کے پاس چلی جائے' اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اب میں ایسا

---

[۱] آپ کا نام ونسب معقل بن یسار بن عبداللہ بن معبر بن حراق بن لوئی بن کعب بن عبد بن ثور بن هذمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن الیاس بن مضر المزنی ہے' آپ صحابی رسول ﷺ ہیں' بیعت الرضوان میں شامل تھے' اور بصرہ میں سکونت پذیر رہے۔ آپ سے عمرو بن میمون الاودی' ابوعثمان النهدی اور حسن بصری روایت کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں وفات پائی' بعض کے نزدیک یزید بن معاویہ کے دور میں انتقال ہوا۔

کروں گا' چنانچہ پھر انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ایک بہن تھی، اس کے لیے نکاح کا پیغام آتا مگر میں لوگوں کو اس سے منع کرتا تھا' ایک دن میرے چچا زاد بھائی آئے انہوں نے بھی نکاح کی درخواست کی تو میں نے اس کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح کر دیا' کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے طلاق رجعی دیدی' طلاق کی عدت بھی گزر گئی' عدت گزر جانے کے بعد اس نے دوبارہ نکاح کی درخواست کی تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے لوگوں کے پیغامات کو مسترد کیا اور تیرے ساتھ اس کی شادی کر دی' لیکن تو نے اس کو طلاق رجعی دے کر چھوڑے رکھا حتیٰ کہ اس کی عدت بھی گزر گئی' اب تو دوبارہ پیام نکاح لے کر آیا ہے' میں اب تیرے ساتھ اس کا نکاح کبھی نہیں کروں گا' اس پر مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک مسلمان آدمی سے کر دیا تھا' کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس نے ایک طلاق دے کر چھوڑے رکھا حتیٰ کہ عدت گزر گئی' وہ عورت اپنی ذات کی زیادہ حقدار تھی' اس نے دوبارہ نکاح کا پیغام دیا اور عورت بھی اس کے پاس واپس جانے پر راضی تھی' جب اس نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا' فرمانے لگے کہ میں نے تیرا اکرام کیا اور تو نے اس کو طلاق دیدی' خدا کی قسم! اب وہ تیرے پاس کبھی نہیں لوٹے گی۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو خاوند کی اپنی بیوی سے اور بیوی کی اپنے خاوند سے حاجت معلوم تھی، اس لیے اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ جب حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے حکم خداوندی سنا تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کا حکم سنا بھی اور اس کی اطاعت بھی کروں گا' چنانچہ اس کے شوہر کو بلایا اور فرمایا کہ میں تیرا نکاح کروں گا اور تیرا اکرام کروں

گا' پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کی چچازاد بہن تھی' ان کے خاوند نے ایک طلاق دے دی تھی' عدت گزرنے کے بعد رجوع کرنا چاہا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نہ مانے اور فرمایا کہ تو نے ہمارے چچا کی بیٹی کو طلاق دی ہے' اب تو دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے' وہ عورت بھی اپنے شوہر کو چاہتی تھی اور اس کے پاس واپس جانے پر راضی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ﴾. (۲۴۰)

شان نزول:

اس آیت کے شان نزول کے متعلق ابن حیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طائف کا ایک آدمی مدینہ منورہ آیا اور اس کی اولاد بھی تھی جس میں مرد اور عورت دونوں تھے اور اس کے ساتھ اس کے والدین اور اس کی بیوی بھی تھی' وہ مدینہ میں وفات پا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کا مقدمہ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے والدین اور اس کی اولاد کو قانون کے مطابق حصہ دے دیا لیکن اس کی بیوی کو کچھ نہیں دیا اور اولاد کو حکم دیا کہ ایک سال تک اس کے خاوند کے ترکہ میں سے اس کو نان ونفقہ دیتے رہو۔

آیت مبارکہ:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (۲۵۶)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کی عورتیں، جب ان کی

اولاد نہ بچتی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی اور زندہ رہی تو ہم اسے یہودی بنائیں گے، پھر جب بنونضیر کو جلاوطن کر دیا گیا تو ان میں انصار کے بچے بھی تھے وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے بچوں کو نہیں چھوڑیں گے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب کسی انصاری عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو وہ قسم کھاتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو ضرور یہودی بنائے گی، پھر جب بنونضیر کو جلاوطن کر دیا گیا تو ان میں کچھ انصاری لوگ بھی تھے، انصار نے عرض کی یارسول اللہ! کیا وہ ہمارے بچے ہیں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب جو چاہے ان میں شامل ہو اور جو چاہے اسلام میں داخل ہو جائے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس کا ایک سیاہ فام غلام تھا جس کا نام صبیح تھا اور وہ اس کو اسلام لانے پر مجبور کرتے تھے۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری آدمی جس کی کنیت ابوالحصین تھی، کے بارے میں نازل ہوئی، اس کے دو بیٹے تھے، ایک دن شام کے تاجر روغن زیتون لے کر مدینہ آئے، جب وہ مدینہ سے واپس جانے لگے تو ابوالحصین کے دونوں بیٹے ان کے پاس آئے، انہوں نے ان کو عیسائیت کی دعوت دی، چنانچہ وہ دونوں عیسائی ہو گئے اور ان کے ساتھ ملک شام چلے گئے، ابوالحصین نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ڈھونڈو، اس پر یہ آیت: "**لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ**" نازل ہوئی، پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ان دونوں کو دور کر دیا، ان دونوں نے سب سے پہلے کفر کیا۔" (امام سدی رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل کتاب کے ساتھ قتال کرنے سے پہلے کا ہے، پھر مذکورہ حکم منسوخ ہو گیا اور سورت براءت میں اہل کتاب کے ساتھ قتال کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنو سالم بن عوف کے انصار میں سے ایک انصاری آدمی کے دو بیٹے تھے، وہ بعثت نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل نصرانی ہو گئے تھے' پھر نصاریٰ کی جماعت میں غلہ اور اناج لے کر مدینہ شریف آئے' یہاں ان کے والد ان کو ملے اور ان کو اصرار کرنے لگے کہ جب تک تم اسلام قبول نہیں کرو گے میں تم کو نہیں چھوڑوں گا' انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئے تو باپ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ کیسے ممکن ہے کہ میرا بعض حصہ جہنم کی آگ میں جائے اور میں منہ دیکھتا رہوں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو باپ نے اپنے دونوں بچوں کو چھوڑ دیا۔ امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے بچے یہود کے قبیلہ قریظہ اور نضیر کے پاس رہتے تھے' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی جلاوطنی کا حکم جاری فرمایا تو قبیلہ اوس کے بچے جو ان میں رہتے پلتے تھے' کہنے لگے کہ ہم ان کے ساتھ جائیں گے اور ان کے دین کو اختیار کریں گے' ان کے گھر والوں نے ان کو روکا اور یہ چاہا کہ ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں تو یہ آیت: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" الآیۃ نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ (۲۶۰)

شان نزول:

مفسرین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب ذکر کیا ہے' چنانچہ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گزر ایک مردار پر ہوا جس کو بر و بحر کے جانوروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ (اس کو دیکھ کر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی، پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ' عطاء خراسانی رحمتہ اللہ علیہ' ضحاک رحمتہ اللہ علیہ اور ابن جریج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مردار جانور گدھا تھا جو ساحل سمندر پر پڑا ہوا تھا'

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بحیرہ طبریہ تھا' یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اس مردار کو دیکھا کہ بر و بحر کے جانوروں نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور جب سمندر پھیلتا ہے تو مچھلیاں اور دریا کے جانور آتے ہیں اور اس مردار کو کھاتے ہیں' جو حصہ ان سے گر جاتا ہے وہ دریا کے پانی میں چلا جاتا ہے اور جب سمندر خشک ہوتا ہے تو درندے آتے ہیں اور اس کا کچھ حصہ کھاتے ہیں اور جو باقی رہ جاتا ہے وہ مٹی بن جاتا ہے' پھر جب درندے چلے جاتے ہیں تو (آسمان سے) پرندے آ جاتے ہیں وہ بھی اس کا کچھ حصہ کھاتے ہیں اور جو حصہ ان سے گر جاتا ہے اس کو ہوا ہی فضاء میں بکھیر دیتی ہے، جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ ماجرا دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے اور عرض کیا: پروردگار! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ اس کو یکجا کر دیں گے لیکن آپ مجھے دکھا دیں کہ آپ اس کو کس طرح زندہ کریں گے تا کہ عین الیقین حاصل ہو جائے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک ایسی مردہ مچھلی کے قریب سے گزر ہوا جس کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا حصہ دریا میں تھا اور جو حصہ دریا میں تھا اس کو دریا کے جانور کھا رہے تھے اور جو حصہ خشکی میں تھا اس کو خشکی کے جانور کھا رہے تھے' ابلیس لعین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بھلا اس مچھلی کے اجزاء کو جو ان کے پیٹوں میں بکھرے ہوئے ہیں کیسے جمع کرے گا؟ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی پروردگار! آپ مجھے دکھا دیں کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ پروردگار نے فرمایا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے؟ آپ نے کہا کہ کیوں نہیں' لیکن میں چاہتا ہوں کہ ابلیس کا وسوسہ دور ہو اور میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔

حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ میں ایک دن دریا کے کنارے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا' حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ جو لوگ دریا میں ڈوب جاتے ہیں' مچھلیاں ان کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں' ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں بچتا' پھر دریا کی موجیں ان ہڈیوں کو اٹھا

کر خشکی پر پھینک دیتی ہیں، پھر وہ ہڈیاں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں' پھر اونٹ وہاں سے گزرتے ہیں اور ان بوسیدہ ہڈیوں کو کھالیتے ہیں پھر وہ مینگنیاں کرتے ہیں پھر ایک قوم آتی ہے وہ ان مینگنیوں کو استعمال کرتی ہے یعنی ایندھن کے طور پر جلاتی ہیں' پھر آگ بجھ جاتی ہے پھر ہوا آتی ہے اور اس راکھ کو ساری زمین پر بکھیر دیتی ہے جب صور پھونکا جائے گا تو یہ لوگ بھی اور قبر کے مردے بھی دوبارہ زندہ ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی: فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ'' (الزمر ۶۸)

محمد بن اسحاق بن یسار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب نمرود سے مناظرہ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' نمرود نے کہا کہ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں' چنانچہ اس نے ایک آدمی کو قتل کروا دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا اور کہا کہ دیکھ لو! میں نے اس کو مار دیا اور اس کو زندہ کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو اس طرح زندہ کرتے ہیں کہ روح کو میت کے جسم کی طرف لوٹا دیتے ہیں' نمرود نے کہا کہ جو بات تم کہہ رہے ہو اس کا تم نے معائنہ کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو اثبات میں جواب نہ دے سکے' اور دوسری حجت بیان کرنے لگے، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار سے عرض کی کہ پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ تاکہ حجت بازی کے وقت میرا دل مطمئن ہو، معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ ان کو اس کا مشاہدہ اور معائنہ حاصل ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا تو ملک الموت نے اجازت مانگی کہ پروردگار! میں یہ خوشخبری حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے آؤں؟ اجازت ملنے کے بعد وہ فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کیا

اور پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر دعا قبول کریں گے اور آپ کی درخواست پر مُردے کو زندہ کردیں گے' فرشتہ یہ کہہ کر چلا گیا' پھر ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگار! مجھے دکھادیں کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ پروردگار نے پوچھا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے؟ عرض کی کیوں نہیں! لیکن میرا دل مطمئن ہو جائے اور مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ میری دعا قبول کرتے ہیں اور میری درخواست پر مجھے عطا کرتے ہیں' آپ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ (۲۶۲)

شان نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ[۱] اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ[۲] کے بارے میں نازل ہوئی ہے' حضرت

---

۱ آپ کا نام ونسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن شمس بن عبدمناف القرشی الاموی ہے' عبدمناف پر پہنچ کر آپ کا اور حضور ﷺ کا نسب نامہ مل جاتا ہے' آپ ذوالنورین اور امیرالمومنین ہیں' شروع اسلام میں مسلمان ہوئے' حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور دونوں حبشہ کی ہجرتوں میں شریک تھے' وہاں سے آپ مکہ آئے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے تین روز بعد ماہ محرم ۲۴ ہجری کو آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ آپ مدینہ میں جمعہ کے روز ۱۷ یا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو شہید ہوئے۔

۲ آپ کا نام ونسب عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدبن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری ہے' عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے' اور آنحضور ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے' آپ ان آٹھ افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی' آپ بدر' احد اور باقی تمام غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ بھی عشرہ مبشرہ اور چھ افراد کی مجلس شوریٰ میں سے ایک تھے۔ آپ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں چار ہزار درہم صدقہ کے لے کر آئے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے جن میں سے چار ہزار درہم اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کیلئے رکھ لیے ہیں اور باقی چار ہزار درہم میں نے اپنے رب کو قرض میں دیدیئے (یعنی صدقہ کیے ہیں) آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جو درہم تو نے دیئے اور جو تو نے اپنے پاس رکھے سب میں اللہ تعالیٰ برکت دے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غزوہ تبوک میں جس مجاہد کے پاس سامان جہاد نہیں ہے اس کا سامان جہاد میرے ذمہ ہے، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو سامان جہاد کے طور پر ایک ہزار اونٹ کجاووں اور چادروں (زین کے نیچے ڈالی جانے والی) سمیت دیئے اور ایک کنواں بھی مسلمانوں کے لیے خرید کر وقف کیا، اس موقع پر یہ آیت ان دونوں حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے ہوئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے یوں دعا فرما رہے ہیں: ''اے پروردگار! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے میں راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔'' آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے رکھے حتیٰ کہ صبح صادق ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **''اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ''** الآیۃ نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (۲۶۷)

والے تھے۔ آپ کی وفات ۳۱ ہجری کو ہوئی۔

[1] آپ کا نام ونسب، سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبہ بن عبید بن ابحر بن عوف بن حارث بن خزرج الانصاری، آپ حفاظِ حدیث اور مکثرینِ روایت میں سے ہیں، نیز آپ علماء، عقلاء اور فضلاء میں سے ہیں، آپ کی وفات ۷۴ ہجری کو ہوئی۔

شان نزول:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور کے حساب سے ادا کرنے کا حکم دیا تو ایک آدمی ردی کھجوریں لے کر آیا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ "یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ" الآیة

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے' آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی وسعت کے مطابق اپنے باغات سے کھجوروں کے خوشے لا کر مسجد نبوی ﷺ کے دو ستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی کے ساتھ لٹکا دیتے تھے۔ جسے فقرائے مہاجرین کھا لیتے، اسی اثناء میں ایک آدمی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی، اس کے ساتھ ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ" یعنی ردی کھجوریں راہِ خدا میں دینے کا قصد نہ کرو۔ اگر بالفرض تمہیں ایسی چیز ہدیہ میں دی جائے تو تم ہرگز قبول نہ کرو گے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ﴾ (۲۷۱)

شان نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ" تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے یا علانیہ طور پر صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً﴾ (۲۷۴)

شان نزول:

حضرت شعیب رحمتہ اللہ علیہ اپنے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت ان مسلمان مجاہدین کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اپنے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں اور فرمایا کہ شیاطین ایسے آدمی کو دیوانہ نہیں بناتے جس کے گھر میں عمدہ نسل کا گھوڑا ہو، یہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ[1]، مکحول رحمتہ اللہ علیہ، اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ اور رباح بن یزید رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جو لوگ خدا کی راہ میں گھوڑے پالتے ہیں اور دن رات خفیہ اور علانیہ ان پر خرچ کرتے ہیں اور غرور و تکبر اور فخر کے لیے نہیں رکھتے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت گھوڑوں کے چارے وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کی تائید ابو اسحاق المقری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت سے ہوتی ہے، جس میں یہ ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا[2] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھتا ہے (جہاد کے لیے تیار کرتا ہے) اور اس پر ثواب کی امید سے خرچ کرتا ہے تو اس کی شکم سیری اور بھوک اور سیرابی

---

[1] آپ کا نام عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ الانصاری الخزرجی ہے' آپ حکیم' قاضی اور شہسوار صحابی ہیں' بعثت سے قبل مدینہ کے تاجر تھے' پھر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو گئے' ظہور اسلام کے بعد شجاعت و بہادری اور زہد و عبادت کے وصف سے مشہور ہوئے۔ ابن الجزری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ علماء و حکما میں سے ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں جنھوں نے عہد نبوی میں قرآن کو بصورت حفظ جمع کیا۔ ملک شام میں ۳۲ ہجری میں وفات ہوئی۔ آپ سے (۱۷۹) احادیث مروی ہیں۔

[2] آپ کا نام اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ ہے' آپ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں' جنگ یرموک کے موقع پر نو رومیوں کو خیمہ کے ستون سے قتل کیا' شہر بن حوشب' مجاہد' اسحٰق بن راشد اور محمود بن عمرو وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

اور پیاس اور اس کا بول و براز سب کا قیامت کے روز میزان عمل میں وزن ہوگا۔

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھوڑے پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنے دونوں ہاتھوں سے صدقہ کرنے والا۔''

حضرت ابوامامہ الباھلی[1] سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھتا ہے اور ریا کاری اور شہرت کے لیے نہیں باندھتا تو وہ ان لوگوں میں شامل ہے جن کا اس آیت مذکورہ میں ذکر آتا ہے کہ وہ اپنے مال، دن ورات خفیہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کے پاس چار درہم تھے، ایک درہم انہوں نے رات کو خرچ کیا اور ایک درہم دن کو خرچ کیا اور ایک درہم خفیہ طور پر اور ایک درہم علانیہ طور پر خرچ کیا۔''

مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے' ایک درہم انہوں نے رات کو اور ایک دن کو خرچ کیا اور ایک درہم خفیہ طور پر اور ایک علانیہ طور پر خرچ کیا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' وہ صرف چار درہم کے مالک تھے' چنانچہ انہوں نے ایک درہم رات کو اور ایک درہم دن کو خرچ کیا اور ایک درہم خفیہ طریقہ سے اور ایک درہم علانیہ طریقہ سے خرچ کیا' حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے کہا کہ میں نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ جس اجر کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اس کا میں بھی مستحق بن سکوں' حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنو! وہ اجر تمہیں مل گیا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] آپ کا نام صُدَیّ بن عجلان ہے' مصر کے باسی ہیں' پھر مصر سے شام کے علاقہ حمص منتقل ہوگئے' اور وہیں وفات ہوئی' آپ مکثرین روایت میں سے ہیں اور آپ کی اکثر احادیث شامیوں سے منقول ہیں۔ آپ کی وفات ۸۱ ہجری یا ۸۶ ہجری کو ہوئی۔ ملک شام میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا﴾ (۲۷۸)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثقیف کے قبیلہ بنوعمرو بن عمیر اور مخزوم کے قبیلہ بنومغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی' زمانہ جاہلیت میں ان کے آپس میں سودی کاروبار تھے' جب ظہور اسلام ہوا اور مکہ معظمہ پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن سارا سود ختم کر دیا اور سودی لین دین ممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ بنوعمرو اور بنومغیرہ کے لوگ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو ان دنوں مکہ کے امیر تھے' بنومغیرہ کہنے لگے: ہم سودی لین دین کر کے بدبخت نہیں ہونا چاہتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ختم کر دیا ہے۔

اور بنوعمرو کے لوگ کہنے لگے کہ اس پر مصالحت ہو چکی ہے کہ سود ہمارے لیے ہوگا۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بذریعہ خط اس کا حکم دریافت کیا تو مذکورہ آیت اور مابعد والی آیت: ''فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ'' (۲۷۹) نازل ہوئی۔ بنوعمرو کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کا معاملہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے' پس تم زیادہ وصول کر کے نہ ظلم کرو اور نہ کم دے کر تم پر ظلم کیا جائے گا۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب[1] اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے' ان دونوں نے کھجوروں کے متعلق ادھار کا معاملہ کر رکھا تھا، جب کٹائی کا وقت آیا تو کھجوروں کے مالک نے ان دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں اپنا

---

[1] آپ کا نام ونسب: عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ' آپ

سارا حصہ لے لیتے ہو تو میرے اہل و عیال کے لیے بقدر کفایت کچھ نہیں بچتا لہٰذا اگر تم دونوں نصف حصہ لے لو اور میں تم کو پھر دگنا دے دوں گا؟ وہ دونوں تیار ہو گئے' جب میعاد پوری ہو گئی تو ان دونوں نے اضافہ کا مطالبہ کیا اور یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچ گئی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع کیا' پھر یہ آیت بھی نازل ہو گئی تو دونوں نے سمع و طاعت سے فرمانِ خداوندی کو قبول کیا اور اپنا اصل مال لے لیا۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں دونوں شراکت دار تھے اور سودی لین دین کرتے تھے' پھر اسلام کا دور آیا اور ان کی سودی کاروبار میں بھاری رقمیں لگی ہوئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (مذکورہ) نازل فرمائی' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''خبردار! جاہلیت کے ہر قسم کا ربوا ساقط قرار دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے جو ربوا میں ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا ربوا ہے۔''

آیت مبارکہ:

﴿وَ اِنۡ کَانَ ذُوۡ عُسۡرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیۡسَرَۃٍ﴾ (۲۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے' مسجد حرام کی تعمیر آپ کے سپرد تھی۔ آپ بیعت عقبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ پہلے مشرک تھے اور میدان بدر میں مشرکین کے ساتھ نکلے اور دوسرے قیدیوں کے آپ بھی قید ہوئے' پھر فتح مکہ اور حنین کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام لانے کے بعد ان کی تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۳۲ ہجری کو ہوئی۔ دیکھیے۔ اسد الغابۃ: ۳/۶۰۔

[1] آپ کا نام خالد بن الولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اور کنیت ابوسلیمان ہے، آپ زمانہ جاہلیت میں شرفاءِ قریش میں سے تھے، جب اسلام لانے کا ارادہ ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مکہ نے اپنے جگر گوشے باہر نکال دیے ہیں۔'' فتحِ مکہ سے قبل کسی غزوہ میں شرکت کا قول صحیح نہیں ہے، آپ کی وفات ملکِ شام کے علاقہ حمص یا مدینہ منورہ میں ۲۱ھ کو دورِ فاروقی میں ہوئی۔

شان نزول

بنوعمرو بن عمیر نے بنی مغیرہ سے کہا کہ ہمارا رأس المال (اصل سرمایہ) دے دو، اور ہم سود چھوڑتے ہیں، بنی مغیرہ نے کہا کہ ہم آج کل تنگدستی کا شکار ہیں، اس لیے ہمیں پھل پکنے تک مہلت دے دو، بنوعمر نے انکار کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾(۲۸۵)

شان نزول:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْتُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ'' (۲۸۴)تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آیت بہت شاق گزری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نماز' روزہ' جہاد اور صدقہ وخیرات جیسے اعمال کا ہمیں حکم دیا گیا تو اس کی ہم میں طاقت تھی لیکن اب جو یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اس کی ہم میں طاقت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی اس طرح کہنا چاہتے ہو جیسے گزشتہ اہل کتاب نے کہا تھا کہ ''سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا'' یعنی ہم نے بات سن لی اور ہم نافرمانی کریں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے۔ ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ'' جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ آیت پڑھتے رہے اور ان کی زبانوں پر یہ آیت رواں ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ'' اور اس آیت کو منسوخ کردیا' پھر یہ حکم نازل ہوا: ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' (۲۸۶) آخر تک۔ (رواہ مسلم عن امیہ بن بسطام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْتُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ'' تو صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ آیت

شاق گزری، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہ کہو: ''سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ سَلَّمْنَا'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی بشاشت پیدا کر دی، چنانچہ صحابہؓ ''سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا'' کہتے رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا '' سے لیکر ''اَوْ اَخْطَاْنَا'' تک، ہر دعا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''قدفعلت'' یعنی میں نے ایسا کر دیا۔ (رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ عن وکیع)

مفسرین کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ''وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْٓ اَنْفُسِکُمْ'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور چند انصاری لوگ' حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ! خدا کی قسم! اس آیت سے زیادہ سخت کوئی آیت نازل نہیں ہوئی' ہر ایک کے دل میں ایسے ایسے وساوس اور خیالات آتے ہیں کہ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ خیالات دل میں جگہ پکڑے' خواہ اس کے عوض اس کو دنیا جہاں کی دولت بھی مل جائے' کیا قلبی وساوس اور نفسانی خیالات کے آنے پر بھی ہم قابل مواخذہ ہوں گے؟ خدا کی قسم! اس صورت میں تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ ہم ہلاک ہو گئے، ہمیں ایسے حکم کا مکلّف بنایا گیا ہے جس کی ہم میں طاقت نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم شاید اس طرح سے کہنا چاہتے ہو جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تھا کہ ''سمعنا وعصینا'' ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی' تم یوں کہو: ''سمعنا و اطعنا'' یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ بہرحال یہ آیت ان پر شاق ہوئی اور ایک سال تک وہ اسی حال میں رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے راحت اور کشادگی والا حکم نازل فرمایا کہ ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' الآیۃ. اور ماقبل کی آیت منسوخ ہو گئی۔

نیز حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے قلبی وساوس کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ لوگ اس پر عمل پیرا نہ ہوں اور ان کو اپنی زبانوں پر نہ لائیں۔

﴿سورۃ آل عمران﴾

مفسرین کہتے ہیں کہ نجران کا وفد جس میں ساٹھ افراد شامل تھے' حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں چودہ آدمی ان کے سردار تھے' اور پھر ان چودہ افراد میں سے تین افراد ایسے تھے جو ان سب کے سرپرست اور ولی الامر تھے' ان کے نام یہ ہیں: (۱) عاقب' جس کا نام عبدالمسیح تھا اور یہ امیر قوم تھا اور ذی رائے تھا' اس کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے۔ (۲) سید' یہ ان کا امام اور پیشوا تھا اور اس کا نام ریہم تھا۔ (۳) ابو حارثہ بن علقمہ' یہ ان کا لاٹ پادری تھا' اور ان کے مدارس کا منتظم اعلیٰ تھا' نصرانیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اور یہ اپنے دین کی مضبوطی کی وجہ سے بڑی شان و شوکت رکھتا تھا۔ روم کے بادشاہوں نے اس کی علمی شان کی وجہ سے اس کے لیے بڑے بڑے گرجے بنائے تھے' اور اس کی خوب خاطر و مدارات اور عزت کرتے تھے' الغرض یہ وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا' اس وقت آپ ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف فرما تھے' یہ لوگ عمدہ پوشاکیں پہنے ہوئے تھے اور خوبصورت جبے اور بہترین چادریں اوڑھے ہوئے تھے' ایسا معلوم ہوتا جیسے حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں' صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے اس جیسا باشوکت وفد کبھی نہیں دیکھا۔ ان کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے مسجد رسول ﷺ میں (اپنے طریق پر) نماز ادا کی' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو'' انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد سید اور عاقب نے رسول کریم ﷺ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اسلام لے آؤ۔'' وہ دونوں کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے اسلام لا چکے ہیں! حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو' کیونکہ تم خدا تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہو' صلیب کی پوجا کرتے ہو اور خنزیر کا گوشت کھاتے ہو۔'' انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو پھر بتایئے کہ ان کے والد کون تھے؟ وہ آپ ﷺ سے جھگڑنے لگے' حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ہر بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' جانتے ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ ہمارا پروردگار تو حیّ لا یموت ہے اور عیسیٰ علیہ السلام تو فنا سے گزر رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں جانتے ہیں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا نگران ہے اور وہی حفاظت کرنے والا اور رزق فراہم کرنے والا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے کسی چیز کا اختیار حاصل تھا؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے رب نے عیسیٰ علیہ السلام کی رحم مادر میں جیسی چاہی صورت بنائی اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ ہی ان چیزوں کا اثر اس سے ظاہر ہوتا ہے؟'' وہ کہنے لگے کہ بالکل ایسا ہی ہے' پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو اس بات کا علم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ان کی والدہ ماجدہ نے عام عورتوں کی طرح پیٹ میں اٹھایا' پھر عام عورتوں کی طرح ان کو جنا بھی' پیدائش کے بعد عام بچوں کی طرح ان کو بھی غذا دی گئی' پھر وہ (بڑے ہو کر) کھاتے پیتے بھی تھے اور ان چیزوں کا اثر بھی ان سے ظاہر ہوتا تھا؟'' وہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم ان کے بارے میں ایسے عقائد کیوں رکھتے ہو؟ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۃ آل عمران کی شروع کی اسّی (۸۰) سے زائد آیات نازل فرمائیں۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ﴾ (۱۲)

شان نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب مدینہ کے یہودیوں کو بدر کے دن شکست ہوئی تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ تو وہی نبی امی ہیں جن کی شہادت حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے دی تھی اور اپنی کتاب میں ہم ان کی صفات کو پاتے ہیں' ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے' چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور تصدیق کا ارادہ کرلیا مگر پھر بعض لوگوں نے کہا کہ ابھی جلدی نہ کرو' ایک اور واقعہ (لڑائی) دیکھ لو پھر جب احد کی لڑائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچا تو وہ شک میں پڑے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! وہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں' ان پر بدبختی غالب آ گئی اور وہ مسلمان نہیں ہوئے' ان یہودیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معینہ مدت کے لیے معاہدہ تھا، انہوں نے اس معاہدہ کی بھی عہد شکنی کی' اور پھر کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کو لے کر مکہ معظمہ پہنچا (یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے پاس) ان سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے پر اتفاق کیا اور کہنے لگے کہ ہم سب کو یک جان ہو جانا چاہیے' پھر وہ مدینہ واپس لوٹے تو ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان بدر سے فائز و منصور ہو کر واپس مدینہ آئے تو یہودیوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ "اے یہودیوں کی جماعت! اس سے پہلے کہ تمہیں بھی وہ ذلت و پستی ملے جو قریش کو ملی ہے' اسلام قبول کرلو' خدا کا خوف کرو، مسلمان ہو جاؤ' قبل اس کے کہ تم پر بھی وہ عذاب نازل ہو جو ان پر نازل ہوا۔" انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوکہ میں نہ رہیں' آپ کا مقابلہ ایسی بھولی بھالی قوم سے ہوا تھا جو فنون جنگ سے نا آشنا ہے' یاد رکھیں! خدا کی قسم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم سے لڑائی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چل جائے گا کہ ہم بھی کچھ ہیں' اس پر آیت نازل ہوئی: "قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ" الآیۃ یعنی یہودیوں کو شکست فاش ہوگی اور وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔" (هذه رواية عكرمة و سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنه)

آیت مبارکہ

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (۱۸)

شان نزول

امام کلبیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور و غلبہ ہوا تو

ملکِ شام کے دو بڑے یہودی عالم مدینہ آئے اور مدینہ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شہر تو نبی ﷺ کے شہر جیسا ہے جس کی صفت تورات میں آئی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے، جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی وہ تمام صفات ان کے سامنے آگئیں جن صفات کا تورات میں تذکرہ ہے، عرض کرنے لگے کہ آپ محمد (ﷺ) ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، پھر عرض کیا کہ کیا آپ احمد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، پھر وہ کہنے لگے کہ ہم آپ ﷺ سے شہادت کے متعلق پوچھیں گے، اگر آپ ﷺ نے اس کے متعلق ہمیں صحیح صحیح بتا دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پوچھو! انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ہمیں بتایئے کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟ اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق بھی کر دی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾(۲۳)

شان نزول:

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں اختلاف ہے: امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہود کو اسلام کی دعوت دی تو نعمان بن ادفی نے جواب دیا کہ اے محمد ﷺ! آؤ ہم اپنا نزاع علمائے یہود کے پاس لے جاتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ کتاب اللہ کی طرف' انہوں نے کہا کہ نہیں' علمائے یہود کے پاس' اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ یہود کی ایک جماعت کے پاس ان کے مکتب میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی' تو نعیم بن عمرو

اور حرث بن زید نے پوچھا کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کس دین پر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ملت ابراہیمی پر، انہوں نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے،!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تورات لے آؤ، تورات ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی، اس کو انہوں نے نہیں مانا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خیبر کے دوزانیوں کے واقعہ کے سلسلہ میں اور یہودیوں کے حد زنا کے سوال پر نازل ہوئی ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز سورۃ المائدۃ میں آئے گی۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ (۲۶)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے مکہ فتح کرلیا اور اپنی امت سے فارس و روم کی سلطنت کا وعدہ کیا تو منافقین اور یہود کہنے لگے کہ بھلا محمد ﷺ کو فارس و روم کی سلطنت کہاں حاصل ہونے لگی! وہ لوگ تو ان سے زیادہ عزت و شوکت اور قوت کے مالک ہیں، کیا محمد ﷺ کو یہ مکہ اور مدینہ کافی نہیں کہ فارس و روم کی سلطنت کے حصول کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پروردگار عالم سے یہ دعا کی کہ پروردگار! میری امت کو روم و فارس کی سلطنت عطا فرمادے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ" الآیۃ.

حضرت عمرو بن عوف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے دن خندق کے موقع پر لوگوں سے خطاب کیا، پھر آپ ﷺ نے چالیس چالیس ہاتھ لمبی خندق دس دس آدمیوں کے سپرد فرمائی، عمرو بن عوف[1] فرماتے ہیں کہ میں،

---

[1] آپ کا نام عمرو بن عوف الانصاری ہے، آپ بنو عامر بن لوی کے حلیف ہیں، آنحضور ﷺ کے

سلمان رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن مقرن مزنی اور چھ انصاری آدمی چالیس ہاتھ لمبی خندق کھودنے کے لیے مقرر تھے، ہم نے کھدائی کی تو اندر سے ایک چٹان نکل آئی جس نے ہمارے لوہے توڑ دیئے اور ہمیں مشقت میں ڈالا، ہم نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کو اس چٹان کے بارے میں بتاؤ، یا تو ہم اس چٹان کو رہنے دیں یا دیکھتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بارہ میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، کیوں کہ ہم نہیں چاہتے کہ اس مقررہ نشان سے تجاوز کریں، عمرو بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان [۲] رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ترکی خیمہ میں موجود تھے، انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خندق کے اندر سے سفید سنگ مر مر کی ایک سخت چٹان نکل آئی ہے جس نے ہمارے لوہے تک توڑ دیئے ہیں اور اس نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے، یہاں تک کہ کوئی تلوار اس پر کارگر ثابت نہیں ہو رہی ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس کے بارے میں حکم دیجیے کہ کیا کیا جائے؟ کیوں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ نشان سے تجاوز کرنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں، (راوی) کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ خود اس خندق میں اترے جب کہ نو آدمی خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کدال لی اور اس چٹان پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور

ساتھ بدر میں شریک تھے، بعض کے نزدیک آپ نے مدینہ میں سکونت اختیار کی اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ مسور بن مخرمہ ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ دیکھیے: اسد الغابۃ: ۳/۷۵۵۔

۲ نام سلمان الفارسی اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ ''سلمان الخیر'' کے نام سے معروف ہیں۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آزاد کردہ غلام ہیں، سب سے پہلے خندق کی لڑائی میں شریک ہوئے، خندق کے بعد بھی کسی معرکہ سے پیچھے نہیں رہے، عراق میں سکونت اختیار کی، آپ سے روایت کرنے والوں میں ابن عباسؓ، انسؓ، عقبہ بن عامرؓ، ابوسعیدؓ، کعب بن عجرہؓ اور ابوعثمان نہدی وغیرہ شامل ہیں، وفات ۳۵ھ کو ہوئی، اس وقت حضرت عثمانِ غنیؓ کے دورِ خلافت کا اختتام تھا، بعض کے نزدیک خلافتِ فاروقی کے اوائل میں وفات ہوئی، لیکن قولِ اوّل کی طرف اکثر مؤرخین کا میلان ہے، آپ کے اسلام لانے کا واقعہ ''اسد الغابۃ'' ۲/۲۶۵ پر دیکھیے۔

اس سے ایسی روشنی نکلی جس سے مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑیوں کے درمیان کا حصہ روشن ہوگیا، جیسے تاریک گھر میں چراغ روشن ہوگیا ہو' اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے تکبیر بلند کی اور تمام مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی' ایسا تین بار ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اوپر آ گئے۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں' میں نے (آج) ایسی چیز دیکھی کہ اس طرح کی چیز کبھی نہیں دیکھی (یہ بات سن کر) حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا کہ سنتے ہو کہ سلمان رضی اللہ عنہ کیا کہتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: جی ہاں' یارسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو تم نے دیکھا کہ روشنی ظاہر ہوئی' اس وقت میرے سامنے حیرہ اور کسریٰ کے علاقے یوں روشن ہو کر ظاہر ہوئے جیسے کتے کے دانت ہوں' اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت ان علاقوں پر غالب آئے گی' پھر جب میں نے اس پر دوسری ضرب لگائی تو تم نے ایک روشنی نکلتے دیکھی' اس وقت ملک روم کے سرخ محلات میرے سامنے کتوں کے دانتوں کی طرح ظاہر ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر بھی غلبہ حاصل کرے گی۔ پھر میں نے جب تیسری بار ضرب لگائی تو تم نے اس وقت بھی ایک روشنی نکلتے دیکھی' اس وقت صنعاء کے محلات میرے سامنے روشن ہوئے جیسے وہ کتے کے دانت ہوں' اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت اس پر بھی غالب آئے گی' پس تمہیں خوشخبری ہو' (یہ سن کر) مسلمان خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس کا وعدہ سچا ہے اس نے کھدائی کے بعد ہم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا' لیکن منافقین نے کہا کہ کیا تم لوگ اس کی بات پر تعجب نہیں کرتے کہ وہ تمہیں امیدیں دلاتا ہے اور تم سے غلط اور بے بنیاد وعدے کرتا ہے اور تمہیں بتاتا ہے کہ وہ یثرب سے حیرہ اور کسری کے علاقوں کو دیکھتا ہے اور یہ کہ وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے حالانکہ تم لوگ خوف سے خندق کھود رہے ہو اور تم کبھی غالب نہیں آ سکتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

''وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اِلَّا غُرُوْرًا" (الاحزاب:۱۲) اور اسی واقعہ کے ضمن میں مذکورہ آیت بھی نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۲۸)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجاج بن عمرو' کھمس بن ابی الحقیق اور قیس بن زید جو کہ یہود میں سے تھے' انصار کے چند آدمیوں سے خفیہ دوستی لگاتے تھے تاکہ ان کو دین سے برگشتہ کریں۔ (ایک دن) رفاعہ بن المنذر' عبداللہ بن جبیر اور سعید بن خیثمہ' تینوں نے ان انصاریوں سے کہا کہ ان یہودیوں سے اجتناب کرو اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم نہ کرو، کہیں یہ لوگ تم کو دین سے دور نہ کردیں۔ ان انصاریوں نے بات ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو ان سے تعلق اور دوستی رکھیں گے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی' اس کے ساتھیوں اور دیگر منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے' کیوں کہ وہ یہود و مشرکین سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور ان کو خبریں لا کر دیتے تھے اور انہیں امید تھی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کامیابی حاصل ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو ان جیسے اعمال اختیار کرنے سے منع کیا گیا۔

جبیر رحمتہ اللہ علیہ بروایت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبادہ بن الصامت الانصاری رضی اللہ عنہ[1] کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عبادہ بدری صحابی اور نقیب تھے' ان کے یہود میں سے چند حلیف تھے' جب حضور اکرم

---

[1] آپ کا نام ونسب عبادہ بن الصامت بن قیس احرم بن فہر بن ثعلبہ بن قوقل الانصاری الخزرجی ہے، آپ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں شریک تھے اور قوقل کے نقیب تھے، آپ سے روایت کرنے والوں میں انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، فضالہ بن عبید، مقدام بن عمرو بن معدیکرب، ابوامامہ الباھلی اور رفاعہ بن رافع وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۳۴ ہجری میں مقام رملہ میں ہوئی۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احزاب کے دن نکلے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ساتھ پانچ سو یہودی مرد ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ میرے ساتھ نکلیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے خلاف ان کی مدد حاصل کریں تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ﴾(۳۱)

شان نزول:

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابن جریج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے رب سے محبت رکھتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک روز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اہل قریش مسجد حرام میں موجود ہیں اور انہوں نے اپنے بت رکھے ہوئے ہیں اور ان پر شتر مرغ کے انڈے لٹکائے ہوئے ہیں اور ان کے کانوں میں بالیاں ڈالی ہوئی ہیں اور ان کو وہ سجدہ کر رہے ہیں' (یہ حالت دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے قریش کی جماعت! تم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دین کی مخالفت کی ہے' حالاں کہ وہ دونوں پیغمبر دین اسلام پر قائم تھے' قریش نے جواب میں کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم ان بتوں کی عبادت اللہ کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں تاکہ یہ بت ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے بتوں کی پوجا کرتے ہو؟ آگے فرمایا: ''فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' یعنی میں تمہاری طرف اس کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور خدا تعالیٰ کی تم پر حجت ہوں اور میں' تمہارے بتوں کی نسبت تعظیم کا زیادہ حق دار ہوں۔ نیز امام کلبی بروایت ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب یہود نے کہا کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب

ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی' جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت ان یہودیوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ حضرت محمد بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نجران کے نصرانیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم مسیح علیہ السلام کی تعظیم اور عبادت' خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی تعظیم کی خاطر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ﴾ (۵۹)

شانِ نزول:

مفسرین کہتے ہیں کہ نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا کہ آپ (رسول اللہ ﷺ) ہمارے صاحب کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیا کہتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ان کو عبد (بندہ) کہتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں' وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے کنواری مریم بتول علیہا السلام کی طرف القاء کیا۔ اس پر وہ غصہ ہو گئے اور کہنے لگے: کیا آپ ﷺ نے بغیر باپ کے کوئی انسان دیکھا ہے؟ اگر آپ سچے ہیں تو اس کی مثال دکھائیے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجران کے دو راہب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضور ﷺ نے ان پر اسلام کی دعوت پیش کی' ایک کہنے لگا کہ ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو' تین باتیں تمہارے دعویٰ اسلام سے مانع ہیں: تم صلیب کو پوجتے ہو' خنزیر کا گوشت کھاتے ہو اور خدا تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہو۔'' انہوں نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون تھا؟ آنحضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ حکم خداوندی آنے سے قبل جلدی نہیں کرتے تھے' چنانچہ مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ﴾ الآية(٦١)

شانِ نزول:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجران کے دو راہب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے۔" وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ ﷺ سے پہلے کے ہی مسلمان ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو' تمہارا صلیب کو سجدہ کرنا' خدا کے لیے اولاد ماننا اور شراب پینا' اسلام سے مانع ہے' وہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضور اقدس ﷺ (کچھ دیر) خاموش رہے' پھر قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں' یعنی "ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَيْکَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ" سے لے کر "فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ" تک نازل ہوئیں۔ اس کے بعد رسول پاک ﷺ نے ان کو ملاعنت کی دعوت دی (راوی) کہتے ہیں کہ ادھر سے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت فاطمہؓ اور آپ ﷺ کے اہل وعیال سب آ گئے، (راوی) کہتے ہیں کہ جب وہ راہب وہاں سے اٹھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ جزیہ کا اقرار کرو' آپ ﷺ پر ملاعنت نہ کرو' چنانچہ جزیہ دینا طے پایا' پھر واپس آ کر کہنے لگے کہ ہم جزیہ ادا کرنے پر تیار ہیں' ہم آپ پر ملاعنت نہیں کریں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل نجران کا وفد حاضر خدمت ہوا جس میں عاقب اور سیّد بھی تھے' حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں کو اسلام کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو' اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ باتیں بتائے دیتا ہوں جو تمہارے دعویٰ اسلام میں مانع ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بتاؤ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ صلیب سے محبت' شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانا۔" پھر آنحضور ﷺ نے ان کو ملاعنت کی

دعوت دی' انہوں نے حضور ﷺ سے اگلے دن کا وعدہ کرلیا' چنانچہ آنحضرت ﷺ صبح کو تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور پھر ان دونوں کو پیغام بھیجا لیکن انہوں نے پیغام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آنحضور ﷺ کو خراج (ٹیکس) دینے کا عہد کیا، پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس سے مجھے حق دے کر بھیجا اگر یہ (عاقب اور سید) مقابلہ میں آتے تو یہ وادی آگ برساتی۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام شعبی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اَبۡنَآءَ نَا'' سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور ''نِسَآءَ نَا'' سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ''اَنۡفُسَنَا'' سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ﴾ (۶۸)

شان نزول:

یہودیوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ! یہ بات آپ ﷺ بھی جانتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی اور دوسروں کی بہ نسبت دین ابراہیمی کے زیادہ حقدار اور نزدیک ہیں اور آپ ﷺ کو صرف حسد ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ نے بروایت ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباسؓ سے نیز عبدالرحمٰن بن غنم رحمتہ اللہ علیہ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت نقل کی ہے، جس کو محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بن یسار نے بھی ذکر کیا ہے کہ چونکہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں سکونت اختیار کرلی اور ادھر رسول پاک ﷺ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اس سے پہلے بدر کا واقعہ بھی پیش آچکا تھا اس لیے قریش کے لوگ دارالندوہ میں جمع ہوئے اور آپس میں

کہنے لگے کہ محمد ﷺ کے جو ساتھی نجاشی کے پاس پناہ لیے ہوئے ہیں ہم ان سے مقتولین بدر کا ضرور انتقام لیں گے' اس کام کے لیے پہلے مال جمع کرو اور وہ مال پھر نجاشی کو بطور ہدیہ کے بھیجو' ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری قوم کے ان افراد کو جو اس کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں واپس بھیج دے' اور اس کام کے لیے دو ذی رائے اور عقلمند آدمی تیار کرو' چنانچہ انہوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ابی معیط کو ہدایا اور تحائف دے کر بھیج دیا۔ وہ دونوں بحری سفر کر کے حبشہ پہنچے' جب نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو نجاشی کو سلام اور اس کو سجدہ کرنے کے بعد کہنے لگے: ہماری قوم آپ کی بہی خواہ اور قدر دان ہے اور آپ کی خیر اندیش ہے' ہمیں آپ کے پاس اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ ہم آپ کو ان لوگوں سے محتاط رہنے کی ہدایت کریں جو آج کل آپ کے ہاں آئے ہوئے ہیں، اس لیے کہ یہ ایک کذاب آدمی کی قوم ہے جس کا ہمارے اندر ظہور ہوا ہے، اس کا کہنا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے' اور اس کی پیروی چند بے وقوفوں نے ہی کی ہے' ہم نے جب ان پر زمین تنگ کردی تو وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، ان کی حالت یہ ہوگئی کہ نہ ان کے پاس کوئی شخص جاسکتا تھا اور نہ ہی وہاں سے کوئی آدمی آ سکتا تھا' بھوک اور پیاس نے ان کو خوب ستایا' پھر جب ان کی حالت زیادہ کشیدہ ہوئی تو اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو آپ کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کے دین' آپ کی بادشاہت اور آپ کی رعایا کو خراب اور برباد کرے، آپ ان لوگوں سے ہوشیار رہیں' اور ان کو ہمارے حوالہ کردیں تا کہ ہم خود ہی ان سے نمٹ لیں' انہوں نے مزید کہا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ جب آپ کے دربار میں آئیں گے آپ کو سجدہ نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ کو ایسا سلام پیش کریں گے جیسا عام لوگ سلام پیش کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد آپ کے دین اور آپ کے طریق سے اعراض ہے' (راوی) کہتے ہیں کہ نجاشی نے ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو بلایا' جب سب آ گئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر ہی بلند آواز سے کہا کہ اللہ کا گروہ اور لشکر آنے کی اجازت چاہتا ہے' نجاشی نے کہا کہ اس شخص کو جو پکار کر کہہ رہا ہے حکم دو کہ اپنی بات دہراؤ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا' نجاشی نے

کہا کہ ہاں، خدا کی امان اور اس کی حفاظت کے ساتھ داخل ہو جاؤ (اندر آ جاؤ) عمرو بن العاص نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ سنتے نہیں ہو؟ یہ لوگ کس طرح سے اپنے آپ کو خدا کا لشکر کہتے ہیں اور نجاشی نے ان کو کیا جواب دیا ہے؟ بہر حال! ان دونوں کو یہ بات ناگوار لگی۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم دربار میں داخل ہوئے اور سجدہ نہیں کیا۔ عمرو بن العاص فوراً بولا: کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ یہ لوگ آپ کو سجدہ کرنے سے عار محسوس کرتے ہیں اور اس پر اکڑتے ہیں؟ نجاشی نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا اور ان لوگوں کی طرح سلام کیوں نہیں پیش کیا جو دور دراز علاقوں سے آتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ہم صرف اس خدائے برتر کو سجدہ کرتے ہیں جس نے آپ کو پیدا کیا اور آپ کو بادشاہت سے نوازا خ ہم بھی پہلے اسی طرح کا سلام پیش کرتے تھے اور بتوں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک سچا نبی ﷺ معبوث کیا اور ہمیں اس تحیہ کا حکم دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے یعنی ''السلام'' کا جو اہل جنت کا سلام ہے، نجاشی پہچان گیا کہ وہ پیغمبر برحق ہے اور انہی کا تورات و انجیل میں تذکرہ ہے، پھر اس نے پوچھا کہ تم میں سے وہ کون ہے جو خدا کا گروہ کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بولے کہ میں ہوں، نجاشی نے کہا کہ آپ بات کریں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اہل ارض اور اہل کتاب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہیں، آپ کے پاس نہ زیادہ گفتگو مناسب ہے اور نہ ہی ظلم، اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں کی طرف سے جواب دوں، آپ ان دو آدمیوں کو حکم دیں کہ ان میں سے ایک بات کرے اور دوسرا خاموش رہے تاکہ آپ ہماری گفتگو کو سنیں۔ چنانچہ عمرو نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بات کریں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کہا کہ آپ اس سے پوچھیے کہ ہم آیا غلام ہیں یا آزاد؟ اگر ہم اپنے مالکوں سے بھاگے ہوئے غلام ہیں تو آپ ہمیں ان کی طرف واپس لوٹا دیں، نجاشی نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ غلام ہیں یا آزاد؟ اس نے جواب دیا کہ یہ معزز آزاد لوگ ہیں، نجاشی نے کہا کہ کیا تم غلامی سے نکل گئے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیئے کہ کیا ہم نے کسی کا ناحق خون کیا ہے جس کے بدلہ میں ہمیں بھی قتل کیا جائے؟ عمرو نے کہا کہ نہیں' انہوں نے کسی کا ایک قطرہ خون بھی نہیں بہایا' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ کیا ہم نے کسی کا ناحق طور پر مال چھینا ہے جس کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہو؟ نجاشی نے کہا کہ اے عمرو! اگر (ان کے ذمہ) خزانہ بھی ہوا تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے' عمرو نے کہا کہ نہیں' ان کے ذمہ تو ایک قیراط بھی کسی کا نہیں ہے' نجاشی نے کہا کہ پھر تمہارا ان سے کیا مطالبہ ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ عمرو نے کہا کہ ہم سب ایک دین پر چلنے والے تھے یعنی اپنے آباء واجداد کے دین پر قائم تھے' انہوں نے اس دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا' لیکن ہم اپنے دین پر کاربند رہے، ان کی قوم کے لوگوں نے ہم کو آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالہ کر دیں' نجاشی نے کہا کہ تم پہلے کس دین پر تھے اور اب وہ کونسا دین ہے جس کی انہوں نے پیروی کی ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس دین پر ہم پہلے تھے وہ ہم نے ترک کر دیا ہے وہ شیطان کا دین و مذہب تھا' ہم پہلے خدا تعالیٰ کا انکار کیا کرتے تھے' پتھروں کو پوجتے تھے اور اب جو دین ہم نے اختیار کیا ہے وہ خدا کا پسندیدہ دین اسلام ہے، خدا کا پیغمبر وہ دین لے کر اور ابن مریم علیہ السلام جیسی کتاب لے کر آئے جو اس کے مطابق ہے' نجاشی نے کہا کہ اے جعفر رضی اللہ عنہ! تم نے ایک بڑی بات کی ہے' بس تم باعزت طریقہ سے رہو' اس کے بعد نجاشی نے ناقوس بجانے کا حکم دیا' ناقوس بجایا گیا جس کی آواز سن کر تمام پادری اور نصرانی علماء اکٹھے ہو گئے' جب سب جمع ہو گئے تو نجاشی نے کہا کہ میں تم کو اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی' کیا تم اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان کوئی نبی مرسل پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ ان کے بعد نبی مرسل کا ذکر موجود ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ جو ان پر ایمان لاتا ہے وہ (حقیقت میں) مجھ پر ایمان لاتا ہے اور جو ان کا انکار کرے گا وہ حقیقت میں میرا انکار کرتا ہے۔ پھر نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

سے کہا کہ وہ شخص (جو تم میں معبوث ہوا ہے) تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے اور کن باتوں سے منع کرتا ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ ہمارے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے' نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتا ہے نیز وہ پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے اور یتیموں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم خدائے وحدہ لاشریک ذات کی عبادت کریں۔ نجاشی نے کہا کہ جو آیات وہ تلاوت کرتا ہے ان آیات میں سے کچھ آیتیں ہمارے سامنے بھی پڑھو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ العنکبوت کی تلاوت شروع کی تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اس کے تمام ساتھی بھی رونے لگے اور کہنے لگے کہ اے جعفر رضی اللہ عنہ! ایسا پیارا کلام ہمیں مزید سناؤ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الکہف کی آیات تلاوت کیں۔ ادھر عمرو نے چاہا کہ نجاشی کو برافروختہ کریں' چنانچہ اس نے کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو برا بھلا کہتے ہیں' نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے تمہارا کیا خیال ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ے سورۃ مریم پڑھی' جب حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر آیا تو نجاشی نے مسواک کا باقی ماندہ حصہ اٹھایا جو آنکھ کو تکلیف دے سکے اور فرمایا کہ خدا گواہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اس قدر ہی بات کی تھی جس قدر تم لوگ کہتے ہو' اس ذرہ سے بھی زیادہ کچھ نہیں کہا۔ پھر حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ تم جاؤ' تم آج سے میرے ملک میں رہو گے، اور تم باامن رہو گے' پھر نجاشی نے کہا کہ خوش رہو' ڈرو نہیں' آج سے ابراہیم علیہ لاسلام کے لشکر پر کوئی شدت یا بگاڑ نہیں آئے گا۔ لوگوں نے پوچھا: اے نجاشی! ابراہیم علیہ السلام کے لشکر سے کون مراد ہیں؟ نجاشی نے کہا کہ یہ گروہ اور ان کے وہ صاحب جن کے پاس سے یہ آئے ہیں اور جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے، مشرکین کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے دین ابراہیمی کا دعویٰ کیا' اس کے بعد نجاشی نے عمرو اور اس کے ساتھی کو وہ مال بھی واپس کر دیا جو مال وہ لے کر آئے تھے اور کہا کہ تمہارا یہ ہدیہ درحقیقت رشوت ہے' لہٰذا اپنا مال لے لو' بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بادشاہت عطا

کی ہے اور اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم واپس لوٹ آئے اور عزت و امان سے رہنے لگے، پھر اللہ جل جلالہ نے اس دن مشرکین کے نزاع کے جواب میں مذکورہ آیت نازل فرمائی، اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قیام رکھتے تھے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ (۶۸)

شان نزول:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے انبیاء میں سے دوست ہوتے ہیں، میرے دوست ان انبیاء میں سے میرے باپ اور خدا تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائیں۔

آیت مبارکہ:

﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾ (۶۹)

شان نزول:

یہ آیت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ[1] کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب یہودیوں نے ان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دی، یہ قصہ سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے۔

---

[1] آپ کا نام عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الوذیم المذحجی ثم العنسی ہے، کنیت ابوالیقظان ہے، آپ سابقین اسلام میں سے ہیں اور بنومخزوم کے حلیف ہیں، دارارقم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ہونے کے وقت اسلام قبول کیا، مدینہ کی ہجرت میں شامل تھے، بدر، احد اور تمام معرکوں میں شریک تھے، مسیلمہ کے قتال میں بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا، ۳۷ ہجری کو شہید ہوئے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا﴾ (۷۲)

شان نزول:

خیبر کے بارہ یہودی علماء نے باہم مشورہ کیا' آپس میں کہنے لگے کہ دن کے اول حصہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں ظاہری طور پر داخل ہو جاؤ، دل سے ان کا دین اختیار نہ کرو' پھر دن کے آخری حصہ میں اس کا انکار کر دو اور پھر یہ کہو کہ ہم نے اپنی کتب میں غور و فکر کیا اور اپنے علماء سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے نہیں ہیں' ہمارے سامنے ان کا جھوٹا ہونا (نعوذ باللہ) اور ان کے مذہب کا غلط ہونا واضح ہو گیا ہے، جب تم اس طرح کرو گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی اپنے دین کے بارے میں شک کرنے لگیں گے اور کہیں گے کہ واقعی ان کی بات سچی ہے' کیوں کہ یہ اہل کتاب ہیں' یہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں' نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر یہ لوگ اپنے دین کو چھوڑ کر تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ جل شانہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مومنین کو ان کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ' مقاتل رحمۃ اللہ علیہ اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تحویل قبلہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب قبلہ' بیت اللہ مقرر ہوا تو یہودیوں کو ان کی مخالفت کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی' چنانچہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ایسا کرو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کعبہ کے بارے میں جو حکم نازل ہوا ہے اس پر بظاہر ایمان لے آؤ اور دن کے اول حصہ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھو لیکن شام کو اس کعبہ کے معاملہ سے انکار کر دو اور اپنے سابقہ قبلہ' بیت المقدس کی طرف لوٹ جاؤ' اس سے ممکن ہے کہ یہ لوگ کہیں کہ یہ تو اہل کتاب ہیں اور وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں' اس طرح وہ ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آئیں گے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے مکر و فریب سے خبردار کیا اور ان کے خفیہ منصوبہ پر مطلع کرتے ہوئے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ (۷۷)

شان نزول:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان آدمی کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے'' حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ[۱] کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے' خدا گواہ ہے کہ میری اور ایک یہودی کی مشترک زمین تھی، اس نے انکار کیا تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلا گیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے پاس بینہ (گواہ وغیرہ) ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' پھر یہودی سے فرمایا کہ کیا تم اپنی بات پر قسم کھاتے ہو؟ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ قسم کھا کر میرا مال لے اڑے گا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری عن عبدان عن ابی حمزۃ عن الاعمش)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ خدا تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔'' اس کی تائید میں مذکورہ آیت نازل ہوئی' اس کے بعد حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن تم سے کیا بیان کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ اس طرح اس طرح بیان کرتے ہیں' اشعث رضی اللہ عنہ

---

[۱] نام و نسب: اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن حارث بن معاویہ بن ثور الکندی۔ آپ ۱۰ ہجری کو وفد کندہ کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے' آپ ملک شام میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے جہاں ان کی آنکھیں نکل گئیں تھیں پھر عراق چلے گئے اور جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے نیز مدائن اور جلولا اور نہاوند کے معارک میں بھی شرکت کی' پھر کوفہ میں گھر بنایا' جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۴۲ ہجری کو وفات پائی۔

نے کہا کہ یہ آیت دراصل میرے بارے میں نازل ہوئی ہے' میرا ایک آدمی سے جھگڑا ہوگیا تھا اور میں وہ مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تیرے پاس کوئی بینہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کیا تم قسم کھاتے ہو؟ میں نے کہا کہ وہ تو قسم کھالے گا' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔'' اس کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال لے گا وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔''

اس کی تائید میں مذکورہ آیت نازل ہوئی' حضرت عبداللہؓ لوگوں سے حدیث بیان کررہے تھے کہ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے' ایک کنویں کے معاملہ میں میرا کسی آدمی سے جھگڑا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے پاس ثبوت ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ قسم کھالے' میں نے کہا کہ اس کو کیا ہے' وہ قسم کھالے گا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ ایک آدمی بازار میں اپنا سامان تجارت لے کر آیا اور اس نے قسم کھائی کہ فلاں شخص اس سامان کا اتنا دے رہا تھا حالانکہ کسی نے اس کی اتنی قیمت نہیں لگائی تھی' اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس طرح کسی

---

[1] آپ کا نام عبداللہ بن ابی اوفی ہے' والد کا نام علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید الاسلمی ہے' حدیبیہ میں شریک تھے' بیعۃ الرضوان میں بھی موجود تھے اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے' خیبر میں بھی شریک تھے' اس طرح مابعد کے غزوات میں بھی شریک رہے' وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے۔ بعد میں کوفہ منتقل ہوگئے تھے' آپ سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل' شعبی' عبدالملک بن عمیر' ابواسحاق الشیبانی' حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل وغیرہ ہیں۔ کوفہ میں ۸۶ ہجری کو انتقال فرمایا۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی۔

مسلمان کو ٹھگ لے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا'' الخ

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ فاقہ زدہ علمائے یہود قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو مدینہ میں کعب بن اشرف کے پاس آئے' کعب نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تمہاری کتاب میں مرقوم ہے کہ وہ پیغمبر خدا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں ہمیں یقین ہے' کیا تمہیں بھی ان کے پیغمبر خدا ہونے کا یقین ہے' کعب نے کہا کہ نہیں' علمائے یہود نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ کعب بن اشرف کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت سی خیروں سے محروم کیا ہے اور تم میرے پاس آئے ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں خوراک مہیا کروں اور تمہارے اہل و عیال کو کپڑے دوں' لیکن اللہ نے تمہیں اور تمہاری اولاد کو محروم کر دیا ہے۔ علماء یہود نے کہا کہ ہمیں کچھ اشتباہ ہوا ہے' اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان (پیغمبر ﷺ) سے جا کر ملیں' چنانچہ وہ روانہ ہوئے' (اس سے پہلے) انہوں نے حضور ﷺ کی صفات میں ردو بدل کیا' جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور بات چیت ہوئی اور سوال جواب ہوئے تو کعب کے پاس واپس آ کر کہنے لگے کہ ہم ان کو خدا کا پیغمبر خیال کرتے تھے لیکن جب ہم ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ان صفات سے موصوف نہیں ہیں جن صفات کا ہم سے ذکر کیا گیا تھا اور ہم نے ان کے اوصاف کو ان اوصاف کے خلاف پایا جو ہمارے پاس موجود تھے' پھر انہوں نے ان اوصاف کو دکھایا جو انہوں نے خود لکھے تھے، کعب نے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور ان کو خوراک مہیا کی اور ان پر خرچ کیا تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رؤسائے یہود ابورافع' لبابہ بن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' انہوں نے اس عہد کا کتمان کیا جو عہد اللہ تعالیٰ نے تورات میں شان محمدی ﷺ کے متعلق ان سے لیا تھا' ان لوگوں نے ان صفات میں تبدیلی کی اور اپنے ہاتھ سے کچھ دوسرے اوصاف گھڑ کر لکھے اور قسم

کھائی کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان کو اپنے پیرو کاروں سے کھانے پینے کی جو چیزیں اور رشوت کا جو مال ملتا ہے وہ کہیں ہاتھ سے نہ چلا جائے۔

آیت مبارکہ:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ﴾ (۷۹)

شان نزول:

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ اور مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجران کے نصرانیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی۔ "لِبَشَرٍ" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور "الکتاب" سے کتاب انجیل مراد ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (روایت کلبی وعطاء کے مطابق) فرماتے ہیں کہ ابو رفع یہودی اور نصاریٰ نجران کے سردار نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کریں اور آپ کو اپنا رب بنالیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ خدا کی پناہ! کیا غیر اللہ کی عبادت کی جائے یا کیا میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں گا؟ میں اس لیے معبوث نہیں ہوا ہوں اور نہ ہی مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا! یارسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح سلام کرتے ہیں جیسے ہم ایک دوسرے کو کرتے ہیں تو کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ نہ کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کے لیے یہ شایان شان نہیں کہ اس کو سجدہ کیا جائے' ہاں البتہ تم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکرام کرو اور حق دار کے حق کو پہچانو۔'' اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ﴾ (۸۳)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے دونوں فریق (یہود ونصاریٰ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے' ان کا دین ابراہیمی کے بارے میں اختلاف تھا' ہر فریق اس بات کا دعویدار تھا کہ وہ ان کے دین کے زیادہ قریب ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں فریق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے دور ہیں اور ان کا دین ابراہیمی سے کوئی تعلق نہیں ہے' اس پر وہ سب سیخ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! ہم نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فیصلہ پر راضی ہیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو اختیار کریں گے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾(۸۶)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی مرتد ہوگیا تھا اور مشرکین کے ساتھ جاملا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ''كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا'' سے لے کر ''اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا'' تک آیت شریفہ نازل فرمائی تو اس نے اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا (تاکہ معلوم کریں کہ کیا ان کے لیے بھی توبہ کی گنجائش ہے) جب یہ آیتیں ان کے سامنے پڑھی گئیں تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم! نہ میری قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جھوٹ بولا ہے اور نہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے اور اللہ عزوجل ہم تینوں سے زیادہ سچے ہیں' پھر وہ دوبارہ اسلام میں واپس آگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی توبہ قبول کی اور ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی مرتد ہوگیا تھا' اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ مشرک ہوگیا تھا' پھر انہیں ندامت ہوئی تو اپنی قوم کے لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پوچھنے کیلئے بھیجا کہ کیا میرے لیے بھی توبہ کی گنجائش ہے؟ کیوں

کہ اب میں اپنے کیے پر نادم ہوں' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی' چنانچہ ان کی قوم کے لوگوں نے یہ آیتیں لکھ کر ان کے پاس بھیج دیں' پھر وہ واپس گئے اور مسلمان ہو گئے۔

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرث بن سوید مسلمان ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں بھی رہے' پھر اپنی قوم کے ساتھ جا ملے اور کفر اختیار کر لیا' اس پر یہ آیت کریمہ: ''کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا'' ''غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'' تک نازل ہوئی' ان کی قوم کا ایک آدمی اس آیت کو لکھ کر ان کے پاس لے گیا اور ان کے سامنے اس کو پڑھا تو حرث نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ تو یقیناً سچا ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ سچے ہیں، اور اللہ جل شانہ' تینوں سے زیادہ سچے ہیں' پھر واپس گئے اور مخلص مسلمان بنے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ﴾ (۹۰)

شان نزول:

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ' قتادہ رحمتہ اللہ علیہ اور عطاء رحمتہ اللہ علیہ الخراسانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا' اس کے بعد حضور اقدس ﷺ اور قرآن پاک کا انکار کر کے کفر میں اور بڑھ گئے۔ ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی صفات پر ایمان لانے کے بعد حضور اقدس ﷺ کا انکار کیا' پھر اپنے کفر پر قائم رہ کر کفر میں اور بڑھ گئے۔

آیت مبارکہ:

﴿کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ (۹۳)

شان نزول:

ابو روق رحمتہ اللہ علیہ اور کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور انور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا بیان فرمایا تو یہود کہنے لگے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اوران کا دودھ پیتے ہیں! آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ "یہ چیزیں ابراہیم علیہ السلام کے لیے حلال تھیں اس لیے ہم بھی ان چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں۔" یہود کہنے لگے کہ آج جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں وہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے زمانہ سے حرام چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کی تکذیب اور تردید میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ (۹۶)

شان نزول:

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں اور یہودیوں نے آپس میں فخر کا اظہار کیا، یہودیوں نے کہا کہ بیت المقدس، خانہ کعبہ سے افضل و برتر ہے، کیوں کہ بیت المقدس انبیاء کرام علیہم السلام کی ہجرت گاہ ہے اور ارض مقدسہ میں واقع ہے، مسلمانوں نے کہا کہ نہیں، ہمارا خانہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا﴾ (۱۰۰)

شان نزول:

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان لڑائیاں رہتی تھیں، جب اسلام کا دور آیا تو ان کی آپس میں صلح ہوگئی اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ (ایک دن) ایک یہودی ایسی مجلس میں بیٹھا تھا جس میں اوس وخزرج کے لوگ موجود تھے اس نے کچھ اشعار پڑھے جو ان دو قبیلوں میں سے کسی قبیلہ نے کسی جنگ کے موقع پر پڑھے تھے، ان اشعار کو سن کر دوسرے قبیلہ کے

لوگوں نے کہا کہ ہمارے شاعر نے بھی فلاں فلاں لڑائی میں اس طرح اشعار کہے تھے' دوسروں نے کہا کہ ہمارے شاعر نے بھی فلاں جنگ میں یہ اشعار کہے تھے' پھر کہنے لگے کہ آؤ! ہم دوبارہ نئے سرے سے جنگ کریں' جس طرح پہلے ہوتی تھی' چنانچہ ادھر سے آواز لگی: ''اے قبیلہ اوس والو! ادھر سے بھی آواز آئی: ''اے قبیلہ خزرج والو! سب اسلحہ و ہتھیار لے کر جمع ہوگئے اور جنگ کے لیے صف بستہ ہوگئے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت فرمائی، اور اپنی آواز کو بلند کیا، جب ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کو سنا تو خاموش ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات توجہ سے سننے لگے، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہوگئے تو سب نے اپنے اپنے ہتھیار ڈالے اور باہم بغل گیر ہو کر زار و قطار رونے لگے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا یہودی تھا جس کا نام شاس بن قیس تھا' وہ زمانہ جاہلیت میں مسلمانوں کے خلاف سخت بغض' حسد اور کینہ رکھتا تھا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم' جن کا تعلق اوس و خزرج سے تھا ایک مجلس میں بیٹھے آپس میں محوِ گفتگو تھے کہ اس یہودی کا ادھر سے گزر ہوا، دیکھ کر بڑا جلا کہ دورِ جاہلیت میں تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن اب اسلام کے زمانہ میں یہ آپس میں مل جل کر بیٹھے ہیں' باہمی اخوت و محبت ہے اور صلح صفائی ہے، کہنے لگا کہ بنو قیلہ کے لوگ ان علاقوں میں جمع ہوگئے ہیں' خدا کی قسم! ان کے باہمی مل بیٹھنے سے ہمیں قرار حاصل نہیں ہوسکتا' چنانچہ اس نے ایک جوان یہودی کو کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان کو

---

[1] نام و نسب: زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل بن عمرو البلوی العجلانی ہے۔ آپ انصار کے حلیف تھے' بدر میں شریک ہوئے' جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ زہری اور ابن اسحاق کا قول ہے۔ طلیحہ بن خویلد الاسدی نے عہد صدیقی کے ابتدائی دور میں جنگ بزاخہ میں شہید کیا بلکہ ان کے ساتھ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ اسد الغابۃ ۲/۱۲۵

جنگ بعاث یاد دلاؤ اور اس جنگ میں جانبین سے جو اشعار کہے گئے تھے وہ ان کو یاد دلاؤ، جنگ بعاث میں دونوں قبیلوں' اوس وخزرج کی لڑائی ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نوجوان یہودی نے ایسا ہی کیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کا اظہار کرنے لگے' یہاں تک کہ دو آدمی ان قبیلوں سے کود پڑے' ایک کا نام اوس بن قیظی تھا جس کا تعلق اوس کے قبیلہ بنو حارثہ سے تھا اور دوسرے کا نام جابر بن صخر تھا جس کا تعلق خزرج کے قبیلہ بنو سلمہ سے تھا' دونوں نے ایک دوسرے کو للکارا اور کہنے لگے کہ اگر جی چاہے تو آؤ! دوبارہ نئے سرے سے جنگ کریں' دونوں فریق غضبناک ہوئے اور کہنے لگے کہ جاؤ! ہتھیار لاؤ' جاؤ! ہتھیار لاؤ' حرہ (مقام) میں مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے اور اوس وخزرج کے لوگ دور جاہلیت کے نعروں پر متحد ہوگئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کے پاس تشریف لے گئے' جب وہاں پہنچے تو فرمایا: ''اے مسلمانوں کی جماعت! کیا تم جاہلیت کی یاد تازہ کرتے ہو حالانکہ میں تم میں موجود ہوں' بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی بدولت باعزت بنایا' تمہارے اندر سے دو جاہلیت کی باتوں کو ختم کیا اور تمہارے درمیان الفت ومحبت پیدا کی' تم دوبارہ کافر بن رہے ہو' خدا کا خوف کرو' خدا کا خوف کرو! (جب لوگوں نے یہ بات سنی تو) پہچان گئے کہ شیطان نے ہی ان کو ورغلایا تھا اور ان کے دشمن کی چال تھی۔ چنانچہ سب نے ہتھیار ڈال دیئے اور رونے لگے اور ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے' پھر تابع وفرماں بردار بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ واپس چلے آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! یعنی اے اوس وخزرج والو! اگر تم اہل کتاب کی اس جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایمانداری کے بعد کافر بنا دیں گے۔'' اہل کتاب سے وہ بوڑھا یہودی' شاس اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ناپسند کوئی نہ تھا' لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ہماری طرف اشارہ کیا تو

ہم باہمی قتل وقتال سے باز آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح فرمادی، پھر حضور اقدس ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا' میں نے کوئی دن پہلے دن سے زیادہ برا اور وحشتناک نہیں دیکھا اور نہ ہی آج کے دن سے زیادہ خوبصورت کوئی دن کبھی دیکھا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ﴾ (۱۰۱)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اوس وخزرج کے درمیان لڑائی رہتی تھی' ایک دن جو آپس میں ان لڑائیوں کا تذکرہ چھڑ گیا تو فوراً ان میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور تلواریں لے کر نکل پڑے جب حضور اکرم ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ فوراً تشریف لائے' اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ "وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ" اور یہ آیت بھی اتری: "واعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" (۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوس وخزرج کے لوگ آپس میں باتیں کررہے تھے کہ اچانک ان کو غصہ آیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے' چنانچہ ہتھیار لے کر میدان میں نکل آئے اس پر یہ آیت مبارکہ "وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ" سے لے کر "فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا" تک نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ (۱۱۰)

شانِ نزول:

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ' معاذ بن جبل رضی اللہ اور سالم

مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی' قصہ یہ ہوا ہے کہ مالک بن الصیف اور وھب بن یہوذا (یہود) نے ان حضرات سے کہا کہ ہمارا دین اس دین سے بہتر ہے جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو اس طرح ہم لوگ تم سے افضل ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿لَن یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّآ اَذًی﴾(۱۱۱)

شان نزول:

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رؤسائے یہود جن میں کعب' بحری' نعمان' ابورافع' ابویاسر اور ابن صوریا شامل تھے' نے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کو مسلمان ہونے کی پاداش میں تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿لَیْسُوْا سَوَآءً﴾(۱۱۳)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام' ثعلبہ بن سعنہ' اسید بن سعنہ' اسد بن عبید اور یہود میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوئے تو علماء یہود نے کہا کہ محمد (ﷺ) پر وہی لوگ ایمان لائے ہیں جو ہم میں برے شمار ہوتے ہیں' اگر یہ لوگ اچھے مرتبہ والے ہوتے تو اپنا آبائی دین ترک نہ کرتے' نیز ان مسلمان ہونے والے لوگوں سے کہنے لگے کہ تم نے اپنا دین و مذہب تبدیل کر کے بڑی خیانت کی ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز عشاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے مسلمان تو پڑھتے تھے لیکن ان کے سوا دوسرے اہل کتاب نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اکرم ﷺ عشاء کی نماز کے لیے تاخیر سے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ لوگ نماز کے منتظر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت کسی مذہب کا پیروکار تمہارے سوا اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں کرتا، پھر مذکورہ آیت "وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ بِالۡمُتَّقِيۡنَ" (۱۱۵) تک نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہم رکے رہے، آپ ﷺ گھر میں اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس تھے، پھر آپ ﷺ رات کا تہائی حصہ گزر جانے کے بعد تشریف لائے، جب آنحضور ﷺ تشریف لائے تو بعض لوگ نماز میں مشغول تھے اور بعض لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب میں سے کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھتا، پھر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ﴾ (۱۱۸)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو یہودیوں اور منافقوں سے قرابت داری، پرانے تعلقات اور ہمسائیگی اور رضاعت کی وجہ سے محبت وخلوص سے ملتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے منافقانہ رویہ پر مطلع کرتے ہوئے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ﴾ (۱۲۱)

شان نزول:

یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی، مسعر بن مخرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے میرے ماموں! مجھے آپ غزوہ احد کا واقعہ بتائیں؟ آپ نے فرمایا کہ سورہ آل عمران کی ایک سوبیس آیتیں پڑھنے کے بعد یہ آیت پڑھ لو یعنی: ''وَاِذْ غَدَوْتَ مِنَ اَهْلِكَ'' سے لے کر ''ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا'' (۱۵۴) تک کی آیات تلاوت کرلو۔

آیت مبارکہ:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (۱۲۸)

شان نزول:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے چار دندان مبارک شہید ہوگئے اور چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا تو چہرہ انور پر خون بہہ رہا تھا اور فرما رہے تھے کہ ایسی قوم کیسے فلاح یاب ہوگی جس نے اپنے نبی ﷺ کے چہرے کو خون آلود کردیا' حالانکہ وہ نبی ﷺ ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے؟ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سالم سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) فلاں فلاں آدمی پر لعنت فرمائی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ کو کچھ اختیار نہیں ہے' اللہ تعالیٰ یا تو ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے یا ان کو عذاب دے اس لیے کہ وہ ظالم ہیں۔'' (رواه البخاری عن حیان و مسلم عن انس)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے والے دندان مبارک شہید ہوگئے اور سر مبارک زخمی ہوگیا اور اس سے خون بہنے لگا تو فرمایا کہ بھلا ایسی قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کو زخمی کردیا اور اس کے سامنے والے دندان مبارک شہید کردیئے' حالانکہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف دعوت دیتا ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو فجر کی نماز میں رکوع سے سر مبارک اٹھاتے وقت یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" اے اللہ! فلاں اور فلاں آدمی پر لعنت فرما۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند منافق لوگوں کے خلاف بددعا فرمائی۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری عن سعید بن المسیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز میں قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اللہ اکبر کہتے اور سر مبارک اٹھاتے ہوئے یہ فرماتے: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" پھر قیام کی حالت میں یہ فرماتے تھے۔ "اے اللہ! ولید بن الولید[1]، سلمہ بن ہشام[2]، عیاش بن ابی ربیعہ[3] اور دیگر کمزور مسلمانوں کو (دشمنوں سے) نجات عطا فرما، اور اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما، اور ان کو ایسی قحط سالی میں مبتلا فرما جیسے تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی فرمائی، اے اللہ! لحیان، عل، ذکوان اور عصبہ (قبائل) پر اپنی لعنت فرما جنہوں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے، لیکن جب آیت بالا نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کرنا چھوڑ دیا۔ (رواہ البخاری عن موسیٰ بن اسماعیل)

---

[1] آپ ولید بن الولید بن مغیرہ المخزومی ہیں، آپ خالد بن الولید کے بھائی ہیں، بدر کی لڑائی میں شرک کی حالت میں شریک ہوئے، عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ انہیں قید کر کے لائے، پھر خالد اور ہشام ان کی رہائی کیلئے آگے بڑھے، اسد الغابۃ ۴/ ۶۷۸ پر ہے کہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے اور مکہ میں محبوس بے کس مسلمانوں کے لیے دعائیں کرتے تھے، چنانچہ یہ ولید کفار کی قید سے رہائی پا کر حضور علیہ السلام کے ساتھ جا ملے، اور عمرۃ القضاء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے۔

[2] آپ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی ہیں، آپ قدیم الاسلام ہیں، ابوجہل بن ہشام کے بھائی اور خالد بن الولید کے ابن عم ہیں، آپ بڑے درجہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، دیکھیے: اسد الغابۃ ۲/ ۲۸۴۔

[3] آپ کا نام عیاش بن ابی ربیعہ ہے، ابو ربیعہ کا نام عمرو بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ عبداللہ بن ابی ربیعہ کے حقیقی بھائی اور ابوجہل کے ماں شریک اور عم زاد بھائی ہیں، آپ بھی قدیم الاسلام ہیں اور دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، ہجرت حبشہ میں شریک تھے، جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ طبری کے قول کے مطابق مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ دیکھیے اسد الغابۃ ۴/ ۲۰

آیت مبارکہ:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾ (۱۳۵)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق) فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبہان الثمار (خرمہ فروش) کے بارے میں نازل ہوئی' اس کے پاس ایک خوبصورت عورت چھوارے خریدنے آئی تو اس نے اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور بوسہ لے لیا' پھر اس کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز (روایت کلبی کے مطابق) آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری اور ایک ثقفی آدمی کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا' وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے' ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے اور وہ ثقفی آدمی بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلا گیا اور انصاری اپنے گھر بار اور دیگر ضروریات کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا اور وہ اپنے ثقفی بھائی کے گھر بار کی دیکھ بھال کرتا تھا' ایک دن وہ جو اس کے گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے صاحب کی بیوی بال کھولے ہوئے غسل کر رہی ہے' اس کے دل میں خیال پیدا ہوا تو اجازت کے بغیر ہی اس کے پاس آ گیا پھر چاہا کہ اس کو بوسہ دے لیکن اس عورت نے اپنا ہاتھ چہرہ پر رکھا تو اس نے ہاتھ کے باہر والے حصہ کو بوسہ دے دیا' پھر ندامت ہوئی اور شرم آئی تو واپس چلا گیا۔ عورت کہنے لگی کہ سبحان اللہ! تو نے اپنی امانت میں خیانت کی' اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنی حاجت بھی پوری نہیں کی! (راوی) کہتے ہیں کہ پھر ان کو اپنے فعل پر ایسی شرمندگی ہوئی کہ پہاڑوں میں نکل گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگتے رہے' یہاں تک کہ وہ ثقفی واپس آیا تو گھر والوں نے اس انصاری کے فعل کے بارے میں بتایا' چنانچہ وہ ثقفی اس کی تلاش میں نکلا' کسی نے ان کو پتہ بتایا تو تلاش کرتے کرتے اس کے پاس

پہنچا تو دیکھا کہ وہ انصاری سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے: ''اے میرے پروردگار! میرے گناہ معاف فرما دے' میں نے اپنے بھائی (کی امانت میں) خیانت کا ارتکاب کیا ہے'' ثقفی نے اس سے کہا کہ اے فلاں شخص! اٹھو! اور رسول پاک ﷺ کے پاس چلو' حضور ﷺ سے جا کر اپنے گناہ کے متعلق دریافت کرو' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس مصیبت سے نکلنے کی راہ اور توبہ کی صورت پیدا فرما دے چنانچہ وہ اس کے ساتھ مدینہ آیا تو ایک دن عصر کی نماز کے وقت جبرائیل علیہ السلام اس کی توبہ کی صورت لے کر نازل ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ: ''وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً'' سے لے کر ''وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ'' تک تلاوت فرمائی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم اس آدمی کے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' بلکہ تمام لوگوں کے لیے یہی حکم ہے۔''

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا بنی اسرائیل کے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم سے زیادہ مکرم ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا تو صبح کے وقت دروازہ کی چوکھٹ پر اس کے گناہ کا کفارہ لکھا ہوا ہوتا تھا کہ اپنی ناک یا کان کاٹ لو' یا اس طرح کرلو! حضور نبی کریم ﷺ (یہ سن کر) خاموش رہے' پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس سے زیادہ بہتر بات بتاؤں؟ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ (۱۳۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب احد کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہزیمت کا شکار ہوئے تو اسی اثنا میں خالد بن الولید مشرکین کے گھوڑوں کے ساتھ نمودار ہوئے' وہ پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے' حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ

لوگ ہم پر چڑھائی نہ کریں' اے اللہ! ہمارے پاس اس وقت تیری ہی قوت و طاقت ہے، اے اللہ! اس شہر میں اس گروہ کے سوا تیرا کوئی عبادت گزار نہیں۔'' چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں میں سے تیرانداز واپس آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر مشرکین کے گھوڑوں پر تیراندازی کی اوران کو شکست فاش دی۔ ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ'' کا یہی مطلب ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ﴾ (۱۴۰)

شان نزول:

راشد بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ احد کی لڑائی سے غمگین حالت میں واپس ہوئے تو دیکھا کہ ہر عورت اپنے شوہر اور بیٹے کو مقتول پا کر سینہ کوبی کر رہی ہے تو فرمایا کہ (اے اللہ) کیا تیرے پیغمبر ﷺ کے ساتھ یہی سلوک ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ الآیات (۱۴۴)

شان نزول:

عطیہ العوفی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ احد کی لڑائی مین لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے، کسی نے یہ کہہ دیا کہ محمد (ﷺ) تو شہید ہوگئے ہیں، اس لیے ان کو اپنے ہاتھ دیدو' کیوں کہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں' اور کوئی کہنے لگا کہ اگر یہ بات درست ہے کہ محمد (ﷺ) شہید ہوگئے ہیں تو تم بھی اپنے آپ کو دین پر قربان کر کے دنیا سے چلے جاؤ جیسے آپ ﷺ اپنا کام کر گئے' اس پر یہ آیات نازل ہوئیں' یعنی: ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ'' سے لے کر ''فَاٰتٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا'' تک آیات نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ (۱۵۱)

شان نزول:

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد سے ابوسفیان اور مشرکین مکہ' مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو راستہ میں ایک جگہ پر پہنچ کر سخت نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے بعض مسلمانوں کو قتل کر کے اور بعض کو زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا' واپس چلو تا کہ ان سب کا صفایا ہی کر دیں' جب وہ اس عزم پر پختہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب و دبدبہ ڈال دیا، اور وہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے' ادھر یہ آیت بھی نازل ہو گئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ (۱۵۲)

شان نزول:

محمد بن کعب القرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم احد کی لڑائی میں مسلمانوں کی تکلیف کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم سے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا تو پھر یہ تکالیف کہاں سے آ گئیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے "وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ" سے "مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا" تک کی آیات نازل فرمائیں۔ اس سے مراد وہ تیر انداز ہیں جنہوں نے احد کی جنگ میں جو کچھ کرنا تھا کیا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ﴾ (۱۶۱)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں جو مال غنیمت مشرکین سے حاصل ہوا تھا اس میں سے ایک سرخ چادر گم ہوگئی' کچھ لوگ کہنے لگے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لی ہو'اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے تھے کہ بھلا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ خیانت کے مرتکب ہوں حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو (حق کی خاطر) قتل کردیئے جاتے تھے' جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''وَيَـقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ'' (۱۱۲) اصل میں منافقین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مال غنیمت کے متعلق کسی چیز کی تہمت لگائی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَمَا كَانَ لِـنَبِيٍّ اَنْ يَّـغُـلَّ'' کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کا صدور ناممکن ہے۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لشکر روانہ کیے تھے، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال غنیمت حاصل ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں تقسیم کیا لیکن ان لشکر والوں کے لیے کچھ تقسیم نہیں کیا' جب وہ لشکر واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کردیا اور ہمارے لیے کچھ بھی تقسیم نہیں کیا' اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''يُغَلَّ'' پڑھا ہے۔

نیز ضحاک ؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں ہوازن کا مال غنیمت آیا تو ایک آدمی نے سوئی چوری کرلی جس پر یہ آیت اتری۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں نے مال غنیمت میں سے کچھ چرالیا تھا جس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تیر اندازوں نے احد کے دن متعین جگہ کو حصول غنیمت کی خاطر چھوڑ دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اصل میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں خدشہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ جو شخص جو چیز لے گا وہ اسی کی

ہوگی اور جس طرح بدر میں مال غنیمت تقسیم نہیں کیا گیا اسی طرح اس موقع پر بھی مال غنیمت تقسیم نہ کیا جائے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سمجھا کہ ہم خیانت کریں گے، اور تمہارے لیے مال غنیمت تقسیم نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معزز لوگوں نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو مال غنیمت میں سے خصوصی طور پر حصہ دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ﴾ (۱۶۵)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو احد کے دن جو سزا دی گئی وہ درحقیقت اس جرم کی پاداش میں تھی جو انہوں نے بدر کے دن قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احد کے دن ستر صحابہ شہید ہوگئے اور کچھ میدان سے بھاگ نکلے اور آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہوگئے اور خود ٹوٹ کر سر مبارک میں گڑ گئی اور چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا' اس پر مذکورہ آیت "قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ" تک نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا﴾ (۱۶۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب احد کے واقعہ میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز

پرندوں کے پیٹوں میں رکھ کر چھوڑ دیا اور وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے رزق حاصل کرتی ہیں پھر سونے کی قندیلوں میں آ جاتی ہیں جو عرشِ رحمٰن کے سایہ میں معلق ہیں، جب انہوں نے وہاں عمدہ کھانا پینا اور آرام کی جگہ پائی تو کہنے لگے کہ ہمارے بھائیوں کو ان حالات کی خبر کون پہنچائے گا کہ ہمیں جنت میں رزق دیا جا رہا ہے تا کہ وہ جہاد پر جانے سے نہ رکیں اور لڑائی میں ضرور جائیں! تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں ان کو تمہارے احوال کی خبر پہنچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔'' (رواہ الحاکم فی صحیحہ من طریق عثمان بن ابی شیبۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے (ایک دن) میری طرف دیکھا تو پوچھا کہ اے جابر! کیا بات ہے کہ میں تمہیں فکر مند دیکھتا ہوں؟'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد[1] شہید ہو گئے اور پیچھے قرض اور بال بچے چھوڑے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے بشارت نہ دوں، اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا تو پردے کے پیچھے سے کیا مگر تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے روبرو ہو کر کلام کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ اے میرے بندے! مجھ سے مانگو میں دوں گا، انہوں نے کہا کہ پروردگار! میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ تیری راہ میں دوبارہ شہید ہو جاؤں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میرا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے؟ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اچھا! آپ میرے پسماندگان کو میرے حالات پہنچا دیجئے، اس پر اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب احد کے دن حمزہ رضی اللہ

---

[1] ان کے والد کا نام عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ الانصاری الخزرجی ہے، آپ بیعت عقبہ میں شامل تھے، نیز آپ نقیب اور بدری صحابی ہیں، احد کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ دیکھیے! اسد الغابہ: ۲۴۲/۳

عنہ بن عبدالمطلب[1] اور مصعب رضی اللہ عنہ بن عمر[2] شہید ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ ان کو بہترین رزق دیا جاتا ہے تو کہنے لگے کہ اے کاش! ہمیں جو نعمتیں مل رہی ہیں ہمارے بھائیوں کو بھی اس کا علم ہوتا تا کہ وہ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں ان کو آگاہ کیے دیتا ہوں، چنانچہ مذکورہ آیت: لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ" تک نازل ہوئی۔ ابوالضحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر اہل احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نیز مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت بیر معونہ کے شہداء کی شان میں نازل ہوئی ہے، ان کا واقعہ بہت مشہور ہے، جس کو محمد بن اسحاق نے المغازی میں ذکر کیا ہے۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ جب شہداء کے اولیاء کو کوئی نعمت یا خوشی حاصل ہوتی تو حسرت بھرے انداز میں کہتے کہ ہم تو عیش و عشرت میں ہیں لیکن ہمارے ماں باپ، بھائی بیٹے قبروں میں پڑے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے شہداء کے حالات سے آگاہ کرنے اور ان کے غم کے ازالہ کیلئے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (۱۷۲)

---

[1] آپ کی کنیت ابوعمارہ اور نام حمزہ بن عبدالمطلب ہے، آپ حضور ﷺ کے چچا ہیں، جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں سادات قریش میں سے تھے۔ مکہ ہی میں پیدائش اور نشو ونما ہوئی، جب اسلام کا ظہور ہوا تو آپ کو کچھ تردد ہوا، پھر جب معلوم ہوا کہ ابوجہل نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس کو مارا پیٹا اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، احد کے دن شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔

[2] آپ کا نام مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ القرشی العبدری ہے۔ کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ فضلائے صحابہ میں سے ہیں، نیز سابقین اسلام میں سے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں تھے، آپ نے اسلام قبول کیا اور اپنی والدہ اور قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا، بدر اور احد میں موجود تھے، آپ کے پاس لوائے رسول ﷺ تھا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق ابن قمیہ اللیثی نے احد کی لڑائی میں قتل کیا۔ دیکھئے سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۳۵، ۳۶۵، واسد الغابۃ ۴/۴۰۵۔

شانِ نزول:

عمرو بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب احد کے دن مشرکین واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے لڑنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تو اس اعلان پر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہوئے اور مشرکین کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے دوسری طرف ابوسفیان کی قبیلہ خزاعہ کے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی تو ابوسفیان[1] نے ان سے کہا کہ اگر تمہاری ملاقات محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہو جو میری تلاش میں ہیں تو ان کو بتا دینا کہ میں ایک بڑے لشکر کے ساتھ تیار کھڑا ہوں' چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ابوسفیان کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ابوسفیان سے ہماری ملاقات ہوئی تھی وہ تو ایک بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا' آپ کی تعداد تو بہت کم ہے اور ہمیں آپ کی جان کا خطرہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بھی یہی حکم دیا کہ نہیں' اس کو تلاش کرو' جب ابوسفیان کو پتہ چلا تو وہ مکہ واپس چلا گیا' جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت ہذا ''اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ'' الخ کے بارے میں حضرت عروہ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تیرے دونوں والدان ہی لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی ہے' یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کے دن زخمی ہوئے اور مشرکین واپس چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہوا کہ کہیں یہ پھر

---

[1] آپ کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی ہے' آپ یزید اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں' عام الفیل سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے' اور بہت بڑے سوداگر تھے' انہوں نے ہی احد کے دن تمام قریش کی قیادت کی تھی' فتح مکہ کی رات مسلمان ہوئے' پھر حنین اور طائف میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے' آنکھ شہید ہوگئی تھی' آپ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور مخلص مسلمان تھے' آپ نے ۳۲ ہجری کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

واپس نہ لوٹیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ان کے تعاقب میں نکلے گا؟ اس پر ستر آدمی تیار ہو گئے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ﴾ (۱۷۳)

شان نزول:

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب احد کے دن کچھ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اور مشرکین جن میں ابوسفیان اور اس کے ساتھی تھے' واپس روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "ایک جماعت خدا کا حکم بجا لانے کیلئے دشمن کے تعاقب میں نکلے' کیوں کہ اس سے دشمن کو شکست ہوگی اور وہ زچ ہوں گے" چنانچہ ایک جماعت' جہد و مشقت کے باوجود دشمن کے تعاقب کیلئے روانہ ہوئی' جب وہ ذوالحلیفہ مقام پر پہنچے تو کچھ دیہاتی اور دوسرے لوگ آ کر ان سے کہنے لگے کہ ابو سفیان لوگوں کو لے کر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت نے کہا کہ "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے' اس پر مذکورہ آیت "وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ" تک نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ (۱۷۹)

شان نزول:

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری امت اپنی صورتوں کے ساتھ میرے سامنے اسی طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تھی اور مجھے یہ بتایا گیا کہ ان میں کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔" جب یہ بات منافقین کو معلوم ہوئی تو حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا' ہم تو ان کے ساتھ رہتے ہیں' ہماری تو ان کو خبر نہیں ہے! اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کے لوگوں نے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! تم کہتے ہو کہ جو میری مخالفت کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے اور جو تمہارے دین کی اتباع کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔' آپ ہمیں بتائیں کہ کون آپ پر ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے درخواست کی کہ ان کو کوئی ایسی علامت بتا دی جائے جس کے ذریعہ مومن اور منافق میں امتیاز ہو جائے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ﴾ (۱۸۰)

شانِ نزول:

جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول مانعین زکوٰۃ کے بارے میں ہوا ہے۔ حضرت عطیہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت ان علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے حضورِ اقدس ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کی نبوت کو پردۂ خفا میں رکھا، اس آیت میں ''بخل'' سے مراد کتمان علم ہے جو (علم) اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔

آیت مبارکہ:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا﴾ (۱۸۱)

شان نزول:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود کے مدرسہ میں گئے تو دیکھا کہ لوگ ایک آدمی کے پاس جمع ہیں جس کا نام فنحاص عازوراء تھا جو ان کا بڑا عالم تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص سے کہا کہ فنحاص! خدا کا خوف کرو اور مسلمان ہو جاؤ' خدا کی قسم! تجھے خوب معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے پاس سے دین حق لے کر آئے ہیں' ان کی صفات تورات و انجیل میں تمہارے ہاں موجود اور مرقوم ہیں' لہٰذا تم ایمان لے آؤ اور تصدیق کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو' اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل فرمائیں گے اور دگنا اجر و ثواب دیں گے' فنحاص نے جواب میں کہا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم کہتے ہو کہ ہمارا پروردگار ہم سے قرض طلب کرتا ہے حالانکہ فقیر آدمی ہی مالدار سے قرض مانگا کرتا ہے، اگر تمہاری بات سچی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم مال دار قرار پائیں گے؟ اور اگر وہ مال دار ہے تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا' اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور فنحاص کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے' اگر تم یہودیوں سے ہمارا معاہدہ نہ ہوتا تو اے دشمن خدا! میں تیری گردن اڑا دیتا' فنحاص نے جا کر رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ اے محمد! آپ کے ساتھی نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! خدا کے اس دشمن نے بڑی بھاری بات کہی تھی' اس نے یہ کہا کہ خدا فقیر اور ہم غنی ہیں' اس پر مجھے اللہ کیلئے غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرہ پر طمانچہ دے مارا' فنحاص اپنی بات سے مکر گیا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی' قصہ یہ ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' نے ایک یہودی کو تھپڑ مار دیا تھا جس نے یہ کہا

تھا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں۔

شبل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ یہودی' فنحاص تھا' اسی نے یہ بات بھی کہی تھی کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَا﴾ (۱۸۳)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت' کعب بن اشرف' مالک بن الصیف' وہب بن یہوذا' زید بن تابوہ' فنحاص بن عازوراء اور حیی بن اخطب (یہودیوں) کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم کسی بھی مدعی نبوت پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ایسی قربانی پیش کرے جسے آگ کھالے لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی قربانی پیش کریں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں گے' اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (۱۸۶)

شان نزول:

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں (ان کے والد ان تین افراد میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول ہوئی تھی) کہ کعب بن اشرف (یہودی) شاعر بھی تھا' وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو اپنے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اکساتا تھا' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف

لائے تو یہاں ہر طرح کے لوگ تھے' مسلمان بھی تھے' مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی' حضور اقدس ﷺ نے ان کی اصلاح کرنا چاہی تو مشرکین و یہود آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو سخت تکلیفیں پہنچانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کی تکالیف پر صبر کرنے کا حکم دیا اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

"وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ" الآیۃ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گوش دراز پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے بنو حارث بن خزرج (قبیلہ) میں تشریف لے گئے، یہ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے کا ہے' راستہ میں آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی مجلس کے پاس سے ہوا جس میں عبداللہ بن ابی موجود تھا' اور یہ ان کے مسلمان ہونے سے قبل کا واقعہ ہے' وہ مجلس مخلوط قسم کی تھی جس میں مسلمان بھی تھے' یہودی اور بت پرست مشرکین بھی تھے اور مسلمانوں میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ[2] بھی تھے، جب حضور ﷺ کی

---

[1] آپ کا نام اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ الکلبی ہے' آپ کی والدہ ام ایمن ہیں جو حضور علیہ السلام کی دایہ تھیں یعنی پرورش کرنے والی تھیں' بعض کہتے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے مولیٰ تھے' اور حب رسول اللّٰہ کے نام سے موسوم تھے' ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ تم میں نیک لوگوں میں سے ہوں گے لہٰذا تم ان کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔" حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نہ بیعت کی اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی کسی لڑائی میں شریک ہوئے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ۵۸ ہجری یا ۵۹ ہجری کو وفات پائی۔ (دیکھیے اسد الغابۃ ۱/۷۹)

[2] آپ کا نام عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن عمرو بن امرئ القیس الاکبر الانصاری الخزرجی ہے' آپ بنو حارث کے نقیب اور بدر' احد' خندق' حدیبیہ' خیبر' عمرۃ القضاء اور فتح مکہ کے سو تمام معارک میں موجود تھے' کیونکہ فتح مکہ سے قبل ہی شہید ہوگئے تھے۔

سواری سے گردوغبار اڑا تو عبداللہ بن ابی نے ناک پر کپڑا رکھ لیا اور کہنے لگا کہ گردوغبار نہ اڑاؤ' حضور اکرم ﷺ سواری سے اترے اور سلام کیا پھر ان سب کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں تو عبداللہ بن ابی نے کہا کہ اے صاحب! آپ کی باتیں ہمیں اچھی نہیں لگتیں' اگر آپ کی باتیں حق بھی ہیں تو آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں اذیت کیوں دیتے ہیں؟ اپنے گھر جایئے! جو آپ کے پاس وہاں آئے اسے قصے سنایئے' یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حضور ﷺ! آپ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں ہم تو اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرکین اور یہود سب آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور قریب تھا کہ کھڑے ہو کر باہم دست وگریباں ہو جائیں' آنحضور ﷺ سب کو آواز پست کرنے کا فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے' پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''اے سعد رضی اللہ عنہ! ابو حباب (عبداللہ بن ابی) نے آج جو بات کہی ہے کیا تم نے اسے سنا ہے؟ اس نے آج یہ باتیں کہی ہیں! حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ ﷺ معاف کیجئے' درگزر کیجئے' خدا کی قسم! جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا' اللہ تعالیٰ حق بات کو لے آیا ہے جو حق اس نے آپ ﷺ پر نازل کیا ہے یہاں کے لوگوں نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اس کو اپنا سردار بنائیں گے اور اس کے سر پر تاج شاہی رکھیں گے، اور اس کی دستار بندی کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے ان کے منصوبہ پر پانی پھیر دیا اور اس کی سرداری جاتی رہی تو آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اس نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا! حضور اکرم ﷺ نے اسے معاف کر دیا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ (۱۸۸)

شانِ نزول:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کسی جہاد پر جاتے تو کچھ منافق لوگ پیچھے رہ جاتے' اور جہاد پر نہ جاتے تھے' پھر جب آنحضور ﷺ واپس تشریف لاتے تو یہ لوگ قسمیں کھا کر معذرت خواہی کرتے تھے اور ناکردہ نیکی پر تعریف کے خواہشمند ہوتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ مسلم عن الحسن بن علی الحلوانی)

یزید بن اسلم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مروان بن الحکم جو ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا' کے پاس حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے' مروان نے کہا کہ اے ابوسعید رضی اللہ عنہ! کیا آپ نے یہ آیت کریمہ: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا" ملاحظہ کی ہے، خدا گواہ ہے کہ ہم بھی اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری ناکردہ کاموں پر تعریف کی جائے؟ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کا تعلق اس سے نہیں ہے' اصل میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کچھ لوگ تھے جو آنحضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاد میں پیچھے رہ جاتے تھے پھر جب جہاد میں کوئی تکلیف یا ناگوار امر پیش آتا تو اپنے پیچھے رہ جانے پر خوش ہوتے اور جب کوئی خیر کی بات پیش آتی تو قسمیں کھاتے اور یہ چاہتے کہ ناکردہ نیکی پر ان کی ستائش ہو۔ علقمہ بن وقاص رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مروان نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر اپنے کام پر خوش ہونے اور نہ کیے ہوئے کام پر تعریف کے خواہش مند ہونے کے باعث خدا کا عذاب ہوگا تو پھر تو ہم سب عذاب میں گرفتار ہوں گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا اس آیت سے کیا تعلق؟ اصل میں حضور نبی کریم ﷺ نے یہود سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا تو انہوں نے اس کا کچھ اور ہی جواب دیا تھا' اصل بات کو چھپایا تھا' پھر وہ گمان کرنے لگے کہ ہم نے حضور ﷺ کے سوال کا جواب

دیدیا ہے اس لیے ہماری تعریف ہونی چاہیے اور وہ حضور ﷺ سے اصل بات چھپانے پر بڑے خوش بھی ہوئے تھے' پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ''(۱۸۷)۔

(رواہ البخاری عن ابراھیم و مسلم عن زھیر)

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے یہودیوں نے عراق' یمن اور تمام روئے زمین پر بسنے والے یہودیوں کو ایک مکتوب لکھا کہ ''محمد (ﷺ) خدا کے نبی نہیں ہیں' اس لیے تم اپنے دین پر جمے رہو اور اس مسئلہ میں سب اکٹھے ہو جاؤ''، چنانچہ وہ سب حضور اقدس ﷺ اور قرآن پاک کے انکار پر متفق ہو گئے اور اس امر سے بہت خوش بھی ہوئے' کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سب کو ایک بات پر جمع کر دیا' ہم نہ تو جدا جدا ہوئے اور نہ ہم نے اپنا دین ترک کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور ہم اولیاء اللہ ہیں' اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عالی ''یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَالَمْ یَفْعَلُوْا'' کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنے کام پر بڑے خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو نماز' روزہ اور دیگر عبادات انہوں نے بجا نہیں لائیں اس پر ان کی ستائش ہو۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(۱۹۰)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش' یہود کے پاس گئے اور ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے متعلق پوچھا تو یہود نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ان کا عصا اور ید بیضاء تھا جو دیکھنے والوں کے سامنے روشن ہو جاتا تھا' پھر وہ نصاریٰ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادر زاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو تندرست کر دیتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے، پھر وہ (اہل قریش) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کے پاس آئے اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کردیں کہ یہ کوہ صفاء سونے کا بن جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ﴾(۱۹۵)

شان نزول:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عورتوں کی ہجرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام اب تک نہیں سنا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ﴾ (۱۹۶)

شان نزول:

یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے جس سے خوب مال و دولت کماتے تھے، ان کو دیکھ کر بعض اہل ایمان کہنے لگے کہ یہ خدا کے دشمن کیسی عیش وعشرت سے زندگی گزار رہے ہیں اور ہم بھوک ومشقت سے مرتے جارہے ہیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ لَمَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ﴾(۱۹۹)

شان نزول:

حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی کے بارے میں نازل

ہوئی ہے، جب نجاشی کی وفات ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو اسی روز ان کی وفات کی خبر سنائی، حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "نکلو اور اپنے بھائی کا نماز جنازہ پڑھو جو دوسری سرزمین میں فوت ہوا ہے" لوگوں نے پوچھا کہ وہ بھائی کون ہیں؟ فرمایا کہ نجاشی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے، وہاں حبشہ کی زمین آپ ﷺ کے سامنے کردی گئی تو آپ ﷺ نے نجاشی کی چارپائی دیکھی پھر آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی، چار تکبیریں پڑھیں اور نجاشی کے لیے دعائے استغفار کی اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو، منافقین کہنے لگے کہ اس کو دیکھو! ایک حبشی عیسائی شخص کا نماز جنازہ پڑھتا ہے جس نے کبھی اس کو دیکھا اور نہ وہ اس کے دین پر تھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "اٹھو! اور اپنے بھائی نجاشی کا جنازہ پڑھو۔" لوگ آپس میں کہنے لگے کہ حضور ﷺ ہمیں ایک حبشی آدمی کا نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر یہ آیت اتری۔ امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ، ابن جریج رحمتہ اللہ علیہ اور ابن زید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام مومن اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا﴾ (۲۰۰)

شانِ نزول:

داؤد بن صالح رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے فرمایا کہ اے بھتیجے! کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی؟ میں نے کہا کہ نہیں معلوم، آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارک میں سرحد تو ہوتی نہیں تھی کہ اس کی نگرانی کی جائے، بلکہ اس "رابطوا" سے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (رواہ الحاکم)

﴿سورۃ النساء﴾

آیت مبارکہ:

﴿و اٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ﴾ (۲)

شان نزول:

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ اور امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک غطفانی آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس کے پاس اپنے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا' جب وہ یتیم بالغ ہوگیا تو اس نے مال کا مطالبہ کیا' چچا نے دینے سے انکار کردیا' پھر وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر سرکار دو عالم رحمت مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی' جب اس کے چچا نے یہ آیت سنی تو کہنے لگا کہ ہم نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اور ہم ایک بڑے گناہ سے خدا تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں' چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے کو اس کا مال دیدیا' پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا جائے اور اس طرح رجوع کرے تو اس کا مقام جنت ہے'' پھر جب اس نے مال وصول کرلیا تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردیا' اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اجر ثابت ہوگیا اور گناہ باقی رہ گیا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ! اجر کا ثابت ہونا تو سمجھ میں آ گیا لیکن گناہ کیسے باقی رہا؟ وہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اجر اس لڑکے کے لیے ثابت ہوگیا اور گناہ اس کے والد پر باقی رہا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی﴾ الآیۃ (۳)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں

نازل ہوئی ہے جس کی پرورش میں یتیم لڑکی ہو اور وہ اس کا ولی ہو اور اس لڑکی کے پاس مال ہو اور اس کا کوئی اور نہ ہو جو اس کی خاطر جھگڑے تو وہ اس سے نکاح نہ کرے اس کے مال کی محبت میں' کہ وہ اس کو ضرر پہنچائے گا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی لڑکی کو جس کے بارے میں تمہیں ڈر ہے کہ تم اسے تکلیف پہنچاؤ گے' چھوڑ دو اور جو عورتیں میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کرو۔ (رواہ مسلم عن ابی کریب)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ' حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ' حضرت ربیع رحمتہ اللہ علیہ' امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ اور امام سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یتیموں کے سرپرست اور اولیاء یتیموں کے مال کے بارے اجتناب کرتے تھے اور عورتوں سے شادی کرنے کے معاملہ میں بے لگام تھے' جتنی چاہتے شادیاں کرتے' کبھی تو انصاف کرتے اور کبھی نہ کرتے' چنانچہ جب انہوں نے یتیموں کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی: "وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ" الآیۃ نیز یہ آیت بھی نازل ہوئی۔: "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى" الآیۃ، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم کو یتیموں کے بارے میں اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے اسی طرح اگر تمہیں عورتوں کے بارے میں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل و انصاف نہ رکھ سکو گے تو ایسی صورت میں زیادہ عورتوں سے نکاح نہ کرو بلکہ صرف اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جتنی عورتوں کے حقوق ادا کرنا تمہارے لیے ممکن ہو اس لیے کہ عورتیں ضعف اور عجز میں یتیموں کی طرح ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿وابْتَلُوا الْيَتٰمٰى﴾ (۶)

شان نزول:

یہ آیت ثابت بن رفاعہ اور ان کے چچا کے بارہ میں نازل ہوئی' قصہ یہ ہوا کہ

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا' ان کا بیٹا' ثابت' نابالغ تھا تو ان کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھتیجا یتیم ہے اور میری زیر پرورش ہے' میرے لیے اس کے مال میں کیا کچھ حلال ہے؟ اور میں اس کا مال اس کے حوالہ کب کروں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (۷)

شان نزول:

مفسرین کہتے ہیں کہ اوس بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ[1] کا انتقال ہوا اور انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوی جس کا نام "امہ کحتہ" تھا اور تین بیٹیاں چھوڑیں' میت کے دو چچا زاد بھائی اور وصی سوید اور عرفجہ آئے اور انہوں نے میت کا سارا مال اپنے قبضہ میں لے لیا، نہ اس کی بیوی کو کچھ دیا اور نہ ہی اس کی بیٹیوں کو کچھ دیا' زمانہ جاہلیت میں یہی دستور تھا کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت کا مال نہیں دیتے تھے' صرف بڑے حضرات وارث ہوتے تھے' وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ وراثت کا مال تو صرف اس کو دینا چاہیے جو گھوڑوں کی پشت پر بیٹھ کر دشمن سے مقابلہ کرسکتا ہو اور مال غنیمت سمیٹ سکتا ہو' چنانچہ ام کحتہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور اس نے پسماندگان میں بیٹیاں چھوڑی ہیں اور میں اس کی بیوی ہوں' میرے پاس اتنا مال نہیں ہے جس کو میں ان پر خرچ کروں،

---

[1] نام ونسب اس طرح ہے اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج الانصاری الخزرجی النجاری، آپ شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسان بن ثابت کے بھائی ہیں' آپ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے' امام واقدی لکھتے ہیں کہ آپ بدر' احد' خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برسرپیکار رہے' آپ نے خلافت عثمانی کے دور میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ دیکھیے: اسد الغابۃ ۱/۱۶۵

ان بچیوں کے باپ نے اچھا خاصہ مال چھوڑا ہے جو اس وقت سوید اور عرفجہ کے قبضہ میں ہے اور وہ نہ مجھے اس مال میں سے کچھ دیتے ہیں اور نہ اس کی بیٹیوں کو کچھ دیتے ہیں اور اس وقت وہ بچیاں میری زیر پرورش ہیں' اور سوید اور عرفجہ نہ مجھے کھانے پینے کو کچھ دیتے ہیں اور نہ ہی ان بچیوں کا کچھ خیال رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس عورت کی اولاد تو اس قابل نہیں ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو سکے' نہ کوئی بوجھ اٹھا سکتی ہیں اور نہ دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا حکم بھیجتے ہیں۔'' چنانچہ وہ واپس ہوئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا﴾ (۱۰)

شان نزول:

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک غطفانی آدمی' مرثد بن زید کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے یتیم نابالغ بھتیجے کا ولی اور سرپرست تھا اور اس نے اس کا مال کھا لیا تھا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ﴾ (۱۱)

شان نزول:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنوسلمہ میں پیدل چلتے ہوئے میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو مجھے دیکھا کہ میں بے ہوش ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس سے وضو کیا' پھر اس پانی کے مجھ پر چھینٹے مارے تو میں ہوش میں آ گیا' میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! میں اپنے

مال کا کیا کروں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری عن ابراھیم و رواہ مسلم عن محمد بن حاتم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کو لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں یا اس نے کہا کہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے' ان بچیوں کے چچا نے ان کا مال و میراث سارا اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ مال بھی نہیں چھوڑا۔ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم! مال کے بغیر ان کا نکاح بھی کبھی نہ ہو سکے گا! آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمائیں گے۔'' چنانچہ سورۃ النساء نازل ہوئی۔ جس کی ایک آیت یہ تھی: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' (الخ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ! اس عورت کو اور اس کے صاحب کو بلا لاؤ اور ان (لڑکیوں) کے چچا سے کہو کہ ان بچیوں کو دو ثلث دے دو اور ان کی ماں کو ثمن (آٹھواں حصہ) دیدو باقی مال تیرا ہے۔''

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا﴾ (۱۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی فوت ہوتا تو اس کے اولیاء اس کی بیوی کے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے' اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر چاہتا تو اور کسی سے اس کی شادی کر دیتا اور اگر چاہتا تو اس کی شادی نہ کرتا' بہر حال! وہ اس کی اہلیہ کے سب سے زیادہ حق دار خیال کیے جاتے تھے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری فی التفسیر عن محمد بن مقاتل)

مفسرین کہتے ہیں کہ دور جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں اہل مدینہ کا

حال یہ تھا کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا اور اس کی بیوی ہوتی تو اس کا دوسری بیوی سے بیٹا یا کوئی عصبی قرابت دار آتا اور اپنا کپڑا اس عورت پر ڈال دیتا جس سے وہ اس عورت کا سب سے زیادہ حق دار ہو جاتا، اگر اس سے خود شادی کرنا چاہتا تو بغیر مہر کے شادی کر لیتا' مہر صرف وہ ہوتا جو اس کے فوت شدہ خاوند نے اس کو بصورت مہر دیا ہوتا'' اور اگر چاہتا تو کسی دوسرے اس کی شادی کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا، اس کو کچھ نہ دیتا اور اگر چاہتا تو اس عورت کو روک لیتا اور اس کو ضرر پہنچاتا تا کہ وہ مال جو اسے میت کی طرف سے بطور وراثت ملا ہے اس پر فدا کر دے یا پھر اسی حال میں مر جائے اور وہ اس کا وارث بن جائے' چنانچہ ابو قیس بن اسلت انصاری کا انتقال ہوا' انہوں نے پسماندگان میں بیوی چھوڑی جس کا نام کبیشہ بنت معن انصاریہ تھا تو ابو قیس کا دوسری بیوی سے بیٹا' حصن' کھڑا ہوا' حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن ابی قیس تھا، اس نے (رسم کے مطابق) اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا' پس وہ اس سے نکاح کرنے کا وارث ہو گیا' اس نے اس سے نکاح کیا' پھر اس کو چھوڑ دیا' نہ اس کے قریب آیا اور نہ اس پر خرچ کیا' اس کو تکلیف دینا شروع کر دی' مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنا مال اس پر قربان کر دے گی' چنانچہ حضرت کبیشہ' آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! یا رسول اللہ! ابو قیس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا میرے ساتھ نکاح کا وارث ہو گیا، وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور اسی حال میں طویل عرصہ گزر گیا ہے' نہ وہ مجھے خرچہ دیتا ہے اور نہ میرے ساتھ ہم بستری کرتا ہے اور نہ ہی مجھے آزاد کرتا ہے' آنحضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ''اپنے گھر میں بیٹھو' یہاں تک کہ اللہ کا حکم تیرے بارے میں نازل ہو''

(راوی) کہتے ہیں کہ حضرت کبیشہ واپس چلی آئیں' مدینہ کی عورتوں کو پتہ چلا تو وہ بھی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: ہماری حالت بھی کبیشہ جیسی ہے' فرق صرف یہ ہے کہ اس سے بیٹے نے نکاح کیا ہے اور ہم سے ہمارے عم زاد بھائیوں نے نکاح کیا ہے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَ لَا تَنۡکِحُوۡا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (۲۲)

شان نزول:

یہ آیت حصن بن ابی قیس[1] کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اپنے باپ کی بیوی کبیشہ بنت معن سے نکاح کرلیا تھا' اسی طرح اسود بن خلف[2] کے بارے میں نازل ہوئی، جنہوں نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا' اسی طرح صفوان بن امیہ بن خلف[3] کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اپنے باپ کی بیوی فاختہ بنت اسود بن مطلب سے نکاح کیا تھا اور منصور بن ماذن کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے باپ کی بیوی ملیکہ بنت خارجہ سے نکاح کیا تھا، اشعث بن سوار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوقیس کا انتقال ہوا، وہ انصار کے بزرگ اور نیک لوگوں میں سے تھے' تو ان کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کو نکاح کا پیغام دیا' ان کی بیوی نے کہا کہ میں تو تجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہوں! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر حکم طلب کروں گی، چنانچہ وہ حاضر خدمت ہوئیں اور اپنا واقعہ بتایا تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] آپ کی وفات عہد رسالت میں ہوئی ہے' اسد الغابۃ میں سوائے مذکورہ بالا مضمون کے اور کچھ مذکور نہیں ہے۔

[2] آپ کا نام اسود بن خلف بن عبدیغوث القرشی الزہری ہے' آپ فتح مکہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے' دیکھیے اسد الغابۃ ۱/۱۰۲

[3] آپ کا نام صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی الجمحی ہے' آپ کے والد ''امیہ'' بدر کی جنگ میں مقتول ہوئے' صفوان، مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور بڑے مخلص مسلمان تھے' مکہ میں قیام پذیر رہے' جب ان سے کسی نے کہا کہ ہجرت نہ کرنے والا ہلاک ہوگا اور ہجرت نہ کرنے والا مسلمان نہیں تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، آپ نے ۴۲ ہجری کو دور معاویہ میں یا شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دن وفات پائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (۲۴)

شانِ نزول:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اوطاس میں ایسی عورتیں قید ہو کر آئیں جو خاوند والیاں تھیں، ہم نے ان کے ساتھ مباشرت کرنے کو برا سمجھا' چنانچہ ہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، پھر ہم نے ان عورتوں کو اپنے لیے حلال سمجھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے جنگ اوطاس میں لوگوں کو قیدی بنایا تو ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم ایسی عورتوں سے کیسے مجامعت کریں جن کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ شوہر والی ہیں اور ہمیں ان کے حسب و نسب کا بھی علم ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور بالآخر دشمن پر غالب آئے' نتیجہ میں کچھ قیدی ان کے ہاتھ بھی لگے۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ مجامعت کرنے سے پرہیز کرنے لگے کہ ان عورتوں کے مشرکین میں سے شوہر بھی ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ﴾ (۳۲)

شانِ نزول:

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! مرد حضرات جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں اور ہمارے لیے میراث میں بھی نصف حصہ ہے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ عورتوں نے جہاد کی بابت سوال کیا اور یہ کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جہاد کا حکم دیں تا کہ ہمیں بھی وہ اجر وثواب حاصل ہو جو مردوں کو حاصل ہوتا ہے، اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ'' (۱۱) تو مردوں نے کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ جس طرح ہمیں میراث کے معاملہ میں عورتوں پر فضیلت اور برتری دی گئی ہے اسی طرح آخرت کی نیکیوں کے سلسلہ میں بھی ان عورتوں پر ترجیح دی جائے، اس طرح ہمارا اجر عورتوں کے اجر سے دگنا ہو جائے گا' عورتوں نے کہا کہ ہماری آرزو یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں وراثت کے سلسلہ میں ہمارا حصہ مردوں کے حصہ کے مقابلہ میں نصف ہے۔ اسی طرح آخرت میں ہمارے گناہ بھی مردوں کے گناہوں کے مقابلہ میں نصف ہوں' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ (۳۳)

شان نزول:

حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے بیٹوں کے علاوہ دوسروں کو اپنا منہ بولا بیٹا بناتے تھے اور ان کو اپنا وارث بھی بناتے تھے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کے لیے وصیت میں حصہ مقرر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے مال میراث ذوی الارحام اور عصبات کو دینے کا حکم دیا' اور منہ بولے بیٹوں کو میراث کا مال دینے سے منع کیا لیکن اگر ان کا وصیت میں حصہ مقرر کر دیا جائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ (۳۴)

شان نزول:

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، سعد بن ربیع‘ جو نقباء میں سے تھے‘ اور ان کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی ہریرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ دونوں انصاری تھے‘ وجہ یہ ہوئی کہ ان کی بیوی نے کوئی نافرمانی کی تو سعد بن ربیع نے ان کو طمانچہ مار دیا‘ بیوی کے والد اپنی بیٹی کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کی تھی‘ اس نے اس کو طمانچہ مارا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے شوہر سے بدلہ لیا جائے‘‘ وہ عورت اپنے شوہر سے بدلہ لینے کے لیے اپنے والد کے ساتھ ابھی واپس ہی ہوئی تھی کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو واپس بلاؤ یہ دیکھو جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی‘ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے دوسری بات کا ارادہ کیا اور جس بات کا اللہ نے ارادہ کیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے‘ پھر حضور ﷺ نے بدلہ کا حکم واپس لے لیا۔‘‘

حضرت جہنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طمانچہ مار دیا تھا‘ بیوی اپنے شوہر کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئی‘ اس عورت کے ساتھ اس کے گھر کے لوگ بھی آئے اور حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے: ’’یا رسول اللہ! فلاں شخص نے ہماری بیٹی کو طمانچہ مارا ہے‘ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ بدلہ ہوگا بدلہ ہوگا‘ ابھی پورا فیصلہ نہ فرمایا تھا کہ مذکورہ آیت کا نزول ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی اور چیز کا ارادہ کیا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے درمیان آیتِ قصاص نازل ہوئی تو ان دنوں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طمانچہ رسید کر دیا‘ وہ عورت حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں کہ میرے شوہر نے مجھے طمانچہ مارا ہے‘ مجھے بدلہ دلوایا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں‘ اس سے بدلہ لیا جائے گا‘ اسی اثناء میں مذکورہ حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا

ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا' پھر فرمایا کہ اے شخص! اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑلو۔''

آیت مبارکہ:

﴿اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ (۳۷)

شان نزول:

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کو چھپایا تھا: لوگوں کے سامنے ان صفات کو بیان نہیں کیا حالانکہ وہ اپنی کتاب میں ان صفات کو مکتوب و مرقوم پاتے تھے' امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مراد یہود ہیں جو ان لوگوں کی تصدیق و تائید کرنے سے بخل کرتے تھے جو پیغمبر علیہ السلام کی صفات کا ان کے سامنے تذکرہ کرتے اور ان کی کتابوں میں موجود صفات محمدی کا ذکر کرتے تھے' امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''عَلِيْمًا'' (۳۹) تک کی تین آیتیں یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو انصاریوں کے پاس آ کر ان کو نصیحت و فہماش کرتے تھے کہ اپنے مال خرچ نہ کرو' ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم فقیر اور محتاج نہ ہو جاؤ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى﴾ (۴۳)

شان نزول:

یہ آیت مبارکہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جو (حرمت سے قبل) شراب پی کر نماز میں نشہ کی حالت میں شریک ہو جاتے تھے' انہیں معلوم نہ پاتا کہ انہوں نے کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں اور وہ اپنی نماز میں کیا پڑھ رہے ہیں؟ ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب رضی اللہ عنہم کو دعوت دی، چنانچہ جب سب کھانے پینے سے فارغ ہو گئے اور نماز مغرب کا وقت ہو گیا تو ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے مغرب کی نماز پڑھانا شروع کی تو سورۃ الکافرون کو ٹھیک طرح سے نہ پڑھ سکا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (۴۳)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، جب مقامِ بیداء یا ذات الجیش مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، اس ہار کی تلاش کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہرنا پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی رکنا پڑا، وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ وہاں پانی موجود نہ تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھ کر سو گئے تھے اور کہنے لگے کہ تم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور سب لوگوں کو روک لیا، حالانکہ یہاں کہیں پانی نہیں ہے اور نہ کسی کے پاس پانی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ پر بہت ناراض ہونے لگے اور جو اللہ کو منظور تھا مجھے کہا سنا، اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچو کے لگانے لگے، میں نے صرف اس خیال سے حرکت نہیں کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح تک سوئے رہے اور پانی کا نام و نشان نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کی، سب نے تیمم کیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آل ابی بکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے وہ اونٹ اٹھایا۔ جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔‘‘

(رواہ البخاری عن اسماعیل بن ابی اویس و رواہ مسلم عن یحییٰ بن یحییٰ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات الجیش (مقام) میں پڑاؤ ڈالا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں (راستہ میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یمنی خرمہروں کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا۔ اس ہار کی تلاش میں لوگوں کو رکنا پڑا حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور کسی کے پاس پانی بالکل نہ تھا' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام پر پاک مٹی سے تیمّم کرنے کی رخصت کا حکم نازل فرمایا' چنانچہ تمام مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے زمین پر اپنے ہاتھ مارے پھر ہاتھوں کو اٹھایا تو ان کے ہاتھ میں ذرا بھی مٹی نہیں تھی۔ پھر ان کو اپنے چہروں پر پھیرا اور اپنے ہاتھوں سے مونڈھوں تک اور ہاتھوں کے نیچے سے اپنی بغلوں تک ہاتھ پھیرا۔ امام زہری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خدا کی قسم! تم بڑی برکت والی ہو کہ تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو یہ رخصت ملی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ (۴۹)

شان نزول:

یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے بچوں کو لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا ہمارے ان بچوں پر گناہ ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں' وہ کہنے لگے کہ ہم بھی ان کی طرح ہیں جو گناہ ہم دن کو کرتے ہیں وہ رات کو معاف کر دیا جاتا ہے اور جو گناہ رات کو کرتے ہیں وہ دن کو معاف کر دیا جاتا ہے' اپنے آپ کو پاکیزہ اور اپنی تعریف خود کرنے کا یہی مطلب ہے جس کا آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ (۵۱)

شان نزول:

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف (سرداران یہود) اہل مکہ کے پاس آئے تو اہل مکہ ان سے کہنے لگے تم اہل کتاب ہو اور اہل علم بھی ہو، تم یہ بتاؤ کہ ہم اچھے ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ انہوں نے کہا کہ پہلے تم اپنی اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات بتاؤ؟ اہل مکہ نے کہا کہ ہم اونچی کوہان والی اونٹنیاں ذبح کرتے ہیں، لوگوں کو پانی میں دودھ ملا کر (لسی) پلاتے ہیں، قیدیوں کو آزادی دلاتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہمارا دین قدیم ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین نیا ہے؟ اب بتاؤ کہ ہم اچھے ہیں یا وہ؟ حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف نے کہ کہ پھر تو تم ان سے زیادہ بہتر ہو اور سیدھے رستہ پر ہو، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ ''وَمَن يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ نَصِيْرًا (۵۲) تک۔

مفسرین کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف واقعہ احد کے بعد ستر یہودیوں کو لے کر مکہ آیا تاکہ قریش سے عہد شکنی کا وعدہ لے جو عہد ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا، چنانچہ کعب بن اشرف، ابوسفیان کے پاس آیا اور دوسرے یہود، قریش کے گھروں میں آ کر ٹھہرے، اہل مکہ نے کہا کہ تم اہل کتاب ہو، لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں تو پہلے ان دو بتوں (جبت اور طاغوت) کو سجدہ کرو اور ان پر ایمان لاؤ، ''يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ'' کا یہی معنی ہے، کعب نے اہل مکہ سے کہا کہ تیس آدمی تمہاری طرف سے اور تیس آدمی ہماری طرف سے آئیں اور کعبہ کے ساتھ لگ کر بیت اللہ کے رب سے یہ عہد کریں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ قتال کرنے میں خوب جدوجہد کریں گے، چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا، جب اس سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ تم پڑھے لکھے آدمی ہو اور ہم ان پڑھ اور جاہل ہیں، یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون زیادہ راہ راست پر ہے اور کون حق کے زیادہ قریب ہے؟ ہم ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ کعب نے کہا کہ تم اپنا دین و مذہب میرے سامنے پیش کرو، ابوسفیان نے کہا کہ ہم لوگ حاجیوں کے لیے اونچی کوہان والی اونٹنیاں ذبح کرتے ہیں ان کو پانی پلاتے ہیں، مہمان

نوازی کرتے ہیں' قیدیوں کو رہا کرواتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں' بیت اللہ کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں اور اس کا طواف بھی کرتے ہیں' پھر ہم اہل حرم بھی ہیں' جب کہ محمد (ﷺ) نے اپنا آبائی دین بھی ترک کر دیا ہے اور رشتے ناطے توڑ دیئے ہیں اور حرم کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمارا دین بھی قدیم ہے اور ان کا دین نیا ہے' کعب نے کہا کہ پھر تو تم ہی زیادہ راہ راست پر ہو جیسا کہ تم نے اپنے اوصاف ذکر کیے' اس پر یہ آیت اتری۔ ''اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا نَصِیْبًا مِنَ الْکِتٰبِ'' مراد ہیں کعب اور اس کے ساتھی۔

آیت مبارکہ:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ﴾ (۵۲)

شان نزول:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب دو یہودی آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تعلق بنو نضیر سے تھا' انہوں نے موسم حج میں قریش سے ملاقات کی تو مشرکین نے ان سے کہا کہ ہم راہ ہدایت پر ہیں یا محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی؟ دیکھیں! ہم حاجیوں کو پانی بھی پلاتے ہیں اور خانہ کعبہ کی دوسری خدمات بھی انجام دیتے ہیں اور ہم اہل حرم بھی ہیں' ان دونوں یہودیوں نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹے ہیں اور حضور ﷺ اور ان کے اصحاب سے محض حسد کرتے ہیں کہا کہ تم زیادہ راہ ہدایت پر ہو' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ پھر جب یہ دونوں واپس اپنی قوم کے پاس گئے تو ان کی قوم نے کہا کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ یہ آیت تم دونوں کے بارے میں نازل ہوئی' کہنے لگے کہ وہ سچ کہتے ہیں' خدا جانتا ہے کہ ہم نے محض حسد اور بغض کی وجہ سے ان کی مخالفت کی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا﴾ (۵۸)

شان نزول:

یہ آیت عثمان بن طلحہ الحجبی[1] کی شان میں نازل ہوئی۔ جن کا تعلق بنوعبدالدار سے تھا اور وہ سادن الکعبہ (خادم کعبہ) تھے، جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا اور خود اس کی چھت پر چڑھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے خانہ کعبہ کی کنجی مانگی تو بعض کے قول کے مطابق انہوں نے چابی دینے سے انکار کیا اور یہ کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو چابی دینے سے انکار نہ کرتا۔

بہر حال! حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے ان سے زبردستی چابی لے لی اور آپ ﷺ کے حوالہ کر دی، آپ ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں دو رکعتیں ادا کیں، جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ بیت اللہ کی چابی ان کے حوالہ کی جائے تا کہ وہ حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت گزاری کی سعادت حاصل کرسکیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ چابی عثمان کو واپس دے دی جائے اور ان سے معذرت بھی کی جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی، عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! پہلے تو تم نے مجھے تکلیف دی اور مجھ سے زبردستی چابی لے لی اور اب آئے ہو اور نرمی کرتے ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری شان میں آیت نازل فرمائی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے آیت تلاوت فرمائی تو عثمان نے

---

[1] آپ کا نام عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ تھا، ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ القرشی العبدری الحجبی تھا یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر خالد بن الولید کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آ گئے تھے اور مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے، وصال نبوی ﷺ کے بعد مکہ چلے آئے تھے اور وفات تک یہیں رہے اور ۴۲ ہجری کو وفات ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ دیکھیے اسد الغابۃ: ۳/۴۷۴

کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جب تک یہ بیت اللہ رہے گا اس کی چابی اور خدمت گزاری عثمان کی اولاد اور نسل میں رہے گی اور یہ سعادت آج تک ان ہی کو حاصل ہے۔

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی' نبی کریم ﷺ نے کعبہ کی کنجی ان سے لے لی اور فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل ہوئے' جب باہر آئے تو مذکورہ آیت کی تلاوت کر رہے تھے' پھر عثمان کو بلایا اور چابی ان کے حوالہ کی اور فرمایا کہ اے ابوطلحہ کی اولاد! اللہ کی امانت لے لو' ایک ظالم کے سوا اور کوئی تم سے یہ کنجی نہیں لے گا۔''

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے چابی میرے اور عثمان کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوطلحہ کی اولاد! یہ کنجی ہمیشہ کے لیے لے لو' ایک ظالم کے سوا اور کوئی تم سے یہ چابی نہیں لے گا۔'' چنانچہ ابوطلحہ کی اولاد ہی خانہ کعبہ کی خدمت سرانجام دیتی ہے نہ کہ بنو عبدالدار۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (۵۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ[۱] کے بارے میں نازل ہوئی جن کو آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا تھا۔'' (رواه البخاری عن صدقة بن فضل و رواه مسلم عن زهیر بن حرب)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

---

[۱] ابن مندہ کہتے ہیں کہ آپ کا نام ونسب اس طرح ہے، عبداللہ بن حذافہ بن سعد بن سعد بن عدی بن قیس بن سعد بن سہم۔ رومیوں نے کسی موقع پر آپ کو قید کر لیا تھا، آپ نے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مصر میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ۳/۱۰۷)

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر عرب کے کسی قبیلہ کی جانب بھیجا جس کا امیر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنایا' اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر روانہ ہوئے اور رات کے وقت اس قبیلہ کے پاس پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تا کہ صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا جائے' اس قوم کو اپنے جاسوس کے ذریعہ پتہ چل گیا تو راتوں رات سب بھاگ گئے' پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں چلا آیا اور معلوم کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اوران سے کہا کہ اے ابو الیقظان! میں اسلام قبول کر چکا ہوں' میں تم میں سے ہوں' میری قوم کو جب پتہ چلا کہ تم آ پہنچے ہو تو وہ بھاگ گئی' تو آیا میرا اسلام قبول کرنا مجھے نفع دے گا؟ ورنہ میں بھی اپنی قوم کی طرح بھاگ جاتا ہوں؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو' یقیناً یہ اسلام تمہیں نفع دے گا' تم نہ بھاگو' وہ شخص گھر واپس گیا اور ان کو گھر میں ہی ٹھہرنے کا کہا' صبح کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کشی کی تو اس شخص کے سوا وہاں کسی کو نہ پایا' اسے اس کے مال سمیت گرفتار کرلیا' جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس کو چھوڑ دو' یہ مسلمان ہے اور میں نے اس کو امان دے دی تھی اور اس کو اپنی جائے رہائش میں رہنے کا کہا تھا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ تم کون ہوتے ہو اس کو پناہ دینے والے؟ امیر تو میں ہوں! حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں' آپ امیر ہیں اور میں نے آپ کی موجودگی میں اس کو پناہ دی ہے' دونوں بزرگوں میں تلخ کلامی ہوگئی' نزاع بڑھا تو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس آدمی کا سارا واقعہ بتایا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پناہ دیدی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی پناہ کو جائز قرار دیا' اور منع فرمایا کہ آئندہ امیر کی طرف سے پناہ نہ دینا' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کچھ زیادہ سخت جملہ کہا جس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کو آزادی دیتے ہیں کہ مجھے برا بھلا کہے! خدا کی قسم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نہ ہوتے تو یہ

مجھے برا بھلا نہ کہتا' حضرت عمار رضی اللہ عنہ' ہاشم بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے' اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خالد رضی اللہ عنہ! عمار رضی اللہ عنہ کو برا نہ کہو' جو شخص عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے گا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائیں گے' اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا۔'' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اٹھے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے دوڑے اور ان کا دامن پکڑ لیا اور ان سے راضی ہونے کی درخواست کی' چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے، اس موقع پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی اور حکام کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (۶۰)

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو برزہ اسلمی[۱] ایک کاہن (نجومی) شخص تھا جو یہودیوں کے معاملات کے فیصلے کرتا تھا' ایک دفعہ کچھ مسلمان لوگ بھی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے اس کے پاس چلے گئے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ آیت ایک انصاری آدمی' قیس اور یہودی آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جن کا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا تھا' وہ دونوں مدینہ کے ایک کاہن کے پاس اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے کے لیے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو موردِ الزام

۱۔ ان کے اور ان کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے' اصح قول یہ ہے کہ ان کا نام نضلہ بن عبید یا نضلہ بن عائذ ہے' بصرہ میں قیام کیا تو وہاں ایک گھر بنایا' پھر خراسان آ گئے وہاں مرو کو اپنا مسکن بنایا اور ابن زیاد کی حکومت کے بعد بصرہ میں ۶۰ ہجری کو وفات پائی۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابھی باحیات تھے' بعض کہتے ہیں کہ ۶۴ ہجری کو وفات پائی۔

ٹھہرایا' یہودی آدمی تو اس کو نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کا کہتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ آنحضور ﷺ اس پر ظلم و زیادتی نہیں کریں گے' لیکن انصاری شخص حضور ﷺ کے پاس جانے سے انکاری تھا اور خود کو مسلمان کہتا تھا' وہ کہتا تھا کہ اس کاہن کے پاس چلو' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانیت کا دعویٰ کرنے والے شخص کی مذمت فرمائی اور اس یہودی کو بھی قابل مذمت قرار دیا جو اہل کتاب میں سے تھا۔

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک منافق آدمی اور یہودی شخص کے درمیان کوئی جھگڑا تھا' یہودی نے منافق شخص کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کا کہا' اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ آنحضور ﷺ رشوت نہیں لیتے ہیں' لیکن وہ منافق آدمی' یہودی کو اپنے حاکم کے پاس جانے کا کہتا تھا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ وہ معاملات کا فیصلہ کرنے میں رشوت لیتا ہے چنانچہ جب ان دونوں کا آپس میں اختلاف ہوا تو آخر کار اس بات پر اتفاق ہوا کہ قبیلہ جہینہ کے کاہن کو اپنا ثالث بناتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر اور جو کچھ آپ ﷺ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے لیکن اپنے فیصلے پر غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں' شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے' بہرحال ''اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ'' سے لے کر ''وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً'' (۶۵) تک کی آیات نازل ہوئیں۔ اس آیت میں ''بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ'' اور ''بِمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ'' سے مراد وہ منافق اور یہودی آدمی ہے۔

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ' ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک منافق شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کا ایک یہودی آدمی کے ساتھ کوئی جھگڑا تھا' یہودی نے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کروانے کے لیے محمد (ﷺ) کے پاس چلو' منافق نے کہا کہ نہیں' بلکہ کعب بن اشرف کے پاس چلو جس کا اللہ تعالیٰ نے ''الطاغوت'' نام رکھا ہے' یہودی نہ مانا' کہنے لگا کہ نہیں' رسول

ﷺ کے پاس ہی چلو' جب منافق نے دیکھا کہ وہ یہودی نہیں مان رہا تو اس کو لے کر رسول کریم ﷺ کے پاس آ گیا' دونوں نے اپنا قضیہ پیش کیا' رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا' جب وہ دونوں وہاں سے باہر نکلے تو منافق آدمی اس یہودی کے ساتھ چمٹ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلو' چنانچہ جب وہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے کہا کہ ہم پہلے محمد ﷺ کے پاس اپنا قضیہ لے کر گئے تھے اور حضور ﷺ نے اس کے خلاف فیصلہ دیا تھا لیکن یہ اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کے پاس حاضر ہو کر اپنا فیصلہ کرائیں گے اور یہ میرے ساتھ چمٹ گیا اور مجھے آپ کے پاس لے آیا!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے فرمایا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا کہ اچھا! ذرا یہاں ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور تلوار لے کر آئے اور اس سے منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا کہ ایسے شخص کا میں اسی طرح فیصلہ کیا کرتا ہوں جو خدا کے فیصلہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو' یہودی (یہ واقعہ دیکھ کر) بھاگ گیا' پھر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی اور جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اسی لیے ان کا نام ''الفاروق'' ہوا۔

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہود میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور کچھ منافق ہو گئے' دور جاہلیت میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کا حال یہ تھا کہ اگر بنو قریظہ کا کوئی آدمی بنو نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جاتا تھا اور سو وسق کھجور کے بطور دیت کے لی جاتی تھی اور اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس سے ساٹھ وسق کھجور کے دیت کے طور پر لیے جاتے تھے' بنو نضیر' قبیلہ اوس کے حلیف تھے اور قریظہ کے مقابلہ میں زیادہ باعزت اور باشرافت سمجھے جاتے تھے جبکہ بنو قریظہ' قبیلہ خزرج کے حلیف تھے' چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بنو نضیر کے ایک آدمی نے قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا جس پر ان کا جھگڑا ہوا' بنو نضیر

نے کہا کہ ہمارا زمانہ جاہلیت میں باہمی معاہدہ ہو چکا ہے کہ بدلہ میں تمہارا آدمی تو قتل کیا جائے گا لیکن ہمارا آدمی قتل نہیں کیا جائے گا' نیز اس پر مصالحت ہوئی تھی کہ تمہاری دیت ساٹھ وسق (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) اور ہماری دیت سو وسق ہوگی' لہٰذا ہم تمہیں اس کے مطابق دیت دیئے دیتے ہیں' قبیلہ خزرج کے لوگ کہنے لگے کہ یہ تو وہ کام ہیں جنہیں تم دور جاہلیت میں کیا کرتے تھے' کیوں کہ اس وقت تم تعداد میں زیادہ اور ہم کم ہوتے تھے جس کی وجہ سے تم نے ہم کو مقہور و مغلوب بنا رکھا تھا لیکن آج تو ہم سب بھائی بھائی ہیں اور ہمارا دین بھی ایک ہے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے' منافقین نے کہا کہ اس جھگڑے کے فیصلہ کے لیے ابو برزہ اسلمی کاہن کے پاس چلو' مسلمانوں نے کہا کہ نہیں' بلکہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس چلو! منافقین نہ مانے اور اپنا فیصلہ ابو برزہ اسلمی کے پاس لے گئے تو ابو برزہ نے کہا کہ رشوت کیا دو گے؟ انہوں نے کہا کہ دس وسق دیں گے' اس نے کہا کہ نہیں' میں تو اپنی دیت کے سو وسق لوں گا' کیوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر نضیر کے حق میں فیصلہ کیا تو قریظہ والے مجھے قتل کر دیں گے اور اگر میں نے قریظہ کے حق میں فیصلہ کیا تو نضیر والے مجھے مار ڈالیں گے' لیکن انہوں نے دس وسق سے زیادہ دینے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اس کو حکم (فیصلہ کرنے والا) ماننے سے بھی انکار کر دیا۔

اس موقع پر یہ آیت بالا نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اس اسلمی کاہن کو اسلام کی طرف دعوت دی تو وہ نہ مانا اور واپس چلا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے دو بیٹوں سے فرمایا کہ اپنے والد کو جا کر لاؤ' اگر وہ فلاں گھاٹی سے گزر گیا تو کبھی مسلمان نہ ہوگا' چنانچہ وہ گئے اور اس کو کسی طرح واپس لے کر آئے اور بالآخر وہ اسلمی کاہن مشرف بہ اسلام ہو گیا اور حضور اقدس ﷺ نے اعلان کرا دیا کہ سن لو! اسلمی کاہن مسلمان ہو گیا ہے۔''

آیت مبارکہ:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (۶۵)

شان نزول:

یہ آیت حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ[۱] اور ان کے مدمقابل حاطب بن ابی بلتعہ[۲] یا بقول بعض ثعلبہ بن حاطب[۳] کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ ان کا کسی انصاری آدمی سے جھگڑا ہو گیا تھا جو (انصاری آدمی) بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھا' ہمارا جھگڑا مقام حرہ کے ایک نالے کے بارے میں ہو گیا تھا جس سے ہم دونوں اپنے اپنے باغ کو سینچتے تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ! پہلے تم اپنا باغ سینچ لو پھر اپنے پڑوسی کو پانی دے دینا۔'' اس پر انصاری آدمی نے غصہ میں کہا کہ یا رسول اللہ! اس لیے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں! آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک کا رنگ یہ سن کر بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ زبیر رضی اللہ

۱۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام زبیر بن العوام بن خویلد الاسدی القرشی ہے' آپ بہادر صحابی ہیں' عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کے زمانہ میں تلوار سونتی' آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں' بارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بدر' احد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ مالدار اور بڑے بیوپار تھے' آپ کا قد بہت طویل تھا' آپ جنگ جمل میں وادی سباع میں ابن جرموز کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۲۔ آپ کا نام حاطب بن ابی بلتعہ ہے اور بلتعہ کے والد کا نام عمرو بن عمیر بن سلمہ تھا' جو لخم کی شاخ بنو خالفہ میں سے تھے' آپ بنی اسد بن عبدالعزی کے حلیف تھے' پھر زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے حلیف ہو گئے۔ (کمافی اسد الغابۃ) آپ بدر اور حدیبیہ کے معرکوں میں بھی شریک تھے۔ دیکھیئے اسد الغابۃ ۱/۴۳۱

۳۔ آپ کا نسب اس طرح سے ہے' ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن اوس الانصاری الاوسی' آپ بدر میں شریک تھے۔ یہ وہی شخص ہیں جو دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا تھا یارسول اللہ: میرے لیے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال و دولت سے نواز دے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ افسوس! تھوڑا ہو اور اس کا شکر ادا کیا جائے وہ اس کثیر دولت سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری طاقت سے باہر ہو۔ یہ ایک طویل قصہ ہے جس کے نتیجہ میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۵'۷٦'۷۷ نازل ہوئی۔

عنہ! اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے پھر اپنے پڑوسی کے لیے اسے چھوڑ دو۔'' اس مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بصراحت پورا حق دیدیا' کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی' غصہ قدرتی تھا' حضور اقدس ﷺ نے اپنے پہلے فیصلہ میں دونوں کیلئے رعایت رکھی تھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں اس انصاری صحابی کے ساتھ رعایت تھی' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ یہ آیت مذکورہ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔'' (رواہ البخاری عن علی بن عبداللّٰہ و رواہ مسلم عن قتیبة)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا کسی آدمی سے نزاع ہوگیا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا تو وہ آدمی کہنے لگا کہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں اس لیے فیصلہ کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی ہے! اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ (٦٩)

شانِ نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ[1] جو کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے' کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ثوبان بن بجدد یا ثوبان بن جحدر ہے' آپ یمن کے علاقہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض کے نزدیک سراۃ سے تعلق رکھتے تھے' بعض کے نزدیک مذحج سے تعلق تھا' آپ قیدی تھے' آنحضور ﷺ نے آپ کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔ آپ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے' وصال نبوی ﷺ کے بعد ملک شام چلے گئے اور مقام رملہ میں قیام پذیر ہوگئے اور وہیں گھر بنایا' آپ نے ایک گھر مصر میں اور ایک گھر حمص میں بھی بنایا تھا' ۵۴ ہجری کو وفات پائی' فتح مصر میں شریک تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو آنحضور ﷺ سے بہت محبت تھی' جب تک دیدار نہ ہو جاتا صبر نہ ہوتا' ایک دن حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا' جسم لاغر اور نڈھال ہوا جارہا تھا اور چہرے پر رنج وغم کے آثار نمایاں تھے' آنحضور ﷺ نے پوچھا: ثوبان رضی اللہ عنہ! تیرے چہرے کا یہ رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کی یارسول اللہ! مجھے کوئی درد یا تکلیف نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ حال ہو' اصل میں بات یہ ہے کہ جب مجھے آپ ﷺ کا دیدار نہیں ہوتا تو میں آپ کے دیدار کا مشتاق ہو جاتا ہوں اور جب تک ملاقات نہ ہو جائے بڑی وحشت محسوس کرتا ہوں' پھر جب آخرت کا تصور باندھتا ہوں تو خوف زدہ ہو جاتا ہوں کہ وہاں آپ ﷺ نظر نہ آئیں گے' اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ دوسرے نبیوں کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے' اگر میں جنت میں داخل ہوا تو یقیناً میرا درجہ آپ ﷺ کے درجہ سے کم ہوگا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوسکا تو پھر تو میں اسی بات کا مستحق ہوں کہ آپ ﷺ کو کبھی نہ دیکھ سکوں' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا میں تو ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم آپ ﷺ سے جدا ہو جائیں لیکن جب آپ ﷺ ہم سے رحلت فرما جائیں گے تو آپ کا مقام و مرتبہ ہم سے بہت اونچا ہوگا تو اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی کہ کسی نے یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! دنیا میں تو ہم آپ ﷺ کو دیکھ لیتے ہیں لیکن آخرت میں ہم آپ ﷺ کو نہ دیکھ پائیں گے کیونکہ آپ کا مرتبہ ہم سے بہت بلند ہوگا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ذات مجھے اپنی جان اور اہل و اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے' میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ ﷺ کی یاد ستاتی ہے تو جب تک حاضر نہ ہو جاؤں اور دیکھ نہ لوں صبر نہیں ہوتا' لیکن جب مجھے اپنی

اور آپ ﷺ کی وفات کا خیال آتا ہے تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے تو دوسرے نبیوں کے ساتھ بلند مقامات میں ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا! آنحضرت ﷺ نے اسے جواب نہیں دیا' یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ﴾ (۷۷)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ[۱]' حضرت قُدامہ بن مظعون[۲] رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص[۳] شامل ہیں۔ یہ حضرات مشرکین کی طرف سے طرح طرح کی اذیتوں

---

[۱] آپ کا نام مقداد بن عمرو بن ثعلبہ البہراوی المعروف بہ مقداد بن اسود ہے' مقداد' اسود کے حلیف تھے اسود نے ان کو اپنا متبنّٰی بنایا تھا' آپ سابقین اسلام میں سے ہیں' آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مکہ واپس آ گئے' آپ بدر میں شریک تھے۔ بدر میں آپ کا مقام و مرتبہ مشہور ہے' نیز آپ احد اور باقی تمام غزوات میں بھی شریک تھے' فتح مصر میں بھی شریک تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں وفات پائی۔ دیکھیے اسد الغابہ ۴/۴۷۵۔

[۲] آپ کی کنیت ابو عمرو اور نام قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وھب بن حزافہ بن جمیع القرشی الجمحی ہے' آپ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' سابقین اسلام میں سے ہیں' ہجرت حبشہ میں شریک تھے' بدر' احد اور باقی تمام معارک میں موجود تھے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا گورنر بنایا تھا' آپ کی وفات ۳۶ ہجری کو ہوئی' اس وقت عمر ۶۸ سال تھی۔

[۳] کنیت ابو اسحاق اور نام سعد بن وقاص مالک بن اھیب بن عبد مناف القرشی الزہری ہے' آپ مالدار صحابی ہیں' آپ عراق اور کسریٰ کے بلاد کے فاتح ہیں' ان چھ افراد میں سے ایک ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے منتخب کیا تھا' پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کی' نیز آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' آپ کا لقب فارس الاسلام ہے۔

کا نشانہ بنتے تھے اور حضور ﷺ سے عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ ہمیں ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دے دیں، حضور ﷺ ان سے فرماتے کہ ان کے ساتھ لڑنے سے باز رہو، کیوں کہ مجھے ان کے قتال کا حکم نہیں ملا۔'' پھر جب رسول کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرکین کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تو بعضوں نے اس حکم پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان پر یہ حکم شاق گزرا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مکہ معظّمہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اس سے قبل جب ہم مشرک تھے تو عزت کی زندگی گزارتے تھے، لیکن جب ہم مسلمان ہوئے تو ذلت وخواری ہمارا مقدر ہوگئی! حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تم ان لوگوں سے قتال نہ کرو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا تو قتال کا حکم بھی دے دیا مگر وہ اس حکم پر عمل کرنے سے گریزاں ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ﴾ (۷۸)

شانِ نزول:

حضرت ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب احد کی لڑائی میں مسلمان شہید ہوئے تو منافقین کہنے لگے (جو جہاد پر نہیں گئے تھے) اگر ہمارے وہ بھائی جو قتل ہوگئے اگر ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿فَمَا لَکُمۡ فِی الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِئَتَیۡنِ﴾ (۸۸)

شان نزول:

حضرت عبداللہ بن یزید بن ثابت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احد کی جانب نکلے تو کچھ ساتھی (منافق) راستہ سے ہی واپس لوٹ آئے، مسلمانوں کا ان کے متعلق اختلاف ہوا' ایک گروہ نے کہا کہ ہم ان کو قتل کریں گے اور ایک گروہ نے کہا کہ ہم ان کو قتل نہیں کریں گے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری عن بندار و رواہ مسلم عن عبداللہ بن معاذ)

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ عرب کی ایک قوم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ پھر وہ مدینہ کی وباء اور اس کے بخار میں مبتلا ہونے کی وجہ سے الٹے پاؤں پھر گئی اور مدینہ سے نکل گئی راستہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے واسطہ پڑا تو انہوں نے پوچھا کہ تم واپس کیوں چلے آئے؟ کہنے لگے کہ ہم مدینہ کی وباء میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہاں کی آب و ہوا ہمیں موافق نہ آئی' صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تو تمہارے لیے اسوہ حسنہ کا درجہ رکھتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ لوگ منافق ہو گئے تھے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ منافق نہیں ہوئے تھے بلکہ مسلمان ہی تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام مجاہدؒ اس آیت کے شان نزول کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ معظمہ سے نکل کر مدینہ منورہ آئے تھے اور خود کو مہاجر کہتے تھے پھر مرتد ہو گئے تھے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسباب تجارت لانے کی اجازت لے کر مکہ چلے آئے، ان کے متعلق مسلمانوں کی آراء مختلف ہوئیں۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور بعض نے کہا کہ مومن ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو طشت ازبام کرتے ہوئے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

اور اس آیت مبارکہ: ''فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ'' (۸۹) میں ان کے ساتھ قتال کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ وہ اپنا اسباب

تجارت لے آئے' مقصد یہ تھا کہ ہلال بن عویمر الاسلمی کو پکڑیں گے ہلال بن عویمر کا حضور اقدس ﷺ سے معاہدہ تھا' ان کو مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا گیا تھا' چنانچہ آیت نمبر ۹۰۔ ''اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ'' کے ذریعہ ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَئًا﴾ (۹۲)

شان نزول:

عبدالرحمٰن بن القاسم اپنے والد (قاسم) سے نقل کرتے ہیں کہ حارث بن زید' حضور ﷺ کا سخت مخالف تھا' پھر اسلام کے ارادہ سے آرہے تھے کہ راستہ میں عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ[1] ملے' حارث کا ارادہ اسلام قبول کرنے کا تھا لیکن عیاش کو اس کی خبر نہ تھی' چنانچہ عیاش نے اس کو فوراً قتل کردیا جس پر یہ آیت اتری۔ امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی مسلمان ہوئے اور انہیں اپنے اسلام کے ظہور کا اندیشہ ہوا تو وہ مدینہ منورہ بھاگ آئے' پھر ایک قلعہ میں پہنچ کر پناہ لے لی' ان کی والدہ بہت پریشان ہوئی' اپنے بیٹوں' ابوجہل اور حرث بن ہشام سے کہا کہ میں اس وقت تک نہ گھر کی چھت کا سایہ لوں گی اور نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی جب تک کہ تم اس کو میرے پاس نہیں لے آتے۔ چنانچہ وہ دونوں اس کی

[1] آپ کا نام عیاش بن عمرو بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ ابوجہل کے ماں شریک بھائی ہیں، آپ قدیم الاسلام ہیں اور ہجرتِ حبشہ میں شریک تھے، پھر مکہ معظمہ واپس آکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے ماں شریک بھائی اور حشام کے بیٹے ابوجہل اور حارث ان کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ ان کی والدہ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میرا بیٹا واپس نہیں آجاتا میں اپنے سر میں نہ تیل ڈالوں گی اور نہ ہی سایہ میں بیٹھوں گی۔ چنانچہ ان کی باتوں میں آکر ان کے ساتھ چلے تو انہوں نے ان کو باندھ دیا اور مکہ معظمہ میں قید کردیا، آپ جنگ یرموک میں شہید ہوئے، طبری کہتے ہیں کہ آپ مکہ میں فوت ہوئے۔

تلاش میں نکلے' ان کے ساتھ حرث بن زید بن ابی انیسہ بھی ہو لیے' تلاش کرتے کرتے مدینہ منورہ پہنچے اور عیاش کو قلعہ میں پایا تو دونوں نے ان سے کہا کہ قلعہ سے نیچے اتر آؤ' تمہاری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ نہ تو گھر چھت کا سایہ لے گی اور نہ کچھ کھائے پیئے گی جب تک تم اس کے پاس واپس نہیں چلے جاتے' اور خدا کی قسم! ہم تمہیں کسی چیز کو ماننے پر مجبور نہیں کریں گے اور نہ تمہارے دین کے درمیان حائل ہوں گے' جب ان دونوں نے اس سے والدہ کی بے صبری اور اپنے عہد و پیمان کا ذکر کیا تو وہ نیچے اتر آئے' انہوں نے اس کو مدینہ سے باہر نکالا اور اس کو لمبے تسموں سے باندھا اور ہر ایک نے سو سو دِرّے مارے' پھر ان کو والدہ کے پاس لائے' والدہ نے کہا کہ خدا کی قسم! میں تجھے اس بندش سے اس وقت تک نہیں کھولوں گی جب تک کہ تو اس چیز کا انکار نہ کر دے جس پر تو ایمان لایا ہے' پھر ان لوگوں نے ان کو باندھ کر دھوپ میں کھڑا کر دیا' عیاش نے ان کی کچھ باتیں مان لیں' پھر حرث بن زید ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے عیاش! تو جس دین پر تھا اگر وہ حق و ہدایت ہے تو تو نے ہدایت کو چھوڑ دیا اور اگر گمراہی ہے تو تو پہلے اس گمراہی پر تھا۔'' عیاش کو (یہ بات سن کر) غصہ آیا اور کہا کہ جب بھی تنہائی کا موقع ملا تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا' عیاش اس کے بعد مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ ہجرت کر کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، پھر ایک موقع پر حرث بن زید بھی مسلمان ہو گئے اور مدینہ منور ہجرت کر کے آ گئے۔ عیاش اس دن موجود نہ تھے اور انہیں ان کے مسلمان ہونے کا علم بھی نہ تھا تو ایک دن وہ قبا کے پاس چلے جا رہے تھے کہ اچانک حرث بن زید سے ملاقات ہوئی' جب عیاش نے ان کو دیکھا تو ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا' لوگ کہنے لگے کہ اے عیاش! یہ تو نے کیا کام کیا؟ وہ تو مسلمان ہو چکا تھا' عیاش فوراً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ میرا حرث کے ساتھ نزاع چل رہا تھا' مجھے قتل کرتے وقت ان کے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا' اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہو گئے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾(۹۳)

شان نزول:

امام کلبی، بروایت ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مقیس بن ضبابہ نے اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کو بنونجار کے ہاں مقتول حالت میں پایا، ہشام مسلمان تھے، وہ فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور حضور ﷺ سے سارا واقعہ ذکر کیا تو رسول پاک ﷺ نے ان کے ساتھ بنوفہر کا ایک قاصد روانہ کیا اور اس قاصد سے فرمایا کہ "تم بنونجار کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اگر تم کو ہشام بن ضبابہ کے قاتل کا علم ہے تو وہ قاتل اس کے بھائی کے حوالہ کر دو تاکہ وہ اس سے بدلہ لے لے اور اگر تمہیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے تو اس کی دیت اس کو دیدو۔" چنانچہ بنوفہر کے اس آدمی نے بنونجار کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے اللہ و رسول ﷺ کا حکم سنا اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، خدا جانتا ہے کہ ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے، البتہ ہم اس کی دیت ادا کیے دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس کے بھائی کو سو اونٹ دیدیئے، پھر وہ دونوں مدینہ واپس روانہ ہوئے تو شیطان، مقیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا؟ تو نے اپنے بھائی کی دیت لے لی، اس طرح تو لوگ تمہیں الزام دیں گے، ایسا کرو کہ اپنے ساتھ والے شخص کو قتل کر دو، اس طرح ایک جان کے بدلہ میں جان بھی ہو جائیگی (یعنی قصاص بھی ہوگا) اور دیت بھی الگ مل جائیگی، مقیس نے ایسا ہی کیا اس فہری (بنوفہر کے آدمی) کو پتھر مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا، پھر ایک اونٹ پر سوار ہو کر بقیہ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے بحالت کفر مکہ واپس چلا آیا اور راستہ میں درج ذیل اشعار پڑھتا گیا۔

قتلت بہ فہراً و حملت عقلہ   سراۃ بنی النجار ارباب فارع
وادرکت ثاری و اضطجعت موسّدا   وکنتَ الی الاوثان اوّل راجع

مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے بھائی کے بدلہ میں فہری کو قتل کر دیا اور بنو نجار سے اس کی دیت بھی لے لی' اس طرح میں نے اپنا انتقام بھی لے لیا اور آرام سے لیٹ گیا اور میں سب سے پہلے بتوں کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اس کا خون مباح کر دیا۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو بازار میں پا کر قتل کر دیا۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا﴾ (۹۴)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جہاد کے لیے جا رہی تھی' راستہ میں ایک آدمی ملا' اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا: السلام علیکم۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے کہ یہ جان بچانے کے لیے سلام کر رہا ہے اس لیے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال بطور غنیمت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" سامان دنیا سے مراد وہ مال غنیمت ہے۔ (رواہ البخاری عن علی و رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ سلیم کا ایک آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملا' اس آدمی کے پاس بکریاں تھیں' اس نے ان کو سلام کیا تو صحابہ کہنے لگے کہ یہ اپنی جان بچانے کی خاطر سلام کر رہا ہے اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اٹھے اور اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال غنیمت لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا" الخ والی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ مجاہدین کے ایک دستہ کے ساتھ نکلے وہ دستہ راستہ میں ایک آدمی کے پاس سے

گزرا جس آدمی کے پاس بہت سا مال تھا' صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اس نے کلمہ پڑھا۔ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ"حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اس کیوں قتل کیا؟ حالانکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا اور اس طرح اس کا جان مال اور اولاد محفوظ ہوگئی تھی! جب یہ لشکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے سارا واقعہ عرض کیا گیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت گشت پر نکلی' راستہ میں مشرکین سے مقابلہ ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو بھگا دیا ان کا ایک آدمی دوڑا تو ایک مسلمان اس کے پیچھے لگا وہ اس کا سامان لینا چاہتا تھا جب اس نے اس پر نیزہ رکھا تو وہ کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوں' میں مسلمان ہوں لیکن اس نے اس کی تکذیب کی اور اس کو نیزے سے مار دیا اور اس کا سامان بھی لے لیا جو کہ تھوڑا سا تھا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے اس کو قتل کر دیا! حالانکہ وہ مسلمان ہونے کا دعویدار تھا۔" عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے صرف اپنی جان کے بچاؤ کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہا تھا۔" حضور ﷺ نے فرمایا کہ "کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ آیا وہ سچا ہے یا جھوٹا؟" اس نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے معلوم تھا (کہ وہ اسی نیت سے کہہ رہا ہے) حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو! تجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں تھی' اس نے اپنی زبان سے حقیقت ظاہر کر دی تھی۔" (راوی) کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ نہ گزرا ہوگا کہ وہ قاتل بھی وفات پا گیا اور اس کو دفن کر دیا گیا' جب صبح ہوئی تو وہ قبر کے ایک طرف پڑا ہوا تھا' لوگوں نے دوبارہ قبر کھود کر اس کو دفن کیا تو اگلے دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسی طرح قبر کے ایک طرف (باہر) پڑا ہوا ہے' دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا' جب لوگوں نے دیکھا کہ زمین تو اس کو قبول نہیں کرتی تو انہوں نے کسی گھاٹی میں اس کی نعش کو پھینک دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین تو اس سے بھی برے شخص کو اپنے اندر جگہ دے دیتی لیکن لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہوگئی کہ وہ ایسی حرکت دوبارہ نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر اضم (وادی) کی طرف بھیجا' جب یہ لشکر وادی اضم میں پہنچا تو عامر بن اضبط اشجعی اپنی سواری پر سوار ہوکر آ رہے تھے قریب پہنچ کر انہوں نے سلام کیا' سب لوگ تو رک گئے مگر محلم بن جثامہ[1] نے آپس کی لڑائی کی بناء پر اس پر فوراً حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر دیا اور سارا ساز و سامان اپنے قبضہ میں کر لیا اور ان کے اونٹ کو بھی سلب کر لیا' پھر ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا تو اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ امام سدّی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بھیجا تو راستہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا سے مقابلہ ہو گیا' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا' مرداس' فدک کے رہنے والے تھے اور ان کی قوم میں ان کے سوا اور کوئی مسلمان بھی نہیں تھا' اور اس وقت وہ کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھ رہا تھا' اور اس نے ان کو سلام بھی کیا تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھ رہا تھا!'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ جان بچانے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ قیامت کے روز کلمہ "لَا اِلٰہ الاّ اللّٰہ" کے ساتھ تجھ سے جھگڑے گا! اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات بار بار دہرا رہے تھے کہ کیا تو نے کلمہ پڑھنے والے شخص کو مار ڈالا!'' یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس دن مسلمان

---

[1] محلم بن جثامہ کا نام یزید بن قیس بن ربیعہ بن عبداللہ بن یعمر الشدّاخ الکنانی اللیثی ہے۔ طبری لکھتے ہیں کہ محلم بن جثامہ کی وفات عہد رسالت میں ہوئی' لوگوں نے ان کو دفنایا تو زمین نے ہر بار ان کی نعش کو باہر پھینک دیا' چنانچہ دو پہاڑوں کے درمیان کسی جگہ ڈال دیا گیا اور اس پر پتھر ڈال دیئے گئے' ابو عمر کہتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ کوئی اور شخص تھا' کیوں کہ محلم کی وفات تو ابن الزبیر کے دور حکومت میں مقام حمص میں ہوئی تھی۔ دیکھیے۔ الاستیعاب: ۱۴۶۲/۴

نہ ہوتا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس خبر کی صحت پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابوبکر محمد بن ابراہیم الفارسی رحمتہ اللہ علیہ نے ہم سے بیان کی ہے (جس میں یہ ہے کہ) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرقہ بن جہینہ کی طرف ہمیں بھیجا' چنانچہ ہم نے وہاں کے لوگوں پر صبح کے وقت ہی حملہ کر کے بھگا دیا' مجھے اور انصاری صحابی کو ان کا ایک آدمی ہاتھ لگا' جب ہم نے اس کو زچ کیا تو وہ کہنے لگا: لا الہ الا اللّٰہ'' وہ انصاری آدمی تو رک گیا مگر میں نے اس کو اپنا نیزہ مار کر قتل کر دیا' جب ہم واپس ہوئے اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اس کو قتل کر دیا بعد ازیں کہ اس نے لا الہ الا اللّٰہ پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اصل میں اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہی فرمایا کہ کیا تو نے اس کو قتل کر دیا بعد ازیں کہ اس نے لا الہ الا اللّٰہ'' پڑھا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس دن سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

آیت مبارکہ:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۹۵)

شان نزول:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا اور اس آیت میں ''اُولِی الضَّرَرِ'' کا لفظ (ابھی) مذکور نہیں تھا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ[1] آئے اور کہنے لگے کہ میں

[1] آپ کا نام عمر بن قیس بن زائدہ بن اصم (اصم کا نام جندب ہے) بن ھرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی القرشی العامری ہے۔ آپ نابینا تھے لیکن مسجد میں مؤذن تھے، مصعب بن عمیر کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی، بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے کچھ ہی عرصہ بعد ہجرت فرمائی۔ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آپ کے پاس جھنڈا تھا، اسی میں شہید ہوئے۔ امام واقدی کے قول کے مطابق اس جنگ سے واپس مدینہ چلے آئے تھے اور یہیں وفات پائی ہے۔

کیسے جہاد کرسکتا ہوں میں تو نابینا ہوں! حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اسی مجلس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی کا نزول شروع ہوا' حضور ﷺ نے میری ران پر سہارا لیا ہوا تھا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری ران پر آپ ﷺ کا ثقل اتنا بڑھا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے' پھر وحی منقطع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لکھو: "لَایَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" چنانچہ انہوں نے اس آیت کو لکھا۔" (رواہ البخاری عن اسماعیل بن عبداللہ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ شانہ کا ٹکڑا لائے اور اس کو اس پر لکھا' ابن ام مکتوم نے اپنی بینائی کی شکایت کی تو پھر "غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" کا حصہ نازل ہوا۔

(رواہ البخاری عن ابی الولید و رواہ مسلم عن بندار عن غندر عن شعبۃ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "زید رضی اللہ عنہ کو بلاؤ اور اس کو کہو کہ قلم دوات اور شانہ کا ٹکڑا لے کر آئیں' (جب وہ آئے تو) فرمایا کہ یہ آیت لکھو: "لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں' چنانچہ وہیں "غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" کا حصہ بھی نازل ہوا۔ (رواہ البخاری عن محمد بن یوسف)

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (۹۷)

شان نزول:

یہ آیت مکہ کے چند ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو خود کو مسلمان کہتے تھے' اور وہ ہجرت مدینہ میں بھی شامل نہیں تھے' زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور دل میں نفاق چھپا رکھا تھا' جب بدر کا معرکہ آیا تو وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مشرکین کے ساتھ نکلے اور وہیں مارے گئے' فرشتوں نے ان کے چہروں اور دبروں (پشتوں)

پر مارا اور ان سے وہ کچھ کہا جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ مذکورہ آیت میں ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت آخر تک تلاوت کی' پھر فرمایا کہ یہ مکہ کے کچھ مسلمان باشندے تھے' جو مشرکین کے ساتھ لڑائی میں نکلے تھے اور ان ہی کے ساتھ مارے گئے' اس پر یہ آیت اتری ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۱۰۰)

شان نزول:

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' اہل مکہ کو قرآن کے وہ احکامات جواز کے بارے میں نازل ہوئے تھے' بتا رہے تھے کہ آپ نے یہ آیت لکھوائی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ" تو جب مسلمانوں نے یہ آیت پڑھی تو ان میں حبیب بن ضمرہ اللیثی بھی تھے' انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا (حالانکہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے) کہ مجھے اٹھا کر لے جاؤ' کیونکہ میں نہ تو ان لوگوں میں سے ہوں جو بے بس ہیں اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جو راستہ نہیں جانتے' چنانچہ ان کے بیٹوں نے ان کو ایک چارپائی پر اٹھایا اور عازم مدینہ ہوئے' جب مقام تنعیم میں پہنچے تو ان کی موت کا وقت قریب آ گیا' انہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر مارتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! یہ ہاتھ آپ کا اور یہ والا آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے' میں آپ سے بیعت کرتا ہوں ان ہی امور پر جن امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ نے آپ سے بیعت فرمائی۔ اس کے بعد وہ قابل تعریف ہو کر وفات پا گیا۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ شخص مدینہ پہنچ جاتا تو اسے پورا اجر ملتا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں کچھ ایسے لوگ تھے جو مسلمان تھے مگر ہجرت کی طاقت ان میں نہیں تھی۔ جب بدر کا معرکہ ہوا اور اہل مکہ کے ساتھ

میدان میں مجبوراً نکلے تو وہاں مارے گئے' اس پر اللہ تعالیٰ نے "اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" سے لے کر "عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ" تک آیات نازل کیں' اور مدینہ والوں نے مکہ کے مسلمانوں کو یہ آیات لکھ دیں۔ بنو بکر کے ایک بیمار آدمی نے کہا کہ مجھے روحاء (مقام) تک لے جاؤ' لوگ اس کو لے کر نکلے' وہ اصل میں مدینہ منورہ جانا چاہتا تھا لیکن جب مقام حصحاص تک پہنچا تو اللہ کو پیارا ہو گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ﴾ (۱۰۲)

شان نزول:

ابو عیاش الورقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ یہ لوگ ایسی حالت میں ہیں کہ ہم ان پر اچانک حملہ کر دیں تو بہت بہتر ہوگا! پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ اس کے بعد ان کی ایک نماز آ رہی ہے جو ان کو اپنے آباء و اجداد سے بھی زیادہ محبوب ہے یعنی عصر کی نماز' (اس وقت حملہ کریں گے) چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ظہر و عصر کے درمیان مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے' اور وہ لوگ اس وقت مقام عسفان میں تھے اور خالد بن الولید ان مشرکین کے سردار تھے اور وہ ہمارے اور قبلہ کے درمیان میں تھے اور نماز خوف کا ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو مقام عسفان میں مشرکین سے آمنا سامنا ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے تو مشرکین نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع و سجدہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حملہ کا یہی موقع ہے' ان پر حملہ کر دو' ان کو خبر بھی نہ ہوگی' کسی نے کہا کہ ان مسلمانوں کی ایک اور نماز ہے جو ان کو اپنے مال و اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے' بس تیار ہو جاؤ اس وقت ان پر غارت گری کریں گے' چنانچہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور مشرکین کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کردیا اور نماز خوف کا ذکر کیا۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ﴾(۱۰۵)

شان نزول:

یہ آیت ایک واقعہ کے ضمن میں نازل ہوئی' واقعہ یہ ہوا کہ ایک انصاری آدمی' طعمہ بن ابیرق' نے جو بنوظفر بن حارث میں سے تھا' اپنے پڑوسی' قتادہ بن نعمان [۱] کی زرہ چوری کرلی اور وہ زرہ آٹے کی بوری میں چھپائی ہوئی تھی، بوری میں سوراخ تھا جس کی وجہ سے آٹا گرتا گیا اور گھر تک اس کا نشان بن گیا، طعمہ بن ابیرق نے وہ زرہ (چرا کر) ایک یہودی آدمی زید بن السمین کے پاس چھپادی، لوگوں نے وہ زرہ طعمہ کے ہاں تلاش کی مگران کے پاس نہ ملی بلکہ طعمہ نے قسم کھائی کہ اس نے وہ زرہ نہیں چرائی اور نہ ہی اسے اس کا کچھ علم ہے، زرہ کے مالکان نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ یہی شخص رات کے وقت آکر چرا کر گیا ہے' ہم اس کے تعاقب میں نکلے تو یہ بھاگتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا اور وہاں ہم نے آٹے کا نشان بھی دیکھا لیکن جب اس نے قسم کھالی تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا' اور آٹے کا نشان دیکھتے ہوئے' یہودی کے گھر پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کرلیا' اس یہودی نے کہا کہ یہ زرہ مجھے طعمہ بن ابیرق نے دی تھی' وہاں موجود کچھ یہودیوں نے بھی اس کی تصدیق کی' بنوظفر جو کہ طعمہ کی قوم کے لوگ تھے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو' چنانچہ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[۱] آپ کا نام قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر الانصاری الظفری الاوسی ہے، آپ بدری صحابی ہیں، اور مشہور تیرانداز ہیں، تمام معرکوں میں حصہ لیا، فتح مکہ کے دن بنوظفر کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، پینسٹھ سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، آپ کی سات احادیث ہیں، آپ ابوسعید الخدریؓ کے بھائی ہیں۔ ۲۳ ہجری کو وفات پائی۔

سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ہمارے آدمی کی طرف سے حجت بازی کریں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو ہمارا آدمی ہلاک ہو جائے گا اور رسوا ہو جائے گا اور یہودی بھی بری ہو جائیگا، حضور اکرم ﷺ نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان کی خواہش کے مطابق معاملہ کریں اور یہودی کو سزا دیں لیکن مذکورہ تمام آیت نازل ہوئی۔ مفسرین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ (۱۲۳)

شان نزول:

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہل کتاب یعنی تورات و انجیل کے ماننے والے اور تمام ادیان کے پیرو کار جمع ہوئے۔ ہر جماعت دوسرے سے کہنے لگی کہ ہم تم سے بہتر ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسلمان اور اہل کتاب آپس میں حجت بازی کرنے لگے، اہل کتاب نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ ہدایت والے ہیں، اس لیے کہ ہمارا نبی علیہ السلام تمہارے نبی ﷺ سے پہلے آئے اور ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی اور ہم تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں، مسلمانوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ ہم تم سے زیادہ ہدایت والے ہیں اور اللہ کے زیادہ قریب ہمارے نبی ہیں جو خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں اور ہماری کتاب سابقہ تمام کتابوں کیلئے ناسخ ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حجت و دلیل سے دیگر تمام ادیان کے ماننے والے کو مغلوب کر دیا چنانچہ ارشاد فرمایا: "وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ" نیز فرمایا: "وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" (۱۲۴، ۱۲۵)

آیت مبارکہ:

﴿وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (۱۲۵)

شان نزول:

علماء نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کس وجہ سے بنایا؟ چنانچہ ابوسعید النضروی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (میں نے پوچھا کہ) اے جرائیل: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیوں بنایا؟'' جرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! اس لیے کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔'' عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن البزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے تو موت کا فرشتہ جوان آدمی کی شکل میں آیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو نہیں پہچانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ گھر کے مالک کی اجازت سے' ابراہیم علیہ السلام پہچان گئے کہ یہ فرشتہ ہے' پھر اس موت کے فرشتہ نے کہا کہ آپ کے پروردگار نے اپنے ایک بندے کو اپنا خلیل (دوست) بنایا ہے' ابراہیم علیہ لاسلام نے فرمایا کہ کس کو اپنا دوست بنایا ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ آپ پوچھ کر کیا کریں گے؟ فرمایا کہ میں اس کا تازیست خادم بنوں گا' فرشتہ نے کہا کہ وہ خلیل آپ ہیں۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ابن صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ سخت قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور غلہ لینے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے دروازہ پر جمع ہوئے' ابراہیم علیہ السلام کا مصر میں ایک دوست تھا جو ہر سال خوراک فراہم کرتا تھا' چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ملازمین کو اونٹ دے کر مصر بھیجا تاکہ ان سے غلہ اور خوراک کا مطالبہ کریں۔ (جب ملازمین اس کے پاس پہنچے تو) ابراہیم علیہ السلام کے دوست نے کہا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام خود اپنی ذات کے لیے چاہتے تو ہم ان کے لیے ضرور غلہ اٹھواتے' ہم بھی ان لوگوں کی طرح سخت حالی میں مبتلا ہیں' ابراہیم علیہ السلام کے قاصد خالی ہاتھ واپس لوٹے' جب کشادہ

وادی کے پاس سے گزرے تو آپس میں کہنے لگے کہ اس وادی سے ریت وغیرہ کیوں نہ اٹھالیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ ہم غلہ وغیرہ لے آئے ہیں کیوں کہ ہمیں شرم آتی ہے کہ ہم اس حال میں پہنچیں کہ ہمارے اونٹ خالی ہوں' چنانچہ انہوں نے بوریوں کو ریت سے بھرلیا' پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے' حضرت سارہ اس وقت سورہی تھیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقیقت حال سے باخبر کردیا گیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کی وجہ سے بڑی پریشانی ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو نیند کا غلبہ ہوا تو وہ سو گئے' حضرت سارہ بیدار ہوئیں اور ان بوریوں کی طرف گئیں' اور ان کو کھولا تو وہ بہت عمدہ قسم کا آٹا تھا' روٹیاں پکانے والوں کو روٹیاں پکانے کے لیے کہا تو انہوں نے روٹیاں پکائیں اور سب لوگوں کو کھلائیں' اتنے میں ابراہیم علیہ السلام بھی بیدار ہو گئے' انہوں نے کھانے کی خوشبو محسوس کی تو پوچھا: اے سارہ! یہ کھانا کہاں سے آیا؟ سارہ نے کہا کہ یہ آپ کے مصری دوست کی طرف سے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا مصری خلیل کی طرف سے نہیں' بلکہ میرے خلیل یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہے' پس اس دن سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنا لیا۔ حضرت قاسم بن ابی امامہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے اور ہر نبی ﷺ کا ایک خلیل ہوتا ہے میرا خلیل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم راز اور مجھے اپنا حبیب بنایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ مجھے میری عزت کی قسم! میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور ہم راز پر ضرور فضیلت دوں گا۔''

آیت مبارکہ:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (۱۲۷)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یتیم لڑکیوں کے بارے میں حکم دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ''وَیَسْتَفْتُوْنَکَ'' (الخ) نازل فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے: ''وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ'' اس سے مراد پہلی آیت: ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی'' (۳) ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم لڑکیوں کے ولی وارث جب ان کو مال و جمال کے اعتبار سے ذرا کم پاتے تو ان سے نکاح کرنے سے گریز کرتے اور اگر وہ مال دار اور جمال دار ہوتیں تو ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کر دیا کہ پورا مہر اور پورے حقوق دیئے بغیر ان سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (رواہ مسلم عن حرملۃ)

آیت مبارکہ:

﴿وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ﴾ (۱۲۸)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی آدمی کی بیوی ہو' وہ آدمی اس کی طرف خاص التفات نہ رکھتا ہو اور اس کو جدا کر دینا چاہتا ہو اور وہ صاحب اولاد ہو اس لیے اس کو جدا کرنے کو پسند بھی نہیں کرتا! عورت اس کو کہتی ہے کہ تم مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے پاس رکھو' میں اپنے حقوق معاف کرتی ہوں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن محمد بن مقاتل و رواہ مسلم عن ابی کریب)

حضرت ابن المسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کی بیٹی' رافع بن صبیح کے گھر تھی (یعنی ان کی بیوی تھی) بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے رافع اس کو چاہتے نہ تھے' چنانچہ انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا' بیوی نے کہا کہ مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے پاس ہی رکھو' ہاں جو آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ﴾ (۱۳۵)

شان نزول:

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' ایک مالدار تھا اور دوسرا نادار تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلان اس نادار آدمی کی طرف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال کیا کہ (عموماً) مالدار ہی نادار پر ظلم کرتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ مالدار اور نادار کے معاملہ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۱۳۶)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول' عبداللہ بن سلام' کعب کے دونوں بیٹے اسد اور اسید' ثعلبہ بن قیس اور اہل کتاب میں سے مسلمان ہونے والی ایک جماعت کے متعلق ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب پر اور موسیٰ علیہ السلام پر اور تورات پر اور عزیز علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا تمام کتب و رسل کا انکار کرتے ہیں اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ:

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (۱۴۸)

شان نزول:

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی قوم کا مہمان بنا تو اس قوم نے اس کی مہمان نوازی میں اچھا سلوک نہیں برتا تو مہمان نے اس قوم کی شکایت کی'

جس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں شکوہ کرنے کی رخصت دی گئی۔

آیت مبارکہ:

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ﴾(۱۶۶)

شان نزول:

یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں تو ساری کی ساری کتاب آسمان سے لے آئیں جیسے موسیٰ علیہ السلام لائے' اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ:

﴿يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا﴾(۱۵۳)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مکہ کے رؤسا حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے یہود سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانتے' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر کوئی گواہ لائیں جو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ﴾(۱۷۲)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ ہمارے صاحب پر الزام لگاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا صاحب کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کی

بابت کیا کہتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کی بابت کیا کہتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ بات عار کی نہیں ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں۔'' وہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (۱۷۶)

شان نزول:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا' رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے' میری سات بہنیں تھیں' حضور ﷺ نے میرے چہرے پر پھونکا تو مجھے افاقہ ہوگیا پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بہنوں کے لیے دوثلث مال کی وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! میں نے کہا کہ نصف مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! پھر حضور ﷺ مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے' پھر کچھ دیر کے بعد اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ عنہ! میرا نہیں خیال کہ تو اس تکلیف میں فوت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا ہے' اللہ تعالیٰ نے تیری بہنوں کے لیے دوثلث کی وضاحت کردی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ آیت مبارکہ ''يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ'' میرے متعلق نازل ہوئی ہے۔

﴿سورۃ المائدۃ﴾

آیت مبارکہ:

﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾(۲)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حطیم کے متعلق نازل ہوئی جس کا نام شریح بن ضبیع الکندی تھا' جو یمامہ سے مدینہ منورہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنا گھوڑا مدینہ سے باہر چھوڑ کر اکیلا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا' اس نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کس چیز کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔" اس نے کہا کہ بہت اچھا! اصل میں میرے کچھ امراء ہیں میں ان کے بغیر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتا ہوں' شاید کہ میں اسلام قبول کرلوں اور ان سب کو بھی اپنے ساتھ لے آؤں۔" حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس ایک شخص آنے والا ہے جو شیطان کی زبان استعمال کرے گا۔" بہرحال وہ شخص یہ بات کہہ کر چلا گیا جب وہ چلا گیا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ شخص کافر کا چہرہ لیکر آیا اور دھوکہ وغداری کے ساتھ واپس چلا گیا اور یہ آدمی مسلمان ہونے والا نہیں ہے" چنانچہ وہ شخص اہل مدینہ کی چراگاہ میں پہنچا اور ان کے جانور ہانک کر ساتھ لے گیا' جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ قضائے عمرہ کیلئے نکلے تو آپ ﷺ نے یمامہ کے حاجیوں کے تلبیہ کی آواز سنی تو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "دیکھو! یہ حطیم اور اس کے ساتھی ہیں۔ جو مدینہ کی چراگاہ سے جانور ہانک کر لے گیا تھا اور اب ان جانوروں کو ہدی کے طور پر خانہ کعبہ لے آیا ہے۔" جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس کی تلاش میں متوجہ ہوئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں کہا گیا کہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو خواہ وہ دین اسلام کے ماننے والے نہ ہوں۔

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مشرکین نے جب بیت اللہ آنے سے روک دیا تو رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مقام حدیبیہ میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ امر بڑا شاق اور تکلیف دہ تھا، اسی اثنا میں مشرکین کے کچھ افراد عمرہ کے ارادہ سے گزرے تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ جس طرح ان لوگوں نے ہمیں روکا ہم بھی ان کو وہاں جانے سے روکتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے ساتھیوں نے تمہیں بیت اللہ جانے سے روکا ہے تو تم ان عمرہ کرنے والوں پر زیادتی نہ کرو۔

آیت مبارکہ:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (۳)

شانِ نزول:

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ ہجری کو بمقام عرفہ جمعہ کے دن عصر کے بعد نازل ہوئی، اس وقت نبی کریم ﷺ میدان عرفان میں اپنی اونٹنی ''عضباء'' پر سوار تھے۔

طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی شخص، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ''اے امیر المومنین! تم اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہو اگر وہ آیت معشر یہود میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے۔'' آپ نے پوچھا کہ کونسی آیت؟ اس نے کہا کہ یہ آیت: ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا گواہ ہے کہ مجھے وہ دن اور وہ ساعت ابھی تک یاد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی، یہ آیت مبارکہ عرفہ کے دن مقام عرفات میں جمعہ کے روز شام کے وقت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری عن الحسن بن صباح و رواہ مسلم عن عبد بن حمید).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کی موجودگی میں مذکورہ آیت تلاوت فرمائی تو اس یہودی نے کہا کہ اگر یہ آیت ہمارے ہاں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت جب نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں یعنی وہ دن جمعہ کا بھی تھا اور عرفہ کا بھی۔

آیت مبارکہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ﴾ (۴)

شان نزول:

ابو رافع[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں تمام کتوں کو مار ڈالوں، لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ جن کتوں کے مار ڈالنے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے ان میں کون سے کتے رکھنا ہمارے لیے جائز ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (رواه الحاكم ابو عبدالله في صحيحه)

مفسرین نے اس واقعہ کی یہ تشریح ذکر کی ہے کہ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنے کی اجازت طلب کی، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی، مگر وہ داخل نہیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور پوچھا کہ اے خدا کے قاصد! میں نے تو آپ کو اجازت دی تھی۔ جبرائیل

---

[1] آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں، نام کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اسلم، بعض ابراہیم اور بعض صالح بتاتے ہیں، ابو رافع کہتے ہیں کہ میں پہلے عباس بن عبدالمطلب کا آزاد کردہ غلام تھا، جب اسلام آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور امام الفضل بھی مسلمان ہوگئیں۔ میں نے بھی اسلام قبول کرلیا، حضرت عباس اپنی قوم سے خائف تھے اور ان کی مخالفت کو پسند نہیں فرماتے تھے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے، وہ بڑے مال دار تھے جو ان کی قوم میں پھیلا ہوا تھا۔ ابو رافع کی وفات، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

علیہ السلام نے کہا کہ یارسول اللہ! ٹھیک ہے، لیکن ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہو یا کتا ہو۔" جب دیکھا گیا تو کسی کمرے میں پلا نظر آیا' ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینہ کا کوئی کتا زندہ نہ چھوڑوں' سب کو مار ڈالوں' چنانچہ جب میں سب کتوں کو مارتے ہوئے عوالی مدینہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت کے پاس ایک کتا کھڑا ہے جو اس کی حفاظت کر رہا ہے' مجھے اس عورت پر ترس آیا تو میں نے اس کتے کو نہیں مارا' پھر حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اس کو بھی مار ڈالو' چنانچہ میں واپس آیا اور میں نے اس کتے کو بھی مار ڈالا' جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ نے تمام کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا تو کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! جن کتوں کے مار ڈالنے کا آپ ﷺ نے حکم صادر فرمایا ہے ان میں سے کون سے کتے رکھنا ہمارے لیے جائز ہے؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایسے کتوں کے پالنے اور رکھنے کی اجازت دیدی جن سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور ایسے کتوں سے منع فرمایا جن سے کسی طرح کا کوئی نفع نہ ہو' اور حکم دیا کہ حریص اور باؤلے کتے کو مار ڈالو' اسی طرح جو مضر اور موذی ہو اس کو بھی مار ڈالو اور اس کے علاوہ بے ضرر کتوں کو نہ مارو۔

سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ طی کے دو آدمی' عدی بن حاتم[1] اور زید بن المھلھل[2] کے متعلق نازل ہوئی۔ یہ وہی زید الخیل ہیں جن کا نام رسول

---

[1] آپ کی کنیت ابو وھب اور ابوطریف اور نام عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعید بن الحشرج الطائی ہے۔ آپ فیاض وسخی اور عقلمند صحابی ہیں۔ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں قبیلہ طی کے سردار تھے' آپ نے ارتداد کی جنگوں میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے' آپ ۹ ہجری کو مسلمان ہوئے' فتح عراق میں شامل تھے' جنگ جمل' صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' صفین کی جنگ میں آنکھ نکل گئی تھی' کوفہ میں وفات پائی۔

[2] آپ کی کنیت ابومکنف اور نام زید بن مھلھل بن منصب بن عبدرضا الطائی ہے' دور جاہلیت کے بہادر لوگوں میں سے تھے' ان کا لقب "زید الخیل" تھا' اس لیے کہ ان کے پاس گھوڑے بہت زیادہ تھے'

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''زید الخیر'' رکھا تھا' انہوں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! ہم لوگ' کتوں اور باز وغیرہ سے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔

اور آل درع اور آل حوریہ کے کتے' گائے' گورخر' ہرن اور گوہ کو پکڑ لیتے ہیں' پھر ان میں سے کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو ذبح کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور بعض کو ذبح کرنے کا موقع نہیں ملتا بلکہ وہ مارے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے مردار جانوروں کو حرام قرار دیا ہے' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بتائیں کہ ہمارے لیے کون سے جانور حلال ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ ' قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ'' ''طیبات'' سے مذبوحہ جانور مراد ہیں' اور ''وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ'' سے مراد سدھائے ہوئے کتوں اور پرندوں کے شکار کردہ جانور ہیں۔

آیت مبارکہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ (۱۱)

شان نزول:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ محارب کا ایک آدمی' غورث بن الحرث' نے اپنی قوم سے کہا کہ (نعوذ باللہ) کیا میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمہارے لیے قتل نہ کردوں؟ قوم نے کہا کہ ہاں' ضرور کرو' لیکن تم ان کو کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں ان کو بے خبری میں قتل کروں گا، یہ کہہ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار گود میں تھی' اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی یہ تلوار مجھے دکھائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں' اس نے تلوار پکڑی اور اسے نیام سے نکال کر ہلانا شروع کیا' پھر اس نے مارنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل جلالہ نے اس کو پیچھے ہٹا دیا' پھر کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ

آپ بڑے طویل' جسیم اور جمیل تھے' آپ بہترین شاعر' فصیح خطیب اور معزز و مکرم انسان تھے' اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر ''زید الخیر'' نام رکھا۔

مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں" اس نے کہا کہ کیا آپ ڈرتے نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے میری حفاظت کرے گا۔" (یہ سن کر) اس نے تلوار نیام میں رکھ دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا' لوگ سایہ دار درختوں کی تلاش میں ادھر ادھر نکل گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہتھیار ایک درخت پر لٹکا دیا' ایک اعرابی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے سونت کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ! تمہیں کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ" اس اعرابی نے یہ بات دو یا تین بار کہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی جواب دیا کہ اللہ بچائے گا، اس اعرابی نے وہ تلوار نیام میں واپس رکھدی' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے اعرابی کا سارا واقعہ ذکر کیا' اس وقت وہ اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بیٹھا ہوا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا یا اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ' امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے بنو سلم کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح کا معاہدہ تھا' چنانچہ ان کی قوم کے لوگ آئے اور انہوں نے دیت کا مطالبہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' کعب بن اشرف اور بنو نضیر کے پاس ان کی دیت کے معاملہ میں تعاون لینے آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے' کعب بن اشرف اور بنو نضیر نے جواب میں کہا کہ اے ابوالقاسم! کیا مانگنے کا وقت آ گیا ہے؟ آؤ! بیٹھو' تا کہ ہم آپ کو کھلائیں اور آپ کی ضرورت پوری کریں' چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم بیٹھ گئے' اتنے میں وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنے قریب ہیں اتنے کبھی

قریب نہیں آئے، اس لیے دیکھو! کوئی ایسا شخص ہے جو گھر کی چھت پر چڑھ کر ان پر پتھر دے مارے تا کہ ان کا کام ہی صاف ہو؟ عمر بن جحاش بن کعب نے کہا کہ میں اس کام کیلئے تیار ہوں، چنانچہ وہ ایک بڑی چکی حضور ﷺ پر گرانے کیلئے لایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ روک دیا اور فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ کو حقیقت حال سے باخبر کیا اور حضور اقدس ﷺ جلدی سے اس جگہ سے ہٹ گئے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ (۳۳)

شان نزول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے چند لوگ، رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم دودھ پینے والے لوگ ہیں جو کہ یہاں ہمیں میسر نہیں، جس کی وجہ سے ہمیں یہاں کی آب و ہوا ناموافق ہو رہی ہے؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ (بیت المال کے) اونٹوں کی طرف چلے جائیں اور جا کر ان کا دودھ اور پیشاب استعمال میں لائیں، انہوں نے جا کر رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور سارے اونٹ بھی ہانک کر لے گئے، رسول کریم ﷺ نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے آدمی بھیجے، جب ان کو گرفتار کر کے لایا گیا تو آنحضور ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور ان کو مقام حرہ میں چھوڑ دیا، جہاں وہ مر گئے۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ مذکورہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (رواہ مسلم عن عبید الاعلی)

آیت مبارکہ:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا﴾ (۳۸)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت طعمہ بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے کسی کی زرہ چوری کی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ﴾(۴۱)

شان نزول:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک یہودی کے پاس سے ہوا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اس کو کوڑے لگائے گئے تھے' آں حضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو بلا کر پوچھا: کیا تمہاری کتاب میں زانی کی حد اسی طرح لکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے ایک اور آدمی کو بلا کر فرمایا کہ میں تجھے اس خدائے برتر کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی' یہ بتاؤ کہ تمہاری کتاب میں زانی کی سزا یہی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں' اور اگر آپ مجھے قسم نہ دلاتے تو میں آپ کو حقیقت حال سے آگاہ نہ کرتا' حقیقت امر یہ ہے کہ ہم اپنی کتاب میں ایک زانی شخص کی سزا رجم پاتے ہیں' چونکہ یہ برائی ہمارے شرفاء میں بہ کثرت پائی جانے لگی تھی اس لیے جب ہم کسی معزز آدمی کو اس برائی میں مبتلا پاتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کسی کم درجہ آدمی کو گرفتار کرتے تو اس پر یہ سزا نافذ کر دیتے تھے' اس لیے ہم نے کہا کہ آؤ ہم اس بات پر جمع ہو جائیں کہ یہ سزا معزز اور غیر معزز دونوں پر نافذ کریں' پس ہم نے آپس میں یہ اتفاق کیا کہ رجم کی بجائے زانی کا منہ بھی کالا کر دیا جائے اور اس کو کوڑے بھی لگا دیئے جائیں۔ (یہ بات سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جو تیرا حکم زندہ کر رہا ہوں، بعد اس کے کہ لوگوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا تھا۔'' پھر حضور ﷺ نے اس زانی کیلئے رجم کا حکم دیا اور اس کو رجم (سنگسار) کیا گیا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں

کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ' اگر تو وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا فیصلہ دیں تو اس کو قبول کرلو اور اگر رجم کا کہیں تو ''فَاحْذَرُوْا'' یعنی اجتناب کرو' پھر نہ مانو۔ اس بارے میں یہ آیتِ مبارکہ: ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ'' اور یہ آیتِ کریمہ ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ آیت: ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ'' (۴۴) کفار کے بارے میں نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن یحیی بن یحیی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ'' (۴۴) اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ'' (۴۵) نیز یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔ ''وَمَن لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ'' (۴۷) (راوی) فرماتے ہیں کہ یہ تمام آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ)

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ (۴۴)

شان نزول:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی مرد اور یہودی عورت نے زنا کیا تو یہودی آپس میں کہنے لگے کہ اس نبی (ﷺ) کے پاس چلو' کیوں کہ وہ ایسے نبی ﷺ ہیں جو لوگوں کے ساتھ تخفیف اور نرمی کرنے کیلئے معبوث ہوئے ہیں' اگر تو وہ رجم کے سوا کسی اور چیز کا حکم دیں تو ہم اس کو قبول کرلیں گے اور اللہ کے ہاں اس کو حجت بنائیں گے کہ آپ کے نبی ﷺ نے ہی یہ حکم دیا تھا' چنانچہ وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ اس وقت اپنے اصحابؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے' اور کہنے لگے، اے ابو القاسم! زنا کرنے والے مرد و عورت کے بارے میں آپ کی کیا رائے

ہے؟ آنحضور علیہ السلام نے ابھی ان سے بات نہیں کی تھی کہ آپ ﷺ ان کے مدرسہ میں آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا: میں تم کو اس خدائے پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی' تم اپنی کتاب میں شادی شدہ زانی کے لیے کیا سزا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہی کہ اس کا منہ کالا کر کے اس کو گدھے پر سوار کر دیا جائے اور اس طرح اس کو گشت کرایا جائے اور اس کو کوڑے لگائے جائیں، (راوی) کہتے ہیں کہ ان کا ایک جوان آدمی خاموش تھا' آنحضرت ﷺ نے اس کو خاموش دیکھ کر اصرار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تم سچ سچ بتاؤ' اس نے کہا کہ اے اللہ! خیر ہو' اگر آپ خدا کی قسم دلا کر پوچھتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی کتاب میں ایسے زانی کی سزا رجم پاتے ہیں' حضور ﷺ نے پوچھا کہ پہلے پہل تم نے اس حد رجم کو کیسے تبدیل کیا؟ اس نے کہا کہ ہمارے کسی بادشاہ کے قرابت دار نے بدکاری کی تو اسے رجم نہ کیا گیا' پھر ایک عام آدمی نے بدکاری کی تو اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا گیا تو اس کی قوم کے لوگ کہنے لگے کہ یا تو اپنے آدمی کو بھی رجم کرو ورنہ اس کو بھی چھوڑو' آخر انہوں نے مل کر رجم کی بجائے مذکورہ سزا پر اتفاق رائے کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تورات کے مطابق فیصلہ کروں گا'' چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ان کو رجم کر دیا گیا۔ امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مذکورہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت ﷺ نے ان کے رجم کا فیصلہ کیا اس وقت میں حضور ﷺ کے پاس موجود تھا' جب ان کو رجم کیا جا رہا تھا تو میں دیکھ رہا تھا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (۴۹)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہود کی جماعت، جس

میں کعب بن اسید' عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس شامل تھے' آپس میں کہنے لگے۔ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس چلو اور ان کو ان کے دین سے بہکائیں' چنانچہ وہ آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ ﷺ جانتے ہی ہیں کہ ہم یہود کے علماء اور معززین ہیں' اگر ہم آپ کی اتباع کریں گے تو تمام یہود ہماری پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت کبھی نہیں کریں گے' ہمارا ایک قوم سے جھگڑا ہے' ہم آپ کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے خلاف فیصلہ کر کے ہمیں حق بجانب قرار دے دیں' ہم آپ ﷺ پر ایمان بھی لائیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق بھی کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ﴾(۵۱)

شان نزول:

حضرت عطیہ العوفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بہت سے یہودیوں سے میرے دوستانہ تعلقات ہیں لیکن اب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان کی دوستی سے دستبردار ہوتا ہوں اور اللہ و رسول ﷺ کی پناہ میں آتا ہوں' اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو ناگہانی آفات کے پیش آنے سے ڈرتا ہوں اس لیے میں یہودیوں کی دوستی سے دستبردار نہیں ہوں گا' حضور اقدس ﷺ نے اس سے فرمایا کہ "اے ابوالحباب! یہودیوں کی دوستی سے تجھے جو نفع ہوگا وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو حاصل ہونے والے نفع سے کم ہے" اس نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ اس پر آیت نمبر ۵۱ و ۵۲ نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾(۵۵)

شان نزول:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! بنو قریظہ اور بنو نضیر کے لوگوں نے ہم سے تعلقات قطع کر لیے ہیں اور ہم سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں اور انہوں نے قسم کھالی ہے کہ وہ ہمارے پاس نہ بیٹھیں گے اور گھر دور ہونے کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے پاس بیٹھنا ہماری طاقت سے باہر ہے' نیز انہوں نے یہود کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کا بھی شکوہ کیا' اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی تو کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کو اپنا دوست بنا کر راضی ہوئے۔'' امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ نے مزید یہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں کہ ''آیت مذکورہ کا آخری حصہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا جب انہوں نے سائل کو رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی دیدی تھی۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چند افراد کے ہمراہ' جو مسلمان ہو چکے تھے' حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے' یارسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں' نہ ہماری کوئی مجلس ہے اور نہ کوئی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ بات چیت ہو سکے' اور جب ہماری قوم کو معلوم ہوا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے ان کی تصدیق کی ہے تو انہوں نے ہمارے ساتھ تعلقات توڑ لیے اور قسمیں کھالیں کہ اب وہ ہمارے پاس نہ بیٹھیں گے' نہ شادی بیاہ کریں گے اور نہ بات کریں گے' یہ چیز ہمارے لیے پریشانی اور مشقت کا باعث بن رہی ہے؟ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' الآیۃ یعنی تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والے ہی ہیں۔'' اس کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے، لوگ' قیام اور رکوع

---

[1] اس موقع پر دیکھیے: تفسیر ابن کثیر

کی حالت میں تھے' آپ ﷺ کی نظر ایک سائل پر پڑی تو فرمایا کہ "کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں' یہ سونے کی انگوٹھی ملی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ "یہ انگوٹھی تجھے کس نے دی ہے؟ اس نے کہا کہ اس آدمی نے جو کھڑا ہے' اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا' پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ "انہوں نے یہ انگوٹھی تجھے کس حالت میں دی ہے؟ اس نے کہا کہ رکوع کی حالت میں' نبی کریم ﷺ نے اللہ اکبر کہا' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ" یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین جانے کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہے گا۔"

آیت مبارکہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ (۵۷)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن حرث نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا پھر دونوں منافق ہوگئے اور کچھ مسلمان ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا"﴾ (۵۸)

شان نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی جب نماز کے لیے لوگوں کو بلاتا تو مسلمان تو فوراً نماز کے لیے تیار ہو جاتے لیکن یہود کہتے کہ ان کے ساتھ ہنسی مذاق کے طور پر نماز پڑھو اور رکوع وغیرہ کرو' اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے ایک عیسائی کے بارے میں نازل ہوئی، جب وہ موذن کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنتا۔ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو وہ کہتا "حرق الکاذب" یعنی جھوٹے شخص کو خدا جلا دے، چنانچہ ایک رات جب وہ اور اس کے گھر کے لوگ سو رہے تھے، اس کا خادم آگ لے کر گھر میں آیا، اس کی چنگاری اڑ کر کپڑے پر گری اور (آہستہ آہستہ) سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے وہ اور اس کے گھر کے تمام افراد جل گئے۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ کفار جب اذان کی آواز سنتے تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آجاتے اور کہتے کہ اے محمد! آپ ﷺ نے ایک ایسی چیز ایجاد کی ہے جو سابقہ کسی امت میں موجود نہ تھی، اگر آپ ﷺ نبوت کے دعویدار ہیں تو اذان کی اس بدعت کو ایجاد کر کے آپ نے سابقہ انبیاء کی مخالفت کی ہے! اور اگر یہ اذان کوئی اچھی چیز ہوتی تو آپ ﷺ سے پیش رو انبیاء اس کے زیادہ حقدار تھے، یہ اونٹ جیسی آواز اور چیخ و پکار آپ نے کہاں سے ایجاد کر لی؟ یہ کس قدر قبیح اور بری آواز ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صٰلِحًا" (فصلت:۳۳) آخر تک۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (۶۰)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی کی ایک جماعت، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور دریافت کیا کہ آپ ﷺ کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور جو کتاب ہماری طرف نازل ہوئی اس پر اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام پر نازل ہونے والے احکامات پر ایمان لاتا ہوں، یعنی آپ ﷺ نے پوری آیت: "وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" تک تلاوت فرمائی، جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا اور کہا کہ خدا کی قسم! ہم کسی دین

والے کو نہیں جانتے جو دنیا و آخرت میں تم سے زیادہ بے نصیب ہو اور نہ ہی کوئی دین تمہارے دین سے زیادہ برا ہے! اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾ (۶۷)

شان نزول:

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا تو میں اس بارگراں کو اٹھانے سے عاجز ہوا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کچھ لوگ ضرور میری تکذیب کریں گے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش اور یہود و نصاریٰ سے خوفزدہ رہتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت غدیر خم (جگہ کا نام) کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۶۷)

شان نزول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے خوابی ہوئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو! ایک نیک آدمی آج رات ہماری پہرہ داری کرے گا۔'' اسی دوران میں نے ہتھیار کی آواز سنی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کون ہے؟ جواب ملا کہ سعید اور حذیفہ ہیں، ہم آپ کی چوکیداری کرنے آئے ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ میں نے خراٹوں کی آواز سنی، اور پھر یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمے سے سر مبارک نکال کر فرمایا کہ لوگو! واپس چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے خود میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پہرہ داری کی جاتی تھی اور ابو طالب، بنو ہاشم کے کچھ لوگوں کو آپ ﷺ کی پہرہ داری کیلئے بھیجتے تھے۔ یہاں تک کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی اور ابو طالب نے پہرہ داری کیلئے لوگ بھیجنا چاہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے چچا! اللہ تعالیٰ نے مجھے جن وانس سے محفوظ کر دیا ہے۔"

آیت مبارکہ:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ.............
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا﴾ (۸۲،۸۶)

شانِ نزول:

یہ آیات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں مشرکین کی طرف سے خوف تھا کہ وہ مسلمانوں کو اذیتیں دیں گے اس لیے آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں کے ہمراہ نجاشی کے پاس بھیج دیا اور فرمایا کہ "وہ نیک بادشاہ ہیں وہ نہ خود کسی پر ظلم کرتے ہیں اور نہ ان کی موجودگی میں کسی پر ظلم کیا جاتا ہے' پس تم ان کی طرف نکلو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے مصائب سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیں۔" جب وہ لوگ' نجاشی کے پاس پہنچے تو نجاشی نے ان کا بڑا اکرام کیا اور ان سے کہا کہ جو آیات نازل ہوئی ہیں ان میں سے کوئی آیت تمہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں' نجاشی نے کہا کہ پڑھو' اس وقت نجاشی کے اردگرد بڑے بڑے پادری اور درویش صفت اور گوشہ نشین لوگ بیٹھے ہوئے تھے' جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آیت قرآنی پڑھی تو حق کو پہچاننے کی بناء پر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ" (۸۲،۸۳)

''یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا درویش ہیں' اور اس سبب سے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں' اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول اللہ کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔''

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کو اپنا مکتوب گرامی دے کر نجاشی کے پاس بھیجا' چنانچہ عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کا مکتوب گرامی دیا تو نجاشی نے آنحضور علیہ السلام کا مکتوب گرامی پڑھا' پھر جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ آنے والے دیگر مہاجرین کو بلایا اور پادریوں اور تارک دنیا درویشوں کو بھی بلا بھیجا' سب کو جمع کر کے جعفر بن ابی طالب کو کہا کہ وہ قرآن کی تلاوت کریں' چنانچہ انہوں نے سورۂ مریم کی تلاوت کی تو سب قرآن پاک پر ایمان لے آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے' ان ہی کی شان میں آیت نمبر ۸۳ نازل ہوئی۔

دیگر حضرات یہ کہتے ہیں کہ جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آئے تو ان کے ساتھ ستر آدمی بھی آئے جن کو نجاشی نے آنحضرت ﷺ کے پاس وفد کی صورت میں بھیجا تھا' ان میں سے باسٹھ تو حبشہ کے تھے اور آٹھ ملک شام کے باشندے تھے، جنہوں نے اون کے بنے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے' ان کے نام یہ ہیں۔ بحیرا راہب' ابراھلیہ' ادریس' اشرف' تمام، قثم' ذر اور ایمن' جب یہ لوگ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے سورہ یٰسٓ آخر تک پڑھی' جسے سن کر وہ رونے لگے اور ایمان لے آئے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کے کس قدر مشابہ ہے! پھر ان کی شان میں اللہ رب العزت نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نجاشی نے اپنے منتخب کردہ تیس آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے اور حضور ﷺ نے ان کے

سامنے سورہ یٰسٓ کی تلاوت کی تو وہ رونے لگے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنۡهُمۡ قِسِّيۡسِيۡنَ وَرُهۡبَانًا" (۸۲)

آیت مبارکہ:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَـكُمۡ﴾ (۸۷)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کی طرف خیال ابھرتا ہے اور میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر دیا ہے' اس پر مذکورہ آیت (۸۷) اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا" (۸۸)

مفسرین کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور قیامت کا تذکرہ کیا اور لوگوں کو عذاب خداوندی کا خوف دلایا تو لوگ رونے لگے' پھر دس صحابہ رضی اللہ عنہم' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ الجمحی کے گھر میں جمع ہوئے جن کے نام یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' حضرت عبداللہ بن عمرؓ' حضرت ابوذر غفاریؓ[1] حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ[2]' حضرت مقداد بن اسودؓ' حضرت سلمان الفارسیؓ اور حضرت معقل بن یسارؓ۔

---

[1] ان کے اصل نام کے بارہ اختلاف ہے' لیکن اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ان کا نام جندب بن جنادہ تھا۔ آپ قدیم الاسلام اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور فضلاء صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے تھے' چار آدمیوں کے بعد اسلام لائے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اتنا علم جمع کیا ہے کہ دوسرے لوگ اس سے عاجز ہیں۔" آپ نے مقام رندہ میں ۳۱ ہجری یا ۳۲ ہجری کو وفات پائی۔ دیکھیے: اسد الغابۃ: ۹۹/۵' نیز دیکھیے کتاب الزھد للامام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۱۸۲' اور الاستیعاب: ۱۶۵۲/۴۔

[2] آپ کا نام سالم بن عبید بن ربیعہ یا سالم بن معقل ہے' آپ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس

اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ دن کو روزہ رکھیں گے، رات کو قیام کریں گے، بستروں پر آرام نہیں کریں گے اور نہ گوشت کھائیں گے اور نہ چکناہٹ استعمال کریں گے اور رہبانیت (ترک دنیا) اختیار کریں گے اور عضو تناسل کاٹ دیں گے، جب یہ بات آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ''کیا مجھے اس بات کی خبر نہیں دی گئی کہ تم نے ایسی ایسی باتوں پر اتفاق کرلیا ہے؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں، یا رسول اللہ! اور ہمارا مقصد اس سے نیک ہی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا، بلاشبہ تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو، اور کبھی قیام لیل کرو اور کبھی نہ کرو، بے شک میں بھی کبھی قیام کرتا ہوں اور کبھی سوتا ہوں، کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور گوشت اور چکناہٹ استعمال کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جنہوں نے عورتوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا، کھانا اور پاکیزہ چیزیں، سونا اور دنیا کی لذات کو اپنے لیے ممنوع بنالیا ہے۔''

خبردار! میں تم کو اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم تارک دنیا اور گوشہ نشین ہو جاؤ، کیونکہ میرے دین میں یہ چیز نہیں ہے کہ تم گوشت کو اور عورتوں کو چھوڑ دو اور نہ یہ ہے کہ تم رہبانیت کے لیے عبادت خانہ بناؤ اور میری امت کی سیاحت روزہ ہے اور رہبانیت جہاد ہے اور یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرو، حج کرو، عمرہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، کیوں کہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے

بن عبد مناف القرشی العبشمی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ بھی کبار صحابہ میں سے تھے، آپ نے حضور علیہ السلام سے قبل مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی بڑی ثناء کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے وفات کے وقت یہ فرمایا کہ اگر سالم باحیات ہوتے تو میں خلافت کے لیے مجلس شوریٰ نہ بناتا۔'' آپ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں موجود رہے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ہلاک وتباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختیاں شروع کردی تھیں' اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کردی' اب بھی ان کے باقی ماندہ لوگ ان گرجا گھروں اور عبادت خانوں میں موجود ہیں'' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب ہم ان قسموں کا کیا کریں جو ہم نے پہلے کھائی تھیں؟ (انہوں نے مذکورہ باتوں پر قسم کھا کر اتفاق کرلیا تھا)۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ'' (۸۹) یعنی اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔''

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ﴾ (۹۰)

شان نزول:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ آؤ' ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور شراب پلاتے ہیں' اور یہ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے' چنانچہ ایک باغ میں' میں گیا' تو دیکھا کہ وہاں اونٹنی کی سری بھنی ہوئی موجود ہے اور ایک مٹکا شراب کا بھی رکھا ہوا ہے' پس میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور پیا' پھر انصار ومہاجرین کا ذکر شروع ہوا تو میں نے کہا کہ مہاجرین، انصار سے افضل ہیں' یہ کہنا تھا کہ ایک آدمی نے اس سر کی ایک ہڈی لے کر میری ناک پر دے ماری جس سے میری ناک ٹوٹ گئی' میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سارا قصہ سنایا تو اللہ تعالیٰ نے شراب کے متعلق مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ مسلم عن ابی خیثمۃ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' نے دعا کی کہ ''اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے کوئی شفا بخش حکم نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی یہ آیت نازل فرمائی۔ ''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ'' (البقرۃ:۲۱۹)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو

انہوں نے دوبارہ دعا کی اے اللہ! شراب کے متعلق ہمارے لیے تسلی بخش حکم نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی: ''یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی'' (النساء:۴۳) چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا منادی نماز کے وقت یہ اعلان کرتا کہ نشہ کی حالت میں کوئی شخص نماز کے قریب نہ آئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے پھر دعا کی۔ ''اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم نازل فرما۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ'' الخ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر بتایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو جب قاری اس جملہ پر پہنچا: ''فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ'' (۹۱) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم باز آئے باز آئے۔

حرمت شراب سے پہلے کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے' جو شراب کی حرمت کا سبب بنے، ان میں سے ایک واقعہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے' جسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی ملی تھی اور آنحضور ﷺ نے بھی مجھے ''خمس'' میں سے ایک اونٹنی عنایت فرمائی تھی، پھر میرا ارادہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرالاؤں، اس لیے میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے بات چیت کی کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر گھاس لے آئیں' میرا ارادہ تھا کہ میں اس گھاس کو سناروں کے ہاتھ بیچ دوں گا اور اس کی قیمت ولیمہ کی دعوت میں لگاؤں گا' میں ابھی اپنی اونٹنی کے لیے پالان' ٹوکرے اور رسیاں جمع کر رہا تھا' اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے حجرہ میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ میں نے دیکھا کہ ان کے کوہان کسی نے کاٹ دیئے اور کوکھ چیر کر اندر سے کلیجی نکال لی ہے' یہ منظر دیکھ کر میں اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے' اور وہ ابھی اسی حجرہ میں موجود ہیں' انصار کے ساتھ شراب نوشی کی ایک مجلس میں' ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور ان کے دوست واحباب بھی موجود ہیں' گانے والی نے

گاتے ہوئے جب یہ پڑھا:

الایا حَمْزُ للشرف النواء وهنّ معقلات بالفناء

زج السكين فی اللبات منها وفضر جهن حمزه بالدماء

فاطعم من شرائحها كباباً ملهوجة على رهج الصلاء

فانت ابا عمارة المرجی لكشف الضرعنا والبلاء

''ارے حمزہ (رضی اللہ عنہ)! موٹی موٹی اونٹنیوں کی طرف اٹھ جو گھر سے باہر میدان میں بندھی ہوئی ہیں' ان کے گلے پر چھری رکھ اور ان کو اے حمزہ! خون میں لت پت کردے' پھر اس کے ٹکڑے کر کے کباب تیار کر کے ہمیں کھلاؤ۔ پس اے ابو عمارہ! ہم سے رنج و بلا دور کرنے کے سلسلہ میں اب تم ہی امیدوں کا مرکز ہو۔''

تو حمزہ نے کود کر اپنی تلوار تھامی اور ان دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کے کوکھ چیر کر اندر سے کلیجی نکال لی' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے چلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے رنج و غم کو پہلے سے ہی بھانپ لیا اور دریافت فرمایا کہ کیا بات پیش آئی ؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آج جیسی تکلیف دہ بات کبھی پیش نہیں آئی' حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری دونوں اونٹنیوں کو پکڑ کے ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کی کوکھ چیر ڈالی' وہ یہیں ایک گھر میں شراب کی مجلس جمائے بیٹھے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اور اسے اوڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے چلے' میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ساتھ ہو لیے' جب اس گھر کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جہاں حمزہ (رضی اللہ عنہ) تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی' اجازت ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا اس پر انہیں ملامت و تنبیہ فرمانے لگے' حمزہ رضی اللہ عنہ شراب کے نشہ میں مست تھے' اور ان کی آنکھیں سرخ تھیں' انہوں نے آنحضور علیہ السلام کی طرف نگاہ اٹھائی' پھر ذرا اور اوپر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں کو دیکھنے لگے' پھر اور نظر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ

مبارک کو دیکھنے لگے، پھر کہنے لگے کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ وہ اس وقت مدہوش ہیں، اس لیے آپ ﷺ فوراً الٹے پاؤں واپس آ گئے اور اس گھر سے باہر نکل آئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر آ گئے۔" (رواہ البخاری عن احمد بن صالح)

یہ واقعہ بھی ان اسباب میں سے ایک ہے جو حرمت شراب کا موجب بنا۔

آیت مبارکہ:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾ (۹۳)

شان نزول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، اور جو شراب تیار کی گئی تھی وہ "فضیخ" (شیرہ انگور) اور بسر و تمر کی تھی، پھر ایک منادی نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ شراب حرام ہو گئی ہے، آپ کہتے ہیں کہ پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی، ابوطلحہ نے کہا کہ باہر نکلو اور اس کو بہا دو، چنانچہ میں نے وہ شراب بہا دی، بعض لوگ کہنے لگے کہ فلاں اور فلاں اس حال میں شہید ہوا کہ ان کے پیٹ میں شراب تھی، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔" (رواہ مسلم عن ابی الربیع و رواہ البخاری عن ابی نعمان)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حرمت سے قبل) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم شراب نوشی کرتے تھے پھر جب ان کا انتقال ہوا اور پھر شراب حرام ہو گئی تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ اس سے پہلے جو ہمارے ساتھی شراب پیتے تھے اور اب وہ وفات پا گئے ہیں ان کا کیا ہو گا؟ اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ (۱۰۰)

شان نزول:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تم پر بت پرستی، شراب نوشی اور خاندانی نسب پر طعنہ زنی کو حرام قرار دیا ہے، خبردار! شراب پینے والا، نچوڑنے والا، پلانے والا اور اس کی قیمت کھانے والا سب ملعون ہیں۔" (یہ بات سن کر) ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی یہی تجارت تھی، میں نے شراب فروشی سے کچھ مال جمع کر رکھا ہے تو اگر میں اس کو کسی نیک کام میں خرچ کروں تو کیا مجھے یہ مال نفع دے گا؟ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا: "اگر تم یہ مال حج یا عمرہ میں خرچ کرو یا کسی صدقہ میں دے دو تو وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت نہیں رکھے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک چیز ہی کو قبول کرتے ہیں۔" چنانچہ آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق و تائید میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ (۱۰۱)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ آنحضور ﷺ سے ازراہ مذاق سوالات کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک آدمی نے جس کی اونٹنی گم ہوگئی تھی پوچھا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (فرضیت حج کی) یہ آیت نازل ہوئی: "وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" (آل عمران: ۹۷) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ حضور ﷺ خاموش رہے، انہوں نے پھر پوچھا کہ کیا ہر سال فرض ہے؟ آنحضور ﷺ پھر خاموش رہے، پھر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا کہ نہیں۔'' اگر میں جواب میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں' تو ہر سال فرض ہو جاتا' اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾ (۱۰۵)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ بروایت ابو صالحؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کے نام جن کے گورنر منذر بن ساوی تھے' دعوت اسلام کا خط لکھا کہ اگر وہ انکار کردیں تو جزیہ ادا کریں' جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے عرب کے لوگ اور دوسرے تمام یہود و نصاریٰ اور صابیوں اور مجوسیوں کو جمع کر کے ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نامہ پیش کیا تو انہوں نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اسلام سے ناپسندیدگی ظاہر کی (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو) حضور علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ اہل عرب سے تو جزیہ نا قابل قبول ہے' یا تو وہ اسلام قبول کریں یا تلوار چلے گی (لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں) اور دیگر اہل کتاب اور مجوس سے جزیہ قبول کرلیا جائے' جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مکتوب گرامی ان کو پڑھ کر سنایا گیا تو اہل عرب مسلمان ہو گئے اور اہل کتاب اور مجوس نے جزیہ ادا کردیا' اس پر عرب کے منافقین کہنے لگے' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تعجب ہے' جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا ہے کہ اسلام قبول کرنے تک وہ تمام لوگوں سے قتال کریں اور وہ صرف اہل کتاب کا جزیہ قبول کرتا ہے' ہمارے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کے مشرکین سے وہ چیز قبول کرلی ہے جو مشرکین عرب سے قبول نہیں کی ہے۔ اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ﴾(۱۰۶)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمیم داری اور عدی بن زید مکہ معظمہ آتے جاتے تھے' قریش کا ایک آدمی جس کا تعلق بنوسہم سے تھا ان کا مصاحب بنا، پھر اس کا ایسی جگہ پر انتقال ہوگیا جہاں کوئی مسلمان موجود نہیں تھا' اس نے ان دونوں کو اپنے متروکہ مال کے بارے وصیت کی تھی (کہ اس کے ورثاء کے حوالہ کر دینا، جب وہ دونوں واپس آئے تو انہوں نے اس کا سارا سامان اس کے ورثاء کے حوالہ کر دیا لیکن ایک پیالہ اس میں سے نکال کر چھپالیا جس پر سونے کے نقش ونگار تھے' جب ان سے اس پیالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا کہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے، پھر ان دونوں کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اور ان سے قسم لی گئی کہ انہوں نے اس پیالہ کو نہ چھپایا ہے اور نہ ہی اس کا ان کو کوئی علم ہے' جب انہوں نے قسم کھالی تو حضور ﷺ نے ان کو رہا کر دیا' کچھ عرصہ کے بعد وہ پیالہ مکہ کے کچھ لوگوں کے پاس پایا گیا' (پوچھنے پر) انہوں نے کہا کہ ہم نے تو یہ پیالہ تمیم داری اور عدی بن زید سے خریدا ہے' وارثوں نے پھر آپ ﷺ سے رجوع کیا اور اپنا پیالہ لے لیا اور ان میں سے دو آدمیوں نے خدا کی قسم کھائی کہ یہ پیالہ ہمارے صاحب کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم نے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا' اس پر یہ دو آیات نازل ہوئیں۔

﴿سورۃ الانعام﴾

آیت مبارکہ:

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ﴾(۷)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی قسم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے ایک کتاب نہ لے آئیں اور اس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ کتاب من جانب اللہ ہے اور آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾(۱۳)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ آنحضور علیہ اسلام کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ اس دین کی طرف دعوت کسی ضرورت و حاجت کی بناء پر دے رہے ہیں، لہٰذا ہم اپنے اموال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی حصہ مقرر کر دیتے ہیں تاکہ آپ مال دار ہو جائیں اور اپنے کام سے رجوع کر لیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً﴾(۱۹)

شان نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رؤساء مکہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی رسالت کی گواہی اور تصدیق تو کوئی نہیں کرتا' اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہود و نصاریٰ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو ان کا کوئی تذکرہ یا وصف موجود نہیں ہے' آپ ہمیں کوئی ایسا شخص دکھائیں جو آپ کے حق میں گواہی دے کہ واقعی آپ رسول ہیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾ (۲۵)

شان نزول:

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ابوسفیان بن حرب' ولید بن مغیرہ' نضر بن حارث' عتبہ و شیبہ (ربیعہ کے بیٹے) اور امیہ و ابی (خلف کے بیٹے)[۱] جمع ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک سننے لگے' پھر انہوں نے نضر سے کہا کہ اے ابوقتیلہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کہہ رہے ہیں؟ نضر نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' بس اپنے ہونٹ ہلا رہا ہے' اور

---

[۱] ابوسفیان: ان کا نام صخر بن حرب ہے' ان کے اور ولید بن مغیرہ کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔ نضر بن حارث: اس کا نام نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ القرشی ہے اس کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا' اور یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھا' بدر کی لڑائی میں بحالت کفر مارا گیا۔ عتبہ بن ربیعہ: ان کا نام عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ البھرائی ہے' آپ اوس کے حلیف تھے' بدر میں شہید ہوئے۔ امیہ: اس کا نام امیہ بن خلف بن وہب ہے' اس کا تعلق بنی لؤی سے تھا' اس کے بھائی ابی کا بھی یہی نسب ہے' امیہ دور جاہلیت میں قریش کے جابر لوگوں میں سے تھا' اور ان کا سردار تھا' اسلام کا دور پایا مگر مسلمان نہ ہوا' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کو بدر کے دن گرفتار کیا' حضرت بلال نے اس کو دیکھا (امیہ ان کو اذیتیں دیا کرتا تھا) تو لوگوں کو اس کے قتل پر آمادہ کرنے لگے چنانچہ لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔

پرانے لوگوں کی کہانیاں اسی طرح کہہ رہا ہے جس طرح میں تم سے سابقہ امتوں کے قصے کہانیاں سنایا کرتا ہوں' نضر بن حارث پرانے لوگوں کی قصے کہانیاں بہت زیادہ سنایا کرتا تھا، وہ قریش کو کہانیاں سناتا تھا اور وہ اس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾ (۲۶)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حضور علیہ السلام کو اذیت دینے سے مشرکین کو تو روکتے تھے لیکن خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے دور رہتے تھے' عمرو بن دینار اور قاسم بن مخیمر کا یہی قول ہے۔

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا قصہ یہ ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، ابو طالب[۱] کے پاس تھے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے کہ قریش کے لوگ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو رد کرنے لگے، اس پر ابو طالب نے یہ اشعار کہے:

واللّٰہ لا وصلوا الیک بجمعھم — حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ — وابشر و قر بذاک منک عیونا
وعرضت دینا لامحالۃ انہ — من خیر ادیان البریۃ دینا

[۱] ان کا نام عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم ہے' ان کا تعلق قریش سے تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں، انہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی نصرت' کفالت اور تربیت کی تھی' بنو ہاشم کے بہادر اور سردار تھے' نیز بڑے خطیب اور خود دار تھے' ان کی قریش کی طرح بڑی تجارت تھی۔

لولا الملالة او حذاری سبة لوجدتنی سمحاً بذاک مبینا

''خدا جانتا ہے کہ یہ سب لوگ مل کر بھی آپ کا بال تک بینکا نہیں کر سکتے جب تک کہ میں زندہ ہوں اور قبر میں دفن نہیں ہو جاتا' آپ اپنے کام کا کھل کر اعلان کریں' آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' اور آپ خوش ہوں' آپ نے ایسا دین پیش کیا ہے جو یقیناً تمام ادیان سے افضل و برتری ہے' اگر مجھے اپنی قوم کی طرف سے ملامت یا بدنامی کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے اس معاملہ میں بڑا فیاض اور سخی پاتے۔'' اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

محمد بن حنفیہ رحمتہ اللہ علیہ، سدی رحمتہ اللہ علیہ اور ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو حضور علیہ السلام کی اتباع سے روکتے تھے اور خود بھی آپ ﷺ سے دور رہتے تھے' ایک روایت کے مطابق یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ﴾ (۳۳)

شان نزول:

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اخنس بن شریق کی ابوجہل بن ہشام سے ملاقات ہوئی' اخنس نے ابوجہل سے پوچھا کہ اے ابوالحکم! مجھے محمد ﷺ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ کیوں کہ یہاں میرے سوا اور کوئی شخص نہیں ہے جو تمہاری بات کو سن رہا ہو، ابوجہل نے قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ محمد سچے ہیں' انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' لیکن بات یہ ہے کہ قریش کی صرف ایک شاخ بنو قصی سارے کمالات لے جائے اور باقی سب خالی ہاتھ رہ جائیں، یہ ہمیں برداشت نہیں' جھنڈا بھی ان کے پاس' حاجیوں کو پانی پلانا' بیت اللہ کی دربانی اور اس کی کنجی سب کچھ ان کے ہاتھ میں ہے' اور اب نبوت بھی ان کو ملی' تم یہ بتاؤ کہ باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا؟ اس

پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ ابو میسرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم آپ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے' آپ تو ہمارے نزدیک سچے ہیں لیکن ہم آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کرتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کے متعلق نازل ہوئی جو نبی کریم علیہ السلام کی علانیہ تو تکذیب کرتا تھا لیکن جب اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا تو کہتا کہ محمد جھوٹے لوگوں میں سے نہیں ہیں' میں ان کو سچا ہی خیال کرتا ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ (۵۲)

شان نزول:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں ایک تو میں خود ہوں' اور دوسرے یہ حضرات ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ' صہیب رضی اللہ عنہ' عمار رضی اللہ عنہ' مقداد رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ۔ قریش نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے' اس لیے آپ ان کو ہمارے آنے کے وقت ہٹا دیا کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا آپ کے دل میں اس کا خیال آنے لگا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن زهير بن حرب)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارہ

---

[1] ان کے نسب میں اختلاف ہے' بعض کے نزدیک آپ خزاعی ہیں اور بعض کے نزدیک تمیمی ہیں' دور جاہلیت میں غلام تھے پھر مکہ میں بیچے گئے' آپ سابقین اسلام میں سے ہیں اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کو دین کی خاطر اذیتیں دی گئیں' آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے بیٹے

نازل ہوئی ہے، ہم کمزور تھے اور صبح و شام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے رہتے تھے، قرآن اور خیر (دین) کی باتیں سیکھتے تھے، حضور ﷺ ہمیں جنت، جہنم اور موت اور قیامت کے تذکرہ سے ڈراتے تھے، ایک دن اقرع بن حابس التمیمی [۲] اور عیینہ بن حصن الفزاری [۳] آئے اور کہنے لگے: ہم اپنی قوم کے معزز افراد میں سے ہیں اور ہمیں یہ بات گوارا نہیں کہ وہ لوگ ہمیں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں، اس لیے جب ہم آپ کے پاس بیٹھنے لگیں تو آپ ان کو ہٹا دیا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم اس وقت راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان معاہدہ نہیں لکھ دیتے، چنانچہ قلم و دوات اور چمڑا لایا گیا، تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری، حضور ﷺ کی مجلس میں خباب بن الارتؓ، صہیب رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، قریش کے لوگ کہنے لگے کہ اے محمد! آپ ان لوگوں کے ساتھ راضی ہیں، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کے تابع ہو جائیں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت جعفر، حضرت ربیع سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں پہنچنے میں سبقت لے جاتے تھے، جن میں بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ تھے، تو قوم کے شرفاء اور رؤسا آتے اور دیکھتے کہ ان لوگوں نے پہلے سے ہی آ کر جگہیں سنبھال لی ہیں تو کہتے کہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے پاس بیٹھتے ہیں اور ہم

عبداللہ اور مسروق ہیں، نیز قیس بن ابی حازم، شقیق، عبداللہ بن سخیرہ اور شعبی وغیرہ روایت کرتے ہیں، کوفہ میں ۳۷ ہجری کو انتقال ہوا۔

[۲] نام و نسب: اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم

[۳] نام و نسب: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر بن عمرو بن جویہ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی الفزاری، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔

آتے ہیں تو ایک گوشہ میں بیٹھتے ہیں' انہوں نے یہ بات حضور ﷺ سے بھی ذکر کی کہ ہم آپکی قوم کے سردار اور معزز ہیں' لہٰذا اگر آپ ہمیں آنے کے وقت اپنے قریب جگہ دیں تو بہت بہتر ہوگا' آپ ﷺ نے ایسا کرنے کا ارادہ کرلیا تھا' مگر مذکورہ آیت نازل ہوگئی۔

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ قریش کے چند سردار عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل وغیرہ آنحضور ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ کے بھتیجے محمد ﷺ ہمارے آنے کے وقت ہمارے ان غلاموں' ملازموں اور خدمت گاروں کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں تو ہم ان کی بات سنیں گے اور غور کریں گے اور ہوسکتا ہے کہ ہم ان کی اتباع اور تصدیق کریں، چنانچہ ابو طالب، حضور ﷺ کے پاس آئے اور حضور ﷺ سے ان کی یہ بات نقل کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ ان کا اس سے جو مقصد ہے وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی' جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے معذرت کرنے لگے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ (۵۴)

شان نزول:

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کو اپنی مجلس سے اٹھانے اور ہٹانے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو منع کیا تھا' چنانچہ نزول آیت کے بعد آپ ﷺ جب ان کو دیکھتے تو سلام میں پہل کرتے اور فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا کیے ہیں جن کے متعلق اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کو پہلے سلام کروں۔"

حضرت ماہان الحنفی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس

آئے اور کہا کہ ہم نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا تو جب وہ واپس جانے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ﴾ (۵۷)

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث اور دیگر روٴسا قریش کے بارہ نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے وہ عذاب ہم پر لے آ اور وہ یہ بات استہزاء کے طور پر کہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ﴾ (۹۱)

شان نزول:

والبی کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے کہا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی کتاب نازل کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اللہ نے آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن کعب القرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب سے اپنے متعلق دریافت کریں کہ وہ اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کو کیسا پاتے ہیں؟ چنانچہ ان کو حضور ﷺ سے حسد نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کا انکار کریں، پس انہوں نے کہا کہ اللہ نے تو کسی

بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مالک بن الصیف نامی ایک یہودی، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھگڑنے لگا' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم تورات میں یہ بات نہیں پاتے کہ اللہ تعالیٰ فربہ جسم رکھنے والے عالم سے نفرت رکھتا ہے؟ وہ یہودی بھی فربہ بدن عالم تھا' اس پر اسے غصہ آ گیا' کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی' اس کے ساتھیوں نے جو اس کے ساتھ آئے تھے کہا کہ تیرا ناس ہو' کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا؟ تو اس نے کہا کہ ہاں' اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ﴾ (۹۳)

شان نزول:

یہ آیت مسیلمہ کذاب الحنفی[1] کے بارے میں نازل ہوئی' جو مقفّٰی کلام بناتا تھا اور کہانت کا کام کرتا تھا اور نبوت کا دعویدار تھا اور کہتا تھا کہ اللہ نے میری طرف وحی کی ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (۹۳)

---

[1] اس کی کنیت ابوثمامہ تھی اور نام مسیلمہ بن کبیر بن حبیب الحنفی الوائلی تھا' نبوت کا دعویٰ کیا تھا' مثل مشہور ہوگئی کہ "اکذب من مسیلمہ"، یعنی مسیلمہ سے زیادہ جھوٹا' یمامہ کی بستی میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی' آج اس بستی کا نام جبیلہ ہے' عہد صدیقی میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک معرکہ میں مقتول ہوا۔

شان نزول:

یہ آیت عبداللہ بن سعد بن سرح[1] کے بارے میں نازل ہوئی جو زبان سے اسلام کا اظہار کرتا تھا، ایک دن آنحضرت ﷺ نے اس کو کچھ لکھنے کیلئے بلایا، جب سورۃ المومنون کی یہ آیت نازل ہوئی ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ'' (المومنون:۱۲) تو آپ ﷺ نے یہ آیت اس کو لکھوائی، جب اس آیت پر پہنچا: ''ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ'' (المومنون:۱۴) تو عبداللہ کو تخلیق انسانی کی تفصیل میں تعجب ہوا، کہنے لگا کہ تبارک اللہ احسن الخالقین، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ آیت مجھ پر اسی طرح نازل ہوئی ہے'' لیکن عبداللہ کو اس میں شک ہوا اور کہا کہ اگر محمد سچے ہیں تو ان کی طرح میری طرف بھی وحی آتی ہے اور اگر جھوٹے ہیں تو ان کی طرح میں نے بھی کہہ دیا، مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے۔ (هذا قول ابن عباس فی روایة الکلبی)

شرحبیل بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سعد بن سرح کے متعلق نازل ہوئی جس نے یہ کہا تھا کہ میں بھی اسی طرح کا کلام لاسکتا ہوں جس طرح کا کلام اللہ نے نازل کیا ہے اور وہ مرتد ہوگیا تھا (نعوذ باللہ) پھر جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو آنحضور کی خدمت میں لے آئے اور اس کے لیے امن کے خواستگار ہوئے۔

آیت مبارکہ:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ﴾ (۱۰۰)

---

[1] ان کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حُبَیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی القرشی العامری ہے، فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے اور حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے، پھر مشرک ہوکر قریش مکہ کے پاس چلے گئے، فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ بھاگ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو بارگاہ نبوی ﷺ میں لے آئے اور وہ پھر مخلص مسلمان بنے۔ آپ نے عسقلان میں ۳۶ ہجری کو انتقال کیا۔

شان نزول:

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت زندیقوں کے بارہ نازل ہوئی جنہوں نے یہ کہا تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں بھائی بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور جانوروں کا خالق اور ابلیس سانپ، بچھو اور درندوں کا خالق ہے، اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَاتَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۱۰۸)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے کہا کہ اے محمد! آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آ جائیں ورنہ ہم بھی آپ کے رب کی ہجو کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان، کفار کے بتوں کو برا بھلا کہتے تھے، وہ بھی ان کو اس کا جواب دیتے تھے، پھر اللہ نے مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ ان کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہا کریں کیوں کہ یہ جاہل اور نادان قوم ہے، ان کو اللہ کی عظمت کا علم نہیں۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو قریش کہنے لگے کہ ان کے پاس چلو، ان کو کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو ذرا باز رکھیں، کیوں کہ ہمیں اس بات سے حیا آتی ہے کہ ہم ابو طالب کی وفات کے بعد ان کو (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ) قتل کریں، کیونکہ عرب کے لوگ کہیں گے کہ ابو طالب درمیان میں حائل تھے اب جو ان کی وفات ہوگئی تو اس کو قتل کر دیا، چنانچہ ابو سفیان، ابو جہل، نضر بن حارث، امیہ اور ابی (خلف کے بیٹے) عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن العاص[1] اور اسود بن بختری[2]

---

[1] آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور نام عمرو بن العاص بن وائل السہمی القرشی ہے، آپ فاتح مصر اور سردار

ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہیں' آپ جانتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو بڑا ستا رکھا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو بلا کر سمجھائیں کہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں، ہم بھی ان کو کچھ نہ کہیں گے، وہ جس کو چاہیں اپنا معبود بنائیں' ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کے لوگ آئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا اور ہمارے معبودوں کا پیچھا چھوڑ دیں' ہم بھی آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے' ابو طالب کہنے لگے کہ تیری برادری کے لوگوں نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے، اس لیے آپ ان کی بات مان لیں' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! اگر میں تمہاری یہ بات مان بھی لوں تو کیا تم ایسا کلمہ کہو گے جس کے کہنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ اور عجم تمہارے تابع ہو جائے؟

ابو جہل نے کہا کہ ایک نہیں' ہم ایسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں' بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کلمہ ہے۔ ''لآ اِلٰـہ الا اللّٰـہ'' یہ سنتے ہی سب برافروختہ ہوئے اور انکار کرنے لگے' ابو طالب نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے علاوہ کچھ اور کہیں' آپ کی قوم اس کلمہ سے گھبرا گئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچا! میں اس کے سوا اور کوئی کلمہ نہیں کہہ سکتا' اگر یہ لوگ سورج لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دیں تب بھی اس کے سوا کوئی کلمہ نہیں کہوں گا'' اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا

عرب ہیں' دور جاہلیت میں اسلام کے سخت مخالف تھے' صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہوئے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جیش ذات السلاسل کا امیر بنایا' اور ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مدد کی۔ حضرت معاویہ نے ان کو مصر کا والی بنایا تھا' قاہرہ میں انتقال ہوا۔

۲ اسد الغابۃ ۱/۹۹ پر ہے: ''ابو البختری کا نام عاص بن ہاشم بن حارث بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی ہے' فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اور صحابی بنے' ان کے والد بدر میں کفر کی حالت میں مرے۔

بھلا کہنے سے باز آ جائیں ورنہ ہم آپ کو بھی برا بھلا کہیں گے اور اس ذات کو بھی برا بھلا کہیں گے جو آپ کو حکم دیتی ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ...... وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (۱۰۹۔۱۱۱)

شان نزول:

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ آئے اور آنحضور ﷺ سے کہنے لگے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا جس کو وہ پتھر پر مارتے تو بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور قوم ثمود کے لیے اونٹنی تھی، اسی طرح آپ بھی کوئی معجزہ دکھائیں تا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں' رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ تم کیسا معجزہ چاہتے ہو جو میں لے کر آؤں؟ انہوں نے کہا کہ آپ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں' حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں بنادوں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں' اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ ﷺ کی اتباع کریں گے' چنانچہ حضور ﷺ دعا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تو فوراً جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ پیغام الٰہی لائے کہ اگر آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں تو صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن (میرا قانون یہ ہے کہ) اگر میں کوئی نشانی بھیجوں پھر اس کی تکذیب کی جائے تو ضرور عذاب نازل کرتا ہوں' اور اگر آپ ﷺ چاہیں تو آپ ان کو اسی طرح رہنے دیں تا کہ توبہ کرنے والے توبہ کر لیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں انکو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تا کہ توبہ کرنے والے توبہ کریں' اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (۱۲۱)

شان نزول:

مشرکین نے کہا کہ اے محمد! مردار بکری کے بارے میں بتایئے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کو مارا ہے' کہنے لگے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ جس کو تم اور تمہارے اصحاب ماریں وہ حلال ہے اور جس کو کتا اور شکرا مارے وہ حلال ہے اور جس کو خود اللہ مارے وہ حرام ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مردار کی حرمت نازل فرمائی تو اہل فارس کے مجوسیوں نے مشرکین قریش کو جو دور جاہلیت میں ان کے دوست تھے اوران کی آپس میں خط و کتابت رہتی تھی، یہ لکھا کہ محمد اوران کے ساتھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حکم خدا کے ماننے والے ہیں' اوراس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو جانور وہ خود ذبح کریں وہ حلال ہے اور جس کو اللہ نے ذبح کردیا وہ حرام ہے! اس بات سے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں بھی شکوک پیدا ہونے لگے اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ (۱۲۲)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل ہیں' قصہ یہ ہوا کہ ابوجہل نے رسول اکرم ﷺ پر گوبر پھینکا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' حضرت حمزہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اپنا تیر کمان لے کر غصہ سے بھرے ہوئے ابوجہل کے پاس گئے اور اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو ابوجہل نے کہا کہ اے ابویعلی! کیا آپ کو پتہ نہیں کہ وہ کیا دین لے کر آیا ہے! اس شخص نے ہمیں بے وقوف بنا رکھا ہے' ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور آباء واجداد کی مخالفت کرتا ہے؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھلا تم سے بڑا بے

وقوف کون ہوگا؟ خدا کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔'' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ'' کا مصداق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور ''كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا'' (۱۲۲) کا مصداق ابوجہل بن ہشام ہیں۔

﴿سورۃ الاعراف﴾

آیت مبارکہ:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (۳۱)

شان نزول:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے حتی کہ اگر کوئی عورت طواف کرتی تو وہ بھی برہنہ ہو کر کرتی تھی اور دورانِ طواف شرمگاہ پر چمڑے کا ٹکڑا رکھ لیتی اور یہ رجز پڑھتی۔

اليوم يبدو بعضه أو كله
وما بدا منه فلا أحله

یعنی آج اس کا کچھ حصہ کھل جائے گا یا سارا حصہ کھل جائے گا اور جو حصہ کھل جائے گا میں اس کو کسی کے لیے حلال نہیں کروں گی۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مذکورہ آیت نازل فرمائی اور کپڑے پہننے کا حکم دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت میں عورتیں برہنہ ہو کر طواف کرتی تھیں اور اپنی شرمگاہ پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیتیں تھیں اور یہ کہتی تھیں:

اليوم يبدو بعضه او كله وما بدامنه فلااحله

یعنی آج اس کا کچھ حصہ یا سارا حصہ کھل جائے گا اور جو حصہ ظاہر ہوگا میں اس کو کسی کیلئے حلال نہیں کروں گی۔'' اس پر مذکورہ آیت اور یہ آیت نازل ہوئی: ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ'' (۳۲) (رواہ مسلم عن بندار)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جب حج کرتے تو منیٰ سے واپس چلے آتے اور ان کے دین میں کسی کے لیے یہ بات جائز نہ تھی کہ وہ کپڑے پہن کر بیت اللہ کا طواف کریں' اس لیے جو شخص طواف کرنا چاہتا تو برہنہ ہو کر طواف کرتا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ ''يَعْلَمُوْنَ'' (۳۲) تک۔ یعنی یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے ایام میں معمولی خوراک کھاتے تھے اور چکناہٹ استعمال نہیں کرتے تھے اور اس چیز کو حج کی تعظیم قرار دیتے تھے مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم تو اس کے زیادہ حق دار ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا'' یعنی گوشت اور چکناہٹ استعمال کرو۔

آیت مبارکہ:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾ (۱۷۵)

شان نزول:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک آدمی' بلعم بن باعورا کے متعلق نازل ہوئی' ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد بلعم بن باعورا ہے اور والبی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شہر جبارین کا ایک آدمی تھا جس کا نام بلعم تھا' وہ اللہ تعالیٰ کا ''اسم اعظم'' جانتا تھا' جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچے تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ موسیٰ (علیہ السلام) بڑے سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے' اگر وہ ہم پر چڑھائی کریں گے تو ہم ہلاک ہو جائیں گے اس لیے آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ

موسیٰ علیہ السلام اوران کے ہمراہ آنے والے لشکر کو واپس پلٹ دے، بلعم نے کہا کہ اگر میں نے اللہ سے یہ دعا کردی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھ والوں کو واپس پلٹ دے تو میری دنیا وآخرت تباہ ہو جائے گی۔ لوگوں نے اصرار کیا تو بلعم بن باعورا نے دعا کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری بزرگی چھین لی۔ آیت مبارکہ: ''فَانْسَلَخَ مِنْهَا'' کا یہی معنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وبن العاص اور زید بن اسلم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت امیہ بن ابی الصلت الثقفی[1] کے بارے میں نازل ہوئی اس نے کتابیں پڑھی تھیں، اور جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت ایک پیغمبر بھیجنے والے ہیں اوراسے امید تھی کہ وہ خود پیغمبر ہوگا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو معبوث فرمایا تو اس نے آپ ﷺ سے حسد کیا اور انکار کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایک آدمی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تین دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ کیا تھا، ایک عورت تھی جس کا نام ''بسوس'' تھا جس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا تھا، اس سے اس کو بڑی محبت تھی، اس عورت نے کہا کہ ایک دعا میرے لیے خاص کردو، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، ایک دعا تیرے لیے ہے، بتاؤ کیا کہتی ہو؟ عورت نے کہا کہ خدا سے دعا کرو کہ سارے بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ خوبصورت میں بن جاؤں (چنانچہ اس کی دعا سے وہ سب سے زیادہ حسین وجمیل عورت بن گئی) جب عورت نے یہ محسوس کیا کہ اس جیسی حسین اب کوئی عورت نہیں تو وہ اپنے شوہر سے بے رغبت رہنے لگی، اور اس کے ارادے بدل گئے تو اس (بلعم) نے دعا کی کہ وہ کتیا بن جائے جو بھونکتی پھرے، اس طرح اس کی دو دعائیں

---

[1] نام امیہ بن عبداللہ ابی الصلت ابی ربیعہ بن عوف الثقفی ہے، یہ جاہلی شاعر تھا اور اہل طائف کا حکیم تھا، زمانہ اسلام سے قبل دمشق گیا تھا، قدیم کتابوں پر گہری نظر رکھتا تھا اور راہبانہ لباس پہنتا تھا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اپنے اوپر شراب اور بت پرستی کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ ۶۲۶ عیسوی کو وفات ہوئی۔

ختم ہوگئیں پھر اس کے بچے آ کر کہنے لگے کہ ہم سے تو نہیں دیکھا جا رہا کہ ہماری ماں کی یہ حالت ہو اور لوگ بھی ہمیں اس پر عار دلا رہے ہیں‘ پس آپ دعا کریں کہ وہ اپنی سابقہ حالت میں آ جائے‘ چنانچہ اس نے دعا کی تو وہ عورت جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی‘ اب تینوں دعائیں صرف ہوگئیں‘ پھر نحوست میں وہ عورت (بسوس) ضرب المثل بن گئی‘ کہا جانے لگا کہ ’’اشأم من البسوس‘‘ یعنی فلاں شخص‘ بسوس سے زیادہ منحوس ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا﴾ (۱۸۷)

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبل بن ابی قشیر اور شموال بن زید (یہود) نے کہا کہ اے محمد! اگر آپ نبی ﷺ ہیں تو بتایئے کہ قیامت کب آئے گی تاکہ ہم بھی جانیں کہ قیامت کیا چیز ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ ہماری آپس میں قرابت داری ہے‘ آپ ہمیں بتادیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت قرظہ بن حسان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے روز بصرہ کے منبر پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس وقت موجود تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے‘ وہی اس کو وقت آنے پر ظاہر کرے گا‘ البتہ میں قرب قیامت کی نشانیاں بیان کیے دیتا ہوں کہ قیامت کے قریب بڑے فتنے رونما ہوں گے اور ھرج ہوگا‘ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ھرج سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حبشہ کی زبان میں قتل و غارت کو کہتے ہیں۔ (ایک نشانی یہ ہے کہ) لوگوں کے دلوں میں تنگی پیدا ہو جائے گی اور ان میں اجنبیت پیدا ہو جائے گی کہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں

گے، عقلمند لوگ تو اٹھ جائیں گے اور لوگوں کی ایسی جماعت رہ جائے گی جو اچھائی کو اچھائی اور برائی کو برائی نہ گردانے گی۔"

آیت مبارکہ:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا﴾ (۱۸۸)

شانِ نزول:

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ کا پروردگار آپ کو قیمتوں کی گرانی سے باخبر نہیں کرتا تا کہ آپ مہنگائی سے پہلے ہی چیزیں خرید کر نفع حاصل کریں؟ اور زمین میں قحط سالی کی خبر نہیں دیتا تا کہ آپ سرسبز و شاداب زمین کی طرف منتقل ہو جایا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (۱۸۹)

شانِ نزول:

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کے ہاں بچہ زندہ نہیں رہتا تھا' شیطان نے ان سے کہا کہ اب کی بار جو بچہ پیدا ہو اس کا نام عبدالحرث رکھنا' اس سے پہلے "حرث" شیطان کا نام ہوتا تھا' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' یہ مطلب ہے اس آیت مبارکہ کا: "فَلَمَّآ اٰتٰـهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ" (۱۹۰)

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ (۲۰۴)

شانِ نزول:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت آواز بلند کرنے کے بارے

میں نازل ہوئی جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب نماز فرض ہوئی تو لوگ نماز میں بات کرلیا کرتے تھے' کوئی آ کر ساتھ والے سے پوچھ لیتا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ وہ بتا دیتا کہ اتنی اتنی پڑھی ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔ امام زہری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری نوجوان کے متعلق نازل ہوئی: رسول اللہ ﷺ جب کوئی آیت پڑھتے تو وہ بھی پڑھنے لگتا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرض نماز میں قرأت کی تو آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی بلند آواز سے قرأت کی جس سے قرأت خلط ملط ہوگئی' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ' حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ' حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ اور عمرو بن دینار اور دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن امام کا خطبہ کان لگا کر توجہ سے سننے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

﴿سورۃ الانفال﴾

آیت مبارکہ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾(۱)

شانِ نزول:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں میرے بھائی عمیر شہید ہوگئے اور سعید بن العاص[1] بھی قتل ہوئے تو میں

---

[1] نام ونسب: سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔ ان کے دادا ابواحیحہ کے نام سے معروف ہیں جو قریش کے معزز آدمی تھے' ان کی پیدائش ہجرت کے سال ہوئی۔ بعض کے نزدیک اہجری میں ہوئی۔ ان کے والد عاص بدر کی لڑائی میں کفر کی حالت میں مارے گئے۔ سعید کی وفات ۵۹ ہجری کو ہوئی۔

نے اس کی تلوار لے لی اس کا نام ذوالکثیفہ تھا' میں وہ تلوار آنحضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کو مال غنیمت میں جمع کراؤ'' مجھے صدمہ ہوا کہ میرا بھائی بھی شہید ہوا اور سامان مقتول بھی لے لیا گیا' ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہوگئ' پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ! اپنی تلوار لے لو۔''

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا ایسا کارنامہ دکھائے گا اس کو ایسا ایسا انعام ملے گا۔'' چنانچہ نوجوان تو اپنے جوہر دکھانے میں لگ گئے اور بوڑھوں نے جھنڈے سنبھال لیے' جب مال غنیمت آیا تو نوجوان اپنا حصہ غنیمت لینے آئے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہوسکتی' کیوں کہ ہم نے جھنڈے سنبھالے ہوئے تھے اگر تمہیں شکست ہوتی تو ہمارے پاس ہی تم کو پناہ ملتی' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور مال غنیمت ان کے درمیان برابر طریقہ سے تقسیم کیا گیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں دشمن شکست سے دوچار ہوا تو ایک جماعت نے تو دشمن کا تعاقب کیا اور بھاگنے والوں کو قتل کیا اور ایک جماعت رسول کریم ﷺ کو گھیرے ہوئے آپ ﷺ کی حفاظت کرتی رہی اور ایک جماعت لشکر کا محاصرہ کرتی رہی اور مال غنیمت جمع کررہی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دشمن کو میدان سے بھگا دیا اور اور دشمن کے تعاقب میں نکلے ہوئے لوگ واپس آئے تو کہنے لگے کہ ہم مال غنیمت کے زیادہ حقدار ہیں کیوں کہ ہماری وجہ سے دشمن بھاگنے پر مجبور ہوا' ہم نے ان کا تعاقب کیا ان کو بھگا دیا جو جماعت آنحضرت ﷺ کو گھیرے ہوئے آپ ﷺ کی حفاظت کرتی رہی اس نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو' ہم نے آنحضور ﷺ کو ہر طرف سے گھیرے رکھا تاکہ دشمن آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے اس لیے ہم زیادہ مستحق ہیں اور جو لوگ لشکر کا محاصرہ اور مال غنیمت کو جمع کرنے میں لگے رہے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! تم ہم سے زیادہ اس کے حق دار

نہیں ہو ہم نے مال و متاع جمع کیا اور اس کو اپنے قبضہ میں کیا اس لیے ہمیں اس کا زیادہ استحقاق پہنچتا ہے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے مال غنیمت برابر طریقہ سے تقسیم کیا۔

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾ (۱۷)

شان نزول:

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ احد کے دن ابی بن خلف قتل کرنے کے ارادہ سے حضور ﷺ کی طرف آیا تو کچھ مسلمان اس کے سامنے ڈٹ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو' پھر مصعب بن عمیر جو بنی عبدالدار کے ایک فرد تھے' نے اس کو قتل کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف کو دیکھا کہ وہ مکمل طور پر خود اور زرہ پوش ہے تو آپ ﷺ نے اس کو ایک نیزہ مارا تو ابی اپنے گھوڑے سے گر گیا' اس نیزے سے اس کا خون تو نہیں نکالیکن اس سے اس کی پسلی ٹوٹ گئی' پھر اس کے ساتھی آئے تو دیکھا کہ بیل کی سی آواز نکال رہا ہے اس سے کہنے لگے' صرف خراش آئی ہے کوئی ڈر کی بات نہیں' ابی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جس تکلیف سے میں دوچار ہوا ہوں اگر اہل مجاز ہوتے تو سب کے سب مر جاتے' پھر وہ جہنم واصل ہو گیا۔ مکہ پہنچنے سے پہلے ہی دوزخ کا ایندھن بن گیا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عبدالعزیز بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن کمان منگوائی تو ایک لمبی کمان لائی گئی' حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دوسری کمان لاؤ' دوسری کمان لائی گئی تو آنحضرت ﷺ نے اس سے قلعہ کی جانب تیر پھینکا تو وہ تیر گھومتا ہوا کنانہ بن ابی الحقیق کے جالگا جس سے وہ مر گیا' اس وقت وہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے موقع پر نازل ہوئی جب آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹھی بھر کنکریاں وادی سے اٹھا کر مشرکین کی طرف پھینکتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔ "شاهت الوجوه" یعنی تمہارے چہرے بدصورت ہو جائیں۔" آپ ﷺ نے جب وہ کنکریاں ان کی طرف پھینکیں تو ایسا کوئی مشرک باقی نہ رہا جس کی آنکھ میں وہ کنکری داخل نہ ہوئی ہو۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم نے آسمان سے زمین کی طرف آتی ہوئی ایک آواز سنی جیسے کنکریوں کی آواز ہو جو ایک طشت میں آ کر گری ہوں، یہ اصل میں آنحضور ﷺ کے کنکریاں پھینکنے کی آواز تھی، چنانچہ ہم ہزیمت سے دوچار ہوئے، مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے۔

آیت مبارکہ:

﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ﴾ (۱۹)

شانِ نزول:

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فیصلہ چاہنے والا ابوجہل تھا، جب (بدر کے دن) باہم مقابلہ ہوا تو اس نے کہا اے اللہ! ہم میں سے جو بھی قطع رحمی کرنے والا ہو اور ہمارے پاس ایسی باتیں لائے جن کو ہم نے نہیں جانتے تو کل صبح اُس کا فیصلہ کر دے" تو خود ابوجہل نے فیصلہ چاہا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ "وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ" تک۔ (رواه الحاكم فى صحيحه عن القطيعى)

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مشرکین جب جنگ بدر کیلئے مکہ سے روانہ ہونے لگے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر یہ کہنے لگے: "اے اللہ! دونوں لشکروں میں سے جو اعلیٰ و برتر ہے اور دونوں گروہوں میں سے جو زیادہ راہ ہدایت پر ہے اور دونوں جماعتوں میں سے جو (آپ کے نزدیک) زیادہ مکرم و معزز ہے اور دونوں دینوں میں سے جو زیادہ افضل ہے اس کی نصرت و مدد فرما۔" اس پر یہ آیت

نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مشرکین نے یہ کہا: اے اللہ! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دین لے کر آئے ہیں ہم اسے نہیں پہچانتے پس آپ ہمارے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں' اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ﴾ (۲۷)

شان نزول:

یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ[۱] کے بارے میں نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے یہود کا اکیس راتوں تک محاصرہ کیے رکھا تو انہوں نے آنحضور ﷺ سے صلح کی درخواست کی کہ جیسے ان کے بھائی بنو نضیر سے مصالحت ہوئی اسی طرح ان سے بھی مصالحت کی جائے۔ اس شرط پر کہ وہ ملک شام کے علاقے اور اذرعات اور اریحا میں اپنے بھائیوں کے پاس چلے جائیں۔ حضور ﷺ نے ان کی بات ماننے سے انکار فرمایا' حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترنے کا کہا گیا تو یہود نہ مانے' کہنے لگے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجو' ابولبابہ ان کے لیے خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے کیونکہ ان کے اہل وعیال اور مال وغیرہ ان یہودیوں کے ہاں تھا' حضور علیہ لاسلام نے ابولبابہ کو ان کی طرف بھیج دیا' ابولبابہ جب ان کے پاس آئے تو ان یہودیوں نے کہا کہ اے ابولبابہ! تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ کیا ہم سعد

---

[۱] آپ کا نام رفاعہ بن عبدالمنذر ہے' بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام بشیر ہے' آپ نقیب تھے' بیعت عقبہ میں موجود تھے' حضور علیہ السلام کے ہمراہ بدر کی طرف گئے تھے مگر حضور ﷺ نے ان کو مدینہ واپس بھیج دیا اور مدینہ میں اپنا جانشین بنایا۔ نیز حضور ﷺ نے ان کو غنیمت کے حصہ اور اجر میں شریک رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ دیکھیے۔ اسد الغابة ۲۶۶/۵۔ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۲ ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔

بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے اتر آئیں؟ ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح تم ذبح کر دیئے جاؤ گے' ایسا نہ کرو' ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے فوراً جان لیا کہ میں نے تو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی خیانت کردی ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمائیں گے میں مر جاؤں گا مگر کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں! ابولبابہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو لبابہ رضی اللہ عنہ! تمہاری توبہ قبول ہو چکی ہے تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم! میں خود اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ خود رسول کریم علیہ السلام آ کر مجھے کھولیں' چنانچہ آنحضور ﷺ آئے اور آپ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ سے کھولا' پھر ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں جہاں میں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور یہ کہ میں اپنے مال سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''تیرے لیے بس یہ کافی ہے کہ تو تیسرا حصہ صدقہ کرے۔''

آیت مبارکہ:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ﴾ (۳۲)

شان نزول:

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی جس نے یہ کہا تھا کہ اگر وہ باتیں جو محمد (ﷺ) کہتے ہیں سچی ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے۔'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ دین برحق ہے اور آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔'' اس پر یہ آیت اتری: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ'' الآية

(رواه البخاری عن احمد بن النضر و رواه مسلم عن عبداللہ بن معاذ)

آیت مبارکہ:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ﴾ (۳۵)

شانِ نزول:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور تالیاں بجاتے تھے اور اپنے رخساروں کو زمین پر رکھتے تھے اور سیٹیاں (بھی) بجاتے تھے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۳۶)

شانِ نزول:

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ بدر کے دن ساتھیوں کو کھانا کھلاتے تھے وہ بارہ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں' ابوجہل بن ہشام' ربیعہ کے دونوں بیٹے' عتبہ اور شیبہ' حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ' ابوالبختری بن ہشام' نضر بن حارث' حکیم بن حزام[1]' ابی بن خلف' زمعہ بن اسود' حرث بن عامر بن نوفل اور عباس بن عبدالمطلب۔ یہ سب لوگ قبیلہ قریش میں سے تھے' ہر ایک ہر روز دس اونٹ ذبح کر کے کھلاتا تھا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ اور ابن ابزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب کے بارہ میں نازل ہوئی جس نے مختلف قبائل کے دو ہزار

---

[1] نام ونسب: حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی القرشی الاسدی۔ آپ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے' آپ زمانہ جاہلیت واسلام میں شرفائے قریش میں سے تھے' بدر میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے پھر بھاگ کر جان بچالی تھی۔ آپ کے سن ولادت اور وفات کے بارہ دیکھیے اسد الغابۃ ۱/۵۲۳۔

آدمیوں کو اجرت دے کر جنگ احد کیلئے تیار کیا تھا۔ تاکہ ان کو ساتھ ملا کر حضور اقدس ﷺ کے ساتھ قتال کیا جائے لیکن عرب قبیلہ کا جو شخص ان کے تابع ہو جائے وہ مستثنیٰ ہے۔ کعب بن مالک[1] ان ہی کے بارے میں کہتے ہیں۔

فجئنا الی موج من البحر وسطه　　　احابيش منهم حاسر و مقنّع

ثلاثة آلاف ونحن بقيّة　　　ثلاث مئين ان كثرنا فاربع

''چنانچہ ہم سمندر کی لہر میں پہنچے تو مختلف نسلوں کے لوگ آئے جن میں کچھ تو برہنہ سر تھے اور کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنے سر ڈھانکے ہوئے تھے جن کی تعداد ہزار ہوگی اور ہم تین سو نہیں تو چار سو کے لگ بھگ ہواں گے۔''

حکم بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں احد کے دن ابوسفیان نے مشرکین پر چالیس اوقیہ (سونا یا چاندی) خرچ کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قریش مکہ بدر کے دن شکست خوردہ ہو کر واپس مکہ لوٹ رہے تھے تو ان میں عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ بھی تھے جن کے باپ، بیٹے اور بھائی بدر میں مارے گئے تھے، انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور قافلہ میں موجود اہل تجارت سے بات چیت کی اور کہا کہ اے قبیلہ قریش! محمد (ﷺ) نے تو تم کو مار ڈالا ہے اور تمہارے شرفاء کو قتل کر دیا ہے، اس لیے ان سے دوبارہ لڑنے کیلئے ہمارے ساتھ مالی تعاون کرو تا کہ ہم ان سے اپنے مقتولین کا انتقام لے سکیں، چنانچہ انہوں نے اپنا مال دیدیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۶۴)

---

[1] نام ونسب: کعب بن مالک بن عمرو بن القین البدری الانصاری الخزرجی السلمی۔ آپ صحابی ہیں، اہل مدینہ کے چوٹی کے شعراء میں سے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آنحضور ﷺ کے شاعر ہوئے تمام غزوات میں شریک رہے، شہادت عثمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصرت سے دستبردار رہے، آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ ۷۷ سال کی عمر پائی۔

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انتالیس مرد مسلمان ہو چکے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے تو اس طرح ان کی تعداد چالیس ہو گئی' اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

آیت مبارکہ:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (۶۷)

شان نزول:

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی رائے آسمانی وحی کے موافق ہو جاتی تھی' (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارہ مشورہ لیا تو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اس لیے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! فدیہ نہ لیں بلکہ ان کو قتل کر دیں۔ اس پر مذکورہ آیت اتری۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) قیدیوں کے بارے مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم وقبیلہ کے لوگ ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ان کو قتل کر دیں' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ ''فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا'' تک۔ پھر ان کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب! تیری رائے کے خلاف عمل کرنے سے قریب تھا کہ ہم کسی عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے دن قیدی لائے گئے تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم کے افراد ہیں، آپ ان پر رحم کریں ان کو چھوڑ دیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں، ان لوگوں نے تو آپ کی تکذیب کی اور آپ کو اپنے گھر سے نکالا، آپ آگے بڑھیں اور ان کی گردانیں اڑادیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! کوئی ایسی وادی (جنگل) دیکھی جائے جس میں لکڑیاں بہت زیادہ ہوں، اس (وادی) میں ان کو ڈال کر اوپر سے لکڑیوں کو آگ لگادی جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس طرح آپ قطع رحمی کریں گے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، کسی کو کوئی جواب نہیں دیا، پھر گھر تشریف لے گئے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ٹھیک ہے، کچھ لوگ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند کرنے لگے اور کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند کرنے لگے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دل اتنے نرم کردیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض کے دل اتنے سخت کردیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے، جنہوں نے کہا کہ

﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (ابراهیم، ۳۶)

"یعنی میرے تابع دار تو میرے ہیں لیکن میرے نافرمان بھی تیری مغفرت اور رحمت کے محتاج ہیں۔"

اور اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے، جو فرمائیں گے کہ

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (المائدہ: ۱۱۸)

''یعنی اگر تو ان کو عذاب دے گا تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تو تو زبردست حکمت والا ہے''

اور اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے، جنہوں نے کہا کہ:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾ (یونس: ۸۸)

''یعنی اے ہمارے پروردگار! ان کے مال کا نام ونشان مٹا دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے''

اور اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے کہا کہ:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح: ۲۶)

''یعنی اے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑ''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم آج غریب و مفلس ہو، تم آج غریب و مفلس ہو۔'' ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیہ دیئے واپس نہ جائے ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی'' پھر مذکورہ تین (۳) آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جب بدر کے دن مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش دی، ان کے ستر آدمی قتل اور ستر ہی قید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ان کے متعلق) مشورہ لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم وقبیلہ کے افراد ہیں، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ان سے فدیہ لے لیں تا کہ وہ مال ہمارے لئے ان کفار کے خلاف قوت کا ذریعہ بن سکے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دیں۔ اس طرح وہ ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ خدا گواہ ہے؟ میری وہ رائے نہیں ہے جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہے، بلکہ آپ مجھے میرے فلاں رشتہ دار پر قدرت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عقیل پر قدرت دیں کہ وہ اس کی گردن اڑائے اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے فلاں بھائی پر اختیار دیں کہ وہ اس کی گردن اڑائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکین کی ذرا بھی محبت نہیں ہے اور یہ قیدی مشرکین کے سردار، قائد اور پیشوا بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا میلان حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی طرف ہوا، میں نے جو رائے دی تھی اس کی طرف نہیں ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے قیدیوں سے فدیہ لیا، جب اگلا دن آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں صبح کے وقت آنحضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں، قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ دونوں رو رہے ہیں! میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتایئے تو سہی کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ اور اگر مجھے رونا آگیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا ورنہ بہ تکلف رونا شروع کر دوں گا؟! حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس رائے پر رو رہا ہوں جو تمہارے ان ساتھیوں نے میرے سامنے پیش کی تھی کہ فدیہ لے لوں، اس وجہ سے میرے سامنے عذاب پیش ہوا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا" اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے "عَذَابٌ عَظِيمٌ" (۶۸) تک کی آیات نازل فرمائیں۔ (رواه مسلم عن هناد بن السرى)

آیت مبارکہ

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى﴾ (۷۰)

شان نزول

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی

طالب[1] اور نوفل بن حارث[2] کے بارہ میں نازل ہوئی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے دن گرفتار ہوئے تو ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا، جسے وہ لے کر میدان بدر میں نکلے تھے کہ لوگوں کو کھلائیں گے، آپ ان دس افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے اہل بدر کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی، لیکن ابھی ان کی باری نہ آئی تھی کہ گرفتار ہو گئے آں حضور علیہ السلام نے ان کو زیور سمیت گرفتار کرلیا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی کہ مجھ سے بیس اوقیہ سونا جو لیا گیا ہے اسے فدیہ قرار دے کر مجھے چھوڑ دیا جائے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ مانے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تم ہمارے خلاف استعمال کرنے کے لئے لے کر نکلے اس کو ہم فدیہ کے طور پر نہیں لیں گے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بھتیجے، عقیل بن ابی طالب کا بیس اوقیہ چاندی فدیہ بھی میرے ذمہ ڈال دیا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم! اس طرح تو میں ساری زندگی لوگوں سے مانگتا پھروں گا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ سونا پھر کہاں ہے جو تم نے ام فضل کو بدر سے جاتے وقت دیا تھا؟ تو نے ام فضل کو کہا تھا کہ اگر میں کسی سانحہ سے دوچار ہو گیا تو یہ مال تمہارا اور عبداللہ کا اور فضل اور قثم کا ہوگا''!؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے''۔

---

[1] عقیل بن ابی طالب: ابی طالب کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی ہے، آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں، اور حضرت علی و جعفر کے سگے بڑے بھائی ہیں، ان سے ان کے بیٹے محمد اور الحسن بصری وغیرہ روایات نقل کرتے ہیں۔ آپ قلیل الحدیث ہیں، حضرت معاویہ کے دور خلافت میں انتقال ہوا۔

[2] آپ کا نام نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی ہے، کنیت ابو الحارث ہے، آپ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ جنگ بدر میں بحالت کفر گرفتار ہوئے، ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا زر فدیہ ادا کیا، بعض کہتے ہیں کہ آپ نے خندق کے دن اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی اور فتح مکہ، حنین اور طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، مدینہ میں ۱۵ھ کو وفات ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں، واقعی میں نے ام فضل کو سونا دیا تھا اور خدا کے سوا اور کسی کو اس کا علم نہیں تھا، لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مال سے کہیں بہتر مال عطا فرما دیا جو اس نے مجھ سے لیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان بیس اوقیہ کے بدلہ مجھے مال دار بیس غلام دلوائے اور میں اپنے رب سے اپنی مغفرت کا بھی آرزومند ہوں۔

﴿سورۃ براءۃ﴾

آیت مبارکہ

﴿وَإِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْآ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ (۱۲)

شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عکرمہ[۱] بن ابی جہل اور دیگر رؤساءِ قریش کے بارہ نازل ہوئی جنہوں نے عہد شکنی کی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔

آیت مبارکہ

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ (۱۷)

شان نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں حضرت عباس گرفتار ہوئے تو

---

[۱] نام ونسب، عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی۔

مسلمانوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے اور قطع رحمی کرنے کی عار دلائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ زیادہ سخت جملے کہے، تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تم ہماری برائیاں تو ذکر کر رہے ہو، ہماری خوبیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا تم میں خوبیاں بھی ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! ہم مسجد حرام کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں، خانہ کعبہ کی دربانی کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تردید میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ﴾ (۱۹)

شان نزول

حضرت معمر بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، دوسرے نے کہا اگر میں مسجد حرام کی تعمیر کے سوا اور کوئی عمل نہ بھی کروں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، تیسرے نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اس سے زیادہ افضل جہاد فی سبیل اللہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ "منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو" یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے، جب میں نماز پڑھ لوں گا تو اندر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہارے مختلف فیہ مسئلہ کے بارہ فتویٰ طلب کروں گا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، "وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" تک۔ (رواہ مسلم عن الحسن بن علی الحلوانی)

والبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے دن عباس بن عبدالمطلب گرفتار ہوئے تو کہنے لگے کہ اگر تم

اسلام لانے اور ہجرت اور جہاد کی وجہ سے ہم پر سبقت لے گئے ہو تو ہم بھی مسجد حرام کی تعمیر کیا کرتے تھے، حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اور قیدیوں کو رہائی دلاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عباس اور طلحہ بن شیبہ کے بارہ میں نازل ہوئی، اس لئے کہ ان سب نے فخر کا اظہار کیا تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں بیت اللہ کا متولی ہوں، اس کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور اس کے غلاف کی ذمہ داری بھی میرے سپرد ہے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں اور پانی پلانے کی ذمہ داری میرے پاس ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہتے ہو! میں نے تمام لوگوں سے پہلے چاہ ماہ تک نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے جہاد جیسا عمل انجام دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور مرۃ الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا تم ہجرت نہیں کرتے، حضور اقدس ﷺ سے جا کر نہیں ملتے ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا میرا عمل، ہجرت سے افضل نہیں ہے؟ کیا میں بیت اللہ کے حاجیوں کو پانی نہیں پلاتا ہوں؟ مسجد حرام کی تعمیر نہیں کرتا ہوں؟! اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

آیت مبارکہ

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ﴾ (۲۳)

شانِ نزول

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو کچھ لوگ تو ہجرت میں جلدی کرنے لگے اور کچھ لوگ اپنے والد بھائی اور بیویوں سے متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں ہجرت کا حکم دیا گیا ہے! اور وہ اپنے اہل و عیال سے وابستہ ہو کر رہ گئے اور گھر کے افراد یہ کہنے لگے کہ خدارا! ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ، اگر تم ہمیں

چھوڑ کر چلے گئے تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان میں رقت پیدا ہوگئی اور وہ ان ہی کے ساتھ گھر میں بیٹھ رہے، اور ہجرت میں شریک نہ ہوئے، تو ان پر عتاب نازل ہوا جس کا ذکر آیت ہذا میں کیا گیا ہے۔ "قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ .... فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِہٖ" (۲۴) اس حکم سے مراد قتال اور فتح مکہ ہے۔

آیت مبارکہ

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ (۳۴)

شانِ نزول

یہ آیت علماء اہل کتاب کے بارہ نازل ہوئی جو لوگوں سے رشوت لیتے تھے یعنی اپنے متبعین سے کھانے پینے کی اشیاء لیا کرتے تھے۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (۳۴)

شانِ نزول

حضرت زید بن وھب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرا مقام ربذہ سے گزر ہوا تو میری ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہاں کیسے قیام کو پسند کیا؟! انہوں نے فرمایا کہ میں ملک شام میں تھا تو میرا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت مذکورہ کے بارہ اختلاف ہوا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت (صرف) اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے، سب کے حق میں نازل ہوئی ہے، ہمارے درمیان بحث چل پڑی، انہوں نے میری شکایت کا ایک خط حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں مدینہ میں چلے آؤ، جب میں مدینہ آیا تو چاروں طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا، اتنا ازدحام ہوا گویا لوگوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا، آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکوہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم یہاں کسی قریب جگہ میں چلے جاؤ، اسی لئے میں نے یہاں قیام کو پسند کیا، اگر کسی حبشی کو میرا امیر بنا دیتے تو میں بسر وچشم قبول کرتا۔" (رواہ البخاری عن قیس)

مفسرین کا اس بارہ اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ امام سُدّی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل قبلہ کے بارہ نازل ہوئی۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اہل کتاب اور مسلمانوں سب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عطاء بن عباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے مومنین مراد ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہو" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم کون سا مال جمع کیا کریں؟ فرمایا کہ شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور نیک بیوی۔"

آیت مبارکہ

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مَالَكُمْ اِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوْا﴾ (۳۸)

شانِ نزول

اس آیت میں مسلمانوں کو غزوہ تبوک پر جانے کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔

وجہ یہ ہوئی کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف اور غزوہ حنین سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل روم سے جہاد کرنے کا حکم دیا، اس وقت زمانہ بڑی تنگ دستی اور قحط سالی کا تھا، گرمی بھی شدید تھی، فصلیں تیار تھیں، اس لئے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنا دشوار گزار محسوس ہوا اور انہوں نے چاہا کہ وہ گھروں میں ہی رہیں اور اپنے اموال کی دیکھ بھال میں لگے رہیں۔ جہاد کیلئے نکلنا شاق محسوس ہوا تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ لوگ زیر بار

ہو رہے ہیں اور سستی دکھا رہے ہیں تو مذکورہ آیت کا نزول فرما دیا۔

آیت مبارکہ

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ (۴۱)

شانِ نزول

یہ آیت ان لوگوں کے بارہ نازل ہوئی جو جہاد میں شرکت سے بچنے کے لئے مال کا نقصان، مشغولیت اور فکری انتشار جیسے عذر پیش کرنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعذار کو قبول نہ فرمایا اور حکم دیا کہ ہر حال میں جہاد کیلئے نکلیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ نے یہ آیت پڑھی: "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے عذر کو نہیں سنا، پھر آپؓ جہاد کیلئے نکلے اور ملک شام میں پہنچے تو وفات پا گئے۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور وہ بہت فربہ جسم کے مالک تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد پر نہ جانے کی اجازت چاہی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر یہ حکم دشوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: "لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى" (التوبة: ۹۱)، پھر جو منافقین غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے ان کے بارہ یہ آیت اتری "لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا" (التوبة: ۴۲) نیز یہ آیت کریمہ: "لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا" (التوبة: ۴۷) وجہ یہ ہوئی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر نے ثنیۃ الوداع پر پڑاؤ ڈالا تو عبداللہ بن ابی نے ثنیۃ الوداع سے نیچے کسی جانب پڑاؤ ڈالا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کو لے کر چلے تو عبداللہ بن ابی نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے منافق ساتھیوں کے ساتھ واپس مدینہ آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي﴾ (۴۹)

شانِ نزول

یہ آیت جد بن قیس منافق کے متعلق نازل ہوئی، قصہ یہ ہوا کہ جب رسول کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کیلئے تیاری کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو وھب! کیا تم بنی الاصفر سے مقابلہ کر کے ان کو غلام اور لونڈی بنانے کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی لڑکیوں کو دیکھ لیا تو مجھ سے رہا نہ جائے گا، آپ مجھے ان عورتوں کی وجہ سے آزمائش میں نہ ڈالئے، مجھے جہاد پر نہ جانے کی اجازت ہی دیدیجئے، میں آپ کی مالی اعانت کروں گا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نزول آیت کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے بنوسلمہ! (جد بن قیس کا تعلق بھی بنو سلمہ سے تھا) تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہے تو جدّ بن قیس مگر وہ بڑا بخیل اور بزدل شخص ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بھلا بخل سے بڑھ کر اور کیا بیماری ہوسکتی ہے'' سنو! تمہارا سردار سفید اور خوبصورت جوان بشر بن براء بن معرور[1] ہے'' از حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] نے ان ہی کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں!

---

[1] آپ کا نام بشر بن براء بن معرور الانصاری الخزرجی ہے، آپ عقبہ، بدر، احد میں شریک تھے، فتح خیبر کے وقت ۷ھ کو انتقال پرملال ہوا، حضور علیہ السلام نے واقد بن عبداللہ التمیمی کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا تھا۔ دیکھئے: اسد الغابۃ ۱/ ۲۱۸۔

[2] آپ کا نام حسان بن ثابت بن منذر الخزرجی الانصاری ہے، آپ شاعر النبی ہیں، ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے دونوں ادوار یعنی دور جاہلیت اور دور اسلام پائے ہیں۔ جاہلیت کے دور میں بھی ساٹھ سال اور اسلام کے زمانہ میں بھی ساٹھ سال کا عرصہ حیات گزارا، مدینہ منورہ کے باشندے تھے، دیکھئے اسد الغابۃ :۱/۴۸۲

وَقال رسول اللّٰہ والحقّ لاحقٌّ بِمَن قال منّا من تعدّون سيّدا
فقلنا له جدّ بن قیس علی الّذی بِبُخلِہٖ فینا و ان کان أ نکدا
فقال وایّ الداء ادوی من الذی رمیتم به جدّا وَعالی بها یدا
وسُوّد بشر بنُ البراء بجوده وحقٌّ بشر ذی النّدا ان یسوّدا
اذا ما اتاه الوفد انهب ماله وقال خذوه انه عائدٌ غدا

''رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، جبکہ حق لازم ہے اس کو جس کے بارہ میں آپ ﷺ نے فرمایا، تم اپنا سردار کس کو قرار دیتے ہو؟ ہم نے کہا کہ جد بن قیس کو، جو ہم میں بڑا بخیل شمار ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھلا اس مرض سے بڑھ کر اور کونسا مرض ہوسکتا ہے جس کی تم نے اس پر تہمت لگائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بشر بن براء کو ان کی سخاوت کی وجہ سے ہمارا سردار بنا دیا اور واقعی بشر جیسا فیاض شخص سردار بنائے جانے کے لائق تھا، جب کوئی وفد ان کے پاس آتا تو وہ اپنا مال لٹاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لے لو، کیونکہ کل قیامت کو اس کا بدلہ ملنے والا ہے۔''

اور اس کے بعد والی تمام آیات منافقین کے بارہ نازل ہوئی ہیں۔ یعنی'' اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ، (۶۰) تک۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ﴾ (۵۸)

شانِ نزول

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دریں اثناء کہ رسول اللہ ﷺ مال تقسیم کر رہے تھے کہ ابن ذی الخویصرہ تمیمی آیا جس کا نام حرقوص بن زہیر تھا اور خوارج کی جڑ تھا۔ کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہم میں انصاف کیجئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بھلا میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا''! اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن عبید بن محمد)

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مؤلفۃ القلوب منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک شخص نے جس کا نام ابوالخواصر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ آپ نے برابری کے ساتھ تقسیم نہیں فرمائی، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کا نزول فرمایا۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ (۶۱)

شانِ نزول

یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ ایسا نہ کرو، کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ان تک ہماری بات پہنچ گئی تو وہ ہمیں سزا دیں گے تو جلاس بن سوید[۱] نے کہا کہ ہم جو چاہیں گے کہیں گے پھر ان کے پاس آئیں گے تو وہ ہماری بات کی تصدیق کر دیں گے کیونکہ محمد (ﷺ) ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

محمد بن اسحاق بن یسار رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک منافق آدمی نبتل بن حارث کے بارہ نازل ہوئی، وہ بڑا بدشکل آدمی تھا، آنکھیں سرخ اور رخسار اندر کو دھنسے ہوئے تھے، اسی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شیطان کو دیکھنا چاہے وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے" یہ منافق آدمی، حضور علیہ السلام کی باتیں منافقین کو جا کر بتاتا تھا، کسی نے اس کو کہا کہ یہ کام نہ کیا کرو، کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) تو کان دے کر سن لیتے ہیں، جو شخص جو کچھ بیان کرے اس کی تصدیق کر دیتے ہیں لہٰذا ہم جو چاہیں گے کہیں گے پھر ان کے پاس آ کر قسم کھالیں گے تو وہ ہماری تصدیق کر دیں گے، اس پر یہ آیت اتری۔

---

[۱] ان کا نام جلاس بن سوید بن صامت بن خالد بن عطیہ بن خوط بن حبیب بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس الانصاری الاوسی ہے، پہلے منافق تھے پھر سچی توبہ کر لی تھی۔ دیکھئے اسد الغابۃ ۱/۳۴۶

امام سدی کہتے ہیں کہ کچھ منافق لوگ جمع ہوئے جن میں جلاس بن سوید بن صامت، ودیعہ بن ثابت بھی تھے، انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں ناملائم کلمات کہنا چاہئے ان کا ایک غلام تھا جس کا نام عامر بن قیس تھا، چنانچہ انہوں نے خوب تحقیر آمیز باتیں کہیں اور کہا کہ اگر محمد ﷺ کی باتیں سچی ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، ان کے غلام، عامر نے جا کر آنحضور ﷺ کو بتا دیا، آنحضور ﷺ نے ان سب کو بلایا اور ان سے پوچھا تو قسم کھا کر کہنے لگے کہ عامر جھوٹ بولتا ہے، عامر نے بھی قسم کھائی کہ یہ سب جھوٹے ہیں، اور اس نے یہ کہا کہ ''اے اللہ! تو ہمیں اس وقت تک جدا نہ کر جب تک کہ سچ بولنے والے کا سچ اور جھوٹ بولنے والوں کا جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے۔'' فوراً مذکورہ آیت اور یہ آیت نازل ہوئی: ''یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ لِیُرْضُوْکُمْ'' (٦٢)

آیت مبارکہ

﴿یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْھِمْ سُوْرَۃٌ تُنَبِّئُھُمْ﴾ (٦٤)

شانِ نزول

امام سُدّی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض منافقین کہتے تھے کہ خدا کی قسم! ہمیں سو سو کوڑے لگائے جائیں یہ ہمیں منظور ہے لیکن ہمارے بارہ کوئی آیت نازل نہ ہو جس سے ہماری رسوائی ہوتی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منافقین آپس میں گفتگو کرتے تھے اور کہتے تھے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے راز افشاء نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ﴾ (٦٥)

شانِ نزول

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک

میں موجود تھے تو آپ ﷺ کے قریب کچھ منافق لوگ تھے جنہوں نے یہ کہا کہ اس شخص کو امید ہے کہ وہ شام کے محلات اور قلعہ فتح کر لے گا۔ حالانکہ یہ بات ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی اطلاع اپنے نبی ﷺ کو دیدی، حضور ﷺ نے ان منافقین کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا کہا تھا؟ وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! ''اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ'' یعنی ہم تو یونہی خوش طبعی اور مشغلہ کر رہے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

زید بن اسلم رحمتہ اللہ علیہ اور محمد بن وھب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک منافق آدمی نے یہ کہا کہ میں نے ان جیسا کسی کو پیٹ کا زیادہ پجاری، زبان کا زیادہ جھوٹا اور مقابلہ کے وقت زیادہ بزدل نہیں دیکھا، اشارہ تھا حضورؐ اور صحابہ کی طرف، (نعوذ باللہ) عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا کہ تو جھوٹا ہے تو اصل میں منافق ہے، میں رسول اللہ کو ضرور بتاؤں گا، چنانچہ عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بتانے گئے ہی تھے کہ دیکھا کہ قرآن پہلے ہی نازل ہو چکا ہے، پھر وہ منافق آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کوچ کرنے کو ہیں، کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہم تو یونہی ہنسی مذاق اور خوش طبعی کر رہے تھے اور ادھر ادھر کی ہانک رہے تھے تاکہ سفر طے ہو سکے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبد اللہ بن ابی یسیر، حضور علیہ السلام سے آگے تھا اور پتھر آپ ﷺ کی طرف پھینکتا چلا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہم یونہی کھیل تماشہ کر رہے ہیں، آنحضور ﷺ فرما رہے تھے کہ ''اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ'' یعنی کیا اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسولؐ ہی تمہاری ہنسی مذاق کیلئے رہ گئے ہیں؟۔

آیت مبارکہ

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا﴾ (۷۴)

شانِ نزول

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ منافقین، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے جب انہیں تنہائی کا موقع ملا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا کہنے لگے، اور دین میں عیب نکالنے لگے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نقل کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اے منافقو! یہ تمہارے بارے میں مجھے کیا باتیں پہنچ رہی ہیں؟ منافقین نے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے کوئی بات نہیں کہی، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ دو آدمیوں کی آپس میں لڑائی ہوئی جن میں سے ایک آدمی کا تعلق قبیلہ جھینہ سے تھا اور دوسرے کا غفار سے تھا، غفاری، جھینی پر غالب آ گیا، تو عبداللہ بن ابی نے آواز لگائی: ''اے بنی اوس! اپنے بھائی کی مدد کرو، خدا کی قسم! ہماری اور محمد (ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قائل نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو خوب موٹا کرو تا کہ وہ تجھے کھالے' خدا کی قسم، جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا'' اس کی یہ بات ایک مسلمان شخص نے سن لی، اس نے آ کر آنحضور ﷺ کو ساری بات بتا دی: حضور ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا تو خدا کی قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ اس نے کوئی بات نہیں کہی ہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا﴾ (۷۴)

شانِ نزول

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفار نے عقبہ کی رات حملہ کرنے کا ارادہ کیا، سب نے اتفاق کر لیا کہ (نعوذ باللہ) آنحضور ﷺ کو قتل کر دیں گے، سب موقع کی تلاش میں رہے، چنانچہ کچھ لوگ آگے ہو گئے اور کچھ پیچھے ہو گئے، رات کا وقت تھا،

کہنے لگے کہ جب آپ ﷺ عقبہ میں ٹھہریں گے تو ہم ان کو سواری سے دھکا دے کر وادی میں پھینک دیں گے، اس رات آپ ﷺ کے قائد (جانور کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے والے) عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سائق (جانور کو پیچھے سے ہانکنے والے) حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی تو مڑ کر دیکھا تو کچھ لوگ نقاب اوڑھے ہوئے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کے دشمنو! دور ہو جاؤ، باز آؤ، ادھر حضور علیہ السلام چلتے ہوئے اپنی منزل مراد تک پہنچ گئے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ﴾ (۷۵)

شانِ نزول

حضرت ابوامامہ الباھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب الانصاری دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ مجھے مال و دولت سے نواز دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! تیرا ناس ہو! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے وہ اس کثیر مال سے بہت بہتر ہے جس کا شکر ادا کرنے کی تجھ میں طاقت نہ ہو" پھر فرمایا کہ "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اللہ کے پیغمبر کی طرح ہو جاؤ، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہوں کہ پہاڑ سونا چاندی بن کر میرے ساتھ چلیں تو وہ ضرور چلیں گے"۔ ثعلبہ نے کہا کہ "اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ وہ مجھے مال و دولت عطا کر دیں تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور ادا کروں گا۔" چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما" دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کی بکریاں اس طرح بڑھنا شروع ہو گئیں جیسے کیڑے نشو ونما پاتے ہیں، حتیٰ کہ مدینہ ان کیلئے تنگ ہو گیا اور وہ بکریوں کو لے کر کسی وادی (جنگل) میں چلے گئے

یہاں تک کہ ظہر اور عصر کی نماز تو جماعت سے پڑھتے اور باقی نمازیں چھوڑنے لگے، پھر وہ بکریاں بڑھتے بڑھتے اتنی زیادہ ہوگئیں کہ انہوں نے نمازیں چھوڑ دیں، صرف جمعہ پڑھتے، پھر مزید وہ بڑھ گئیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں تو جمعہ بھی چھوڑ دیا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''ثعلبہ کا کیا ہوا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بتایا کہ انہوں نے بکریاں پالیں جو اتنی بڑھ گئیں کہ مدینہ ان کیلئے تنگ پڑ گیا۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا واقعہ سنا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! تیرا ناس ہو'' تین بار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا فریضہ نازل فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات کی وصولیابی کیلئے دو آدمی بھیجے، ایک کا تعلق قبیلہ جہینہ سے تھا اور دوسرے کا بنوسلیم سے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ بھی ساتھ لکھ دیا کہ وہ کس طرح صدقات وصول کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ تم ثعلبہ اور بنوسلیم کے فلاں شخص کے پاس جانا اور ان کے صدقات وصول کر لینا۔'' چنانچہ جب وہ حضرات، ثعلبہ کے پاس پہنچے اور ان سے صدقہ کا مطالبہ کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی بھی ان کو پڑھایا تو وہ (ثعلبہ) کہنے لگے یہ تو جزیہ ہے، جزیہ کی ہی مثل ہے، مجھے نہیں معلوم یہ کیا ہے؟! اب تم جاؤ، فارغ ہو کر میرے پاس آنا، وہ دونوں آگے چلے اور بنوسلیم کے آدمی کے پاس آئے اور اس کو بتایا تو اس نے اعلیٰ قسم کے اونٹ دیکھ کر صدقہ کیلئے الگ کئے، پھر ان اونٹوں کو ان کے پاس لے آیا، جب انہوں نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو تم پر واجب نہیں ہیں، اور نہ ہی ہم ایسے اونٹ تجھ سے لینا چاہتے ہیں، بنوسلیم کے اس آدمی نے کہا کہ کیوں نہیں، آپ یہ اونٹ لے لیں، میں خوش دلی سے دے رہا ہوں، اور یہ میرے اونٹ ہیں، پس انہوں نے وہ اونٹ لے لئے، جب وہ دونوں صدقات وصول کر کے فارغ ہو گئے تو واپسی پر ثعلبہ کے پاس دوبارہ گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اپنا خط دکھاؤ، میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں، دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہی کے مثل ہے، تم جاؤ، میں غور کروں گا، چنانچہ وہ دونوں شخص واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا: ''ثعلبہ! تیرا

ناس ہو! ابھی ان سے بات بھی نہیں فرمائی تھی، آپ ﷺ نے اس سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر قاصدین نے آنحضرت ﷺ کو ثعلبہ کی کارگزاری سنائی اور اس سلمی شخص کے عمل سے بھی باخبر کیا تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، اس وقت حضورؐ کی مجلس میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا اس نے جب یہ سنا تو فوراً ثعلبہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے ثعلبہ! تیرا ناس ہو، تیرے بارہ ایسا ایسا حکم نازل ہوا ہے، ثعلبہ جلدی سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کہ کہ ان کا صدقہ قبول کرلیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' ثعلبہ یہ سن کر اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرا عمل ہے، میں نے تجھے حکم دیا تھا مگر تو نے میری اطاعت نہیں کی'' جب آنحضور ﷺ نے ان کا صدقہ لینے سے انکار کردیا تو وہ اپنے گھر واپس چلے آئے، رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا مگر ان سے کچھ بھی قبول نہ کیا گیا، پھر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو ثعلبہ ان کے پاس بھی آئے اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول پاک ﷺ کی نظر میں میرا کیا مرتبہ تھا اور انصار میں میرا کیا مقام ہے، آپ میرا صدقہ قبول کر لیجئے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے تو قبول نہ کیا اور میں قبول کرلوں؟!

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی وفات تک ان کا صدقہ قبول نہ کیا، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو ثعلبہ ان کے پاس بھی حاضر ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرا صدقہ قبول فرمالیجئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول نہیں کیا تو میں کون ہوتا ہوں جو قبول کرلے؟! چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قبول نہ کیا، حتیٰ کہ ان کی بھی وفات ہوگئی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے حاکم بنے تو ان کے پاس بھی حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی کہ ان کا صدقہ قبول کرلیا جائے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قبول نہیں کیا تو میں کیسے تمہارا صدقہ قبول کرسکتا ہوں؟!

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کا صدقہ قبول نہ کیا، اور ثعلبہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں وفات پا گئے۔

آیت مبارکہ

﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ﴾ (۷۹)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ایک آدمی آیا اور اس نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر کے قریب) صدقہ پیش کیا اس پر لوگوں نے کہا کہ اللہ کو اس صاع کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔(رواہ البخاری عن ابی قدامہ)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کی ترغیب دی تو عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار درہم لے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے جن میں سے آدھے تو میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے اور آدھے آپ کی خدمت میں لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ درہم اللہ کے راستہ میں لگا لیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس مال میں بھی برکت عطا فرمائے جو تو نے دیا ہے اور اس مال میں بھی برکت عطا فرمائے جو تو نے رکھ لیا ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ انہوں نے وفات کے دن دو بیویاں چھوڑیں جن کے حصہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم آئے، اسی روز عاصم بن عدی بن عجلان[۱] نے سو وسق (ساٹھ صاع) کھجور کے صدقہ میں دیئے۔ ابوعقیل انصاری ایک صاع کھجور لے کر

[۱] ان کا نام عاصم بن عدی بن الجد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جُعل بن عمرو ہے، قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں، بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے رات بھر کی محنت سے دو صاع کھجور کے حاصل کئے، ایک صاع تو گھر والوں کے لئے رکھ لیا اور ایک صاع آپ کے پاس لے آیا ہوں، حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو بھی دوسرے صدقات میں شامل کر دو۔'' اس پر منافقین طعنہ زنی کرنے لگے اور کہنے لگے عبدالرحمٰن اور عاصم نے ریا کاری کی نیت سے صدقہ دیا ہے اور ابوعقیل کے صاع کی تو خدا اور رسول ﷺ کو کوئی ضرورت ہی نہیں، وہ اپنے آپ کو پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۸۴)

شانِ نزول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن بن ابی کی وفات ہوگئی تو ان کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ﷺ مجھے اپنا کرتہ دیں تاکہ میں ان کے کفن میں لگاؤں، اور آپ ان کا نماز جنازہ بھی پڑھائیں اور ان کے لئے استغفار بھی کریں، آنحضور ﷺ نے اپنا کرتہ اس کو دیدیا، پھر فرمایا کہ مجھے اطلاع دے دینا تاکہ میں اس کا نماز جنازہ پڑھاؤں۔'' جب اس نے حضور ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کا نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن تھام لیا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین کا جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے استغفار کروں یا استغفار نہ کروں۔'' پھر مذکورہ آیت نازل ہوگئی تو آپ ﷺ نے منافقین کا نماز جنازہ پڑھانا چھوڑ دیا۔'' (رواہ البخاری عن مسدد و رواہ مسلم عن ابی قدامہ)

رہے۔ آپ ابوالبداح بن عاصم کے والد ہیں، ۴۵ھ میں وفات پائی۔ آپ نے ایک سو پندرہ سال یا ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ اسد الغابۃ ۱/ ۴۳۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا، میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ خدا کے دشمن کا نماز جنازہ پڑھتے ہیں جس نے فلاں دن ایسا ایسا کہا تھا، میں وہ ایام شمار کرنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا رہے تھے، جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا تھا سو میں نے اختیار کیا، مجھے کہا گیا کہ

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (۸۰)

''یعنی آپ ان کیلئے استغفار کریں یا استغفار نہ کریں، اگر ان کیلئے ستر بار بھی استغفار کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''

اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کروں گا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھا اور پھر جنازہ کے ساتھ بھی چلے، قبر پر کھڑے رہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے آپ پر تعجب ہوا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیسے جرأت کرلی! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہے کہ تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ مذکورہ آیت نازل ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی منافق کا نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ نے جو برتاؤ عبداللہ بن ابی کے ساتھ کیا ہے کیا اس کو اس کا فائدہ ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا کرتہ اور میرا اللہ سے دعا کرنا اس کو فائدہ نہ دے گا، خدا کی قسم ہے میں امید کرتا ہوں کہ اس طرح اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہوں گے۔''

آیت مبارکہ

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ﴾ (۹۲)

شانِ نزول

یہ آیت رونے والوں کے لئے نازل ہوئی جو سات افراد تھے۔ معقل بن یسار، صخر بن خنیس، عبداللہ بن کعب الانصاری، سالم بن عمیر، ثعلبہ بن غنمہ اور عبداللہ بن مغفل، یہ حضرات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (جہاد پر) جانے کا حکم دیا ہے آپ ہمارے لئے سواریوں کا انتظام کردیں، تاکہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرسکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو سواریاں نہیں جو میں تمہیں دوں، چنانچہ یہ لوگ روتے ہوئے واپس لوٹے۔ امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت بنومقرن یعنی معقل، سوید اور نعمان کے بارہ نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ (۹۷)

شانِ نزول

یہ آیت کریمہ قبیلہ اسد وغطفان کے دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ نیز یہ آیت مدینہ منورہ کے رہائشی اعرابیوں کے بارہ اتری۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ﴾ (۱۰۱)

شانِ نزول

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل مدینہ کے قبائل جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور غفار کے بارہ نازل ہوئی، یعنی عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، معتب بن بشیر، جلاس بن سوید

اور ابو عامر راہب کے بارہ نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ (۱۰۲)

شانِ نزول

حضرت ابن الوالبیؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غزوہ تبوک میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے تھے، جس پر وہ بڑے نادم ہوئے، کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جہاد میں مشغول ہیں اور ہم گھر میں اپنی عورتوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، خدا کی قسم ہے ہم اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیں گے اور خود نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ آ کر ہمیں کھول دیں اور ہمارا عذر قبول کر لیں، چنانچہ انہوں نے مسجد کے ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ لیا جب رسول کریم ﷺ واپس آئے تو ان کے پاس سے گزرے تو نظر پڑی تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ (جہاد پر) نہ جا سکے تھے، اب انہوں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک نہیں کھولیں گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ خود آ کر ان کو نہ کھول دیں اور ان سے راضی نہ ہو جائیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں بھی ان کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا اور نہ ان کا عذر قبول کروں گا جب تک کہ مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دیا جائے، ان لوگوں نے مجھ سے پہلو تہی کی اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل نہیں ہوئے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

جب آیت ہذا کا نزول ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو کھلوایا اور ان کے عذر کو قبول کیا، جب آپ ﷺ نے ان کو کھول دیا تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہمارے اموال ہیں جن کی وجہ سے ہم آپ ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے تھے، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اموال کو صدقہ کر دیں اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال وصول کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔'' اس پر یہ آیت اتری ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ'' الآیة. ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دس افراد تھے۔

آیت مبارکہ

﴿وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ﴾ (۱۰۶)

شانِ نزول

یہ آیت کریمہ، کعب بن مالک، مرارۃ بن ربیع[1]، جن کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا اور ہلال بن امیہ[2]، جن کا تعلق بنو واقف سے تھا، کے بارہ نازل ہوئی ہے، یہ حضرات غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اس آیت میں بھی ذکر ہے۔ ''وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' الآیة.

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا﴾ (۱۰۷)

شانِ نزول

مفسرین کہتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف نے قباء میں ایک مسجد تعمیر کی، پھر رسول

---

[1] بعض کہتے ہیں کہ یہ مرارۃ بن ربیعہ الانصاری العمری ہیں، بنوعمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے، بدری صحابی ہیں۔ ہشام بن کلبی ان کا نسب یوں بیان کرتے ہیں: مرارہ بن ربعی بن عدی بن زید بن عمرو بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج عمرو بن مالک بن اوس، دیکھئے اسد الغابۃ ۴/ ۳۵۸۔

[2] آپ کا نام ھلال بن امیہ بن عامر بن قیس بن عبدالاعلم بن عامر بن کعب بن واقف الانصاری الواقفی۔ آپ بدر، احد میں شریک تھے، آپ قدیم الاسلام ہیں، بنو واقف کے بت توڑا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن اپنی قوم کا جھنڈا ان کے پاس تھا، دیکھئے: اسد الغابۃ ۳/ ۶۳۰۔

اللہ ﷺ کو تشریف آوری کا پیغام بھیجا، آپ ﷺ تشریف لائے اور اس مسجد میں نماز پڑھی، بنو عمر کے لوگوں کو حسد ہوا، کہنے لگے کہ ہم بھی ایک مسجد تعمیر کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجیں گے کہ اس میں نماز ادا کریں جیسے ہمارے بھائیوں کی مسجد میں آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اور ابو عامر راہب جب ملک شام سے آئے گا وہ بھی اس میں نماز پڑھے، ابو عامر راہب زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور اس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی اور دین حنیف کا منکر ہو گیا تھا، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اس نے آپ ﷺ سے عداوت کا اظہار کیا تو حضور اقدس ﷺ نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھ دیا تھا، اور وہ ملک شام چلا گیا تھا، اس نے منافقین کو یہ پیغام ارسال کیا تھا کہ تم سے جس قدر ہو سکے قوت اور اسلحہ تیار کرو، اور میرے لئے ایک مسجد بناؤ، میں قیصر (شاہ روم) کی طرف جا رہا ہوں، روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا، چنانچہ جن لوگوں نے مسجد بنائی وہ بارہ افراد تھے، حزام بن حالد، جس نے اپنے گھر کو مسجد کے لئے وقف کیا، ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن ارعد، عباد بن حنیف، حارثہ، جاریہ اور ان کے بیٹے مجمع و زید، نبتل بن حارث، لحاد بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔ جب یہ لوگ مسجد بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے بیماروں، ضرورت مندوں اور سرد راتوں اور بارش کی راتوں سے بچنے کے لئے ایک مسجد بنائی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور اس مسجد میں نماز پڑھ لیں، آپ ﷺ نے اپنی قمیض منگوائی تا کہ پہن کر جائیں تو قرآن کی مذکورہ آیت نازل ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے مذموم ارادہ اور مسجد ضرار سے باخبر کر دیا، پھر آپ ﷺ نے مالک بن دخشمؓ، معن بن عدیؓ، عامر بن یشکرؓ اور حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ "اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے اہلیان ظالم ہیں اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو"، یہ حضرات فوراً گئے، مالک بن دخشمؓ نے کھجور کی شاخ لی اور اس کو آگ لگائی اور سب مسجد میں داخل ہوئے وہ لوگ بھی اس میں موجود تھے، مسجد کو منہدم کیا اور جلایا، وہاں

موجود لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس جگہ کو کوڑا خانہ بنا دیا جائے کہ اس میں گندی سڑی چیزیں اور کوڑا کرکٹ ڈالا جائے اور ابو عامر راہب ملک شام میں تن تنہا مسافرت کی حالت میں مر گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ منافقین نے مسجد قباء جیسی ایک مسجد بنانا شروع کی جو مسجد قبا کے قریب ہی تھی اور پھر ابو عامر راہب کے آنے کا انتظار کرنے لگے کہ جب آئے گا تو اس کو اپنا امام بنائیں گے، جب اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم نے ایک مسجد بنائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں نماز پڑھ لیں تاکہ ہم اسے نماز گاہ بنالیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کپڑے لئے تاکہ ان کے ساتھ تشریف لے جائیں تو آیت نازل ہوگئی۔

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ اَبَدًا﴾

''کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔''

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ﴾ (۱۱۱)

شانِ نزول

محمد بن کعب القرظیؒ فرماتے ہیں کہ جب مکہ میں لیلۃ العقبہ کے موقع پر ستر انصار صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے لئے اور خود اپنی ذات کے لئے بھی جو شرط لگانا چاہیں لگالیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے لئے تو یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کیا کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ جن چیزوں سے تم اپنی جانوں کو بچاتے ہو ان چیزوں سے مجھے بھی بچاؤ، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر ہم یہ بات مان لیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت۔ سب کہنے لگے کہ یہ تو بڑا نفع کا سودا

ہے۔ نہ ہم عہد شکنی کریں گے اور نہ ہم سے عہد شکنی ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۱۱۳)

شانِ نزول

حضرت سعید بن المسیبؒ کے والد سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''چچا! لاالہ الااللہ'' کہہ دیجئے میں اسی کلمہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرلوں گا، اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جائیں گے؟ وہ دونوں برابر ان سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر کاربند ہوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کیلئے برابر مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔'' اس پر مذکور آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن اسحاق بن ابراھیم و رواہ مسلم عن حرملة)

جعفر بن عونؒ کہتے ہیں کہ جب ابوطالب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو قریش کے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابوطالب! اپنے بھتیجے کو پیغام بھیجو کہ وہ اس جنت کی کوئی چیز آپ کی طرف بھیج دے جس کا وہ تذکرہ کرتے ہیں تاکہ وہ آپ کے لئے شفاء کا ذریعہ بن جائے چنانچہ قاصد آیا اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ساتھ بیٹھے ہیں، قاصد نے حاضر ہو کر کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کے چچا کہہ رہے ہیں کہ میں بڑا کمزور بوڑھا اور بیمار ہوں، آپ میری طرف جنت کی کوئی چیز بھیج دیں جس کا آپ تذکرہ کرتے ہیں یعنی جنت کا کچھ کھانا پینا تاکہ وہ میری شفا کا ذریعہ بن جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر جنت کو حرام کر دیا ہے، قاصد واپس ان کے پاس پہنچا اور اس نے جا کر بتایا کہ میں محمد (ﷺ) کے

پاس تمہارا پیغام لے کر گیا تو انہوں نے مجھے کوئی چیز دے کر نہیں لوٹایا اور ابوبکر ﷺ نے یہ کہا کہ اللہ نے کافروں پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے دوبارہ ایک قاصد کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا، جب وہ قاصد پہنچا تو اس نے حضور ﷺ کو اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے دیکھا، اس نے بھی اسی قاصد کی طرح حضور ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں پر جنت کا کھانا اور پینا حرام کر دیا ہے۔'' پھر آپ قاصد کے ساتھ ابوطالب کے گھر پہنچے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں کا یہاں ہجوم ہے، فرمایا کہ میرے چچا کو چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ، قریش کے لوگوں نے کہا کہ ہم ایک طرف نہیں ہوں گے، آپ ہم سے زیادہ ان کے حق دار نہیں ہیں، اگر آپ کو ان سے رشتہ داری ہے تو ہماری بھی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ چچا کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے چچا! آپ کو میری طرف سے اچھی جزا ملے، چچا! ذرا ہمت کر کے ایک کلمہ کہدو، میں قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کروں گا، ابوطالب نے کہا کہ بھتیجے! وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ یہ کہدیں: لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لَاشَرِیۡکَ لَهٗ'' ابوطالب نے کہا کہ تو میرا خیر خواہ ہے لیکن خدا جانتا ہے کہ لوگ مجھے اس کی وجہ سے عار دلائیں گے کہ دیکھو موت سے گھبرا گیا اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ضرور تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ وہاں موجود لوگ چیخ اٹھے کہ اے ابوطالب! آپ حنیفیہ کے یعنی ملت شیوخ کے سردار ہیں۔ ابوطالب کہنے لگے کہیں قریش کی عورتیں یہ نہ کہیں کہ تیرا چچا موت سے گھبرا گیا، پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں برابر اپنے رب سے آپ کے لئے دعا مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھے روک دے'' چنانچہ آپ ﷺ نے ابوطالب کی وفات کے بعد ان کے لئے استغفار کیا، اس پر مسلمانوں نے کہا کہ پھر ہم کیوں نہ اپنے آباء واجداد اور قرابت داروں کے لئے استغفار کریں جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے والد کے لئے استغفار کیا تھا اور آنحضور ﷺ بھی تو اپنے چچا کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں پس انہوں نے مشرکین کے لئے دعا مغفرت کی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ نکلے، وہاں پہنچ کر سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، حضور اکرم ﷺ قبروں کو پھلانگتے ہوئے ایک قبر کے پاس پہنچے جہاں آپ ﷺ نے کافی دیر تک سرگوشی فرمائی، پھر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں، پس ہم بھی آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے رونے لگے، پھر حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے رو دیئے، جس نے ہمیں بھی رلا دیا اور گھبراہٹ میں ڈال دیا؟ حضور ﷺ آئے اور ہمارے ساتھ آ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا، کیا میرے رونے کی وجہ سے تم گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس قبر پر تم نے مجھے دیکھا کہ میں کچھ سرگوشی کر رہا تھا وہ اصل میں آمنہ بنت وھب[1] کی قبر تھی۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اس کی اجازت دی گئی پھر میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار چاہی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور مذکورہ آیت آخر تک نازل ہوئی۔ یعنی ''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ'' تک نازل ہوئی'' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد

---

[1] آمنہ بنت وھب، رسول پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں، عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو وھب بن عبد مناف کے پاس لے گئے تھے جہاں وھب نے اپنی بیٹی سے ان کی شادی کر دی، بعض کا خیال ہے کہ آمنہ اپنے چچا وھیب بن عبد مناف کی پرورش میں رہتی تھیں کہ عبدالمطلب ان کے پاس آئے تو وھیب نے اپنی بیٹی ہالہ کے لئے خود عبدالمطلب کو نکاح کا پیغام دیا اور اپنی بھتیجی آمنہ بنت وھب کے لئے ان کے بیٹے عبداللہ کو نکاح کیلئے منتخب کیا، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب وہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو ان سے کسی نے کہا کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو پس تم اس کا نام ''محمد'' رکھنا، آپ کی وفات مقام ابواء میں ہوئی، حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۶ سال کی تھی، سیرۃ بن ہشام: ۱/ ۱۵۸

کیلئے اس لئے استغفار کیا تھا کہ وہ ان سے اس کا وعدہ کر چکے تھے" چنانچہ میرے اندر بھی رقت پیدا ہوئی جیسے ایک بچہ میں اپنی والدہ کو دیکھ کر رقت پیدا ہوتی ہے۔ اسی چیز نے مجھے رلایا۔"

آیت مبارکہ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً﴾ (۱۲۲)

شانِ نزول

کلبیؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد پر نہ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے عیوب ذکر کئے تو مسلمان کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہے اب ہم کسی بھی غزوہ اور سریہ میں پیچھے نہیں رہیں گے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کی جانب سرایا کا حکم دیا تو تمام مسلمان ان میں نکل کھڑے ہوئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں اکیلے چھوڑ دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ یونس﴾

آیت مبارکہ

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ (۲)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تو کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا اور کہا کہ اللہ کی شان تو اس سے برتر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے انسان کو رسول بنا کر بھیجے، اس پر اللہ جل شانہٗ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآئَنَا﴾ (۱۵)

شانِ نزول

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے بارہ نازل ہوئی۔ حضرت مقاتلؒ کہتے ہیں کہ وہ پانچ افراد تھے، جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن ابی امیہ المخزومی، ولید بن مغیرہ، مکرز بن حفص، عمرو بن عبداللہ بن ابی قیس العامری اور عاص بن عامر، ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہا کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں لات وعزیٰ کی عبادت سے منع نہ کیا گیا ہو۔

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ازراہ استہزاء یہ کہا کہ اے محمد ﷺ! اس کے علاوہ ایسا قرآن لاؤ جس میں ہماری مرضی کی باتیں ہوں۔

﴿سورۃ ہود﴾

آیت مبارکہ

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ (۵)

شانِ نزول

یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا شریں گفتار اور خوش منظر انسان تھا جو رسول اللہ ﷺ سے وہ بات کرتا جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی اور خود دل میں اس بات کو ناپسند سمجھتا۔

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق، حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، آنحضور ﷺ سے ایسی بات کرتا جس سے حضور ﷺ خوش ہوتے اور اپنے دل

میں اس کے خلاف بات پوشیدہ رکھتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ یہ شخص اپنے دل میں آپ ﷺ کی عداوت کو چھپائے ہوئے ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (۱۱۴)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے بوسہ و کنار کیا البتہ اس سے مباشرت نہیں کی، میں آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوا، جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی فرمائی کاش تو بھی پردہ پوشی کرتا! آنحضور ﷺ نے اسے جواب نہیں دیا، وہ شخص واپس چلا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور اس کے سامنے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی، اس شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حکم میرے لئے خاص ہے؟ فرمایا کہ نہیں، بلکہ تمام لوگوں کے لئے یہی حکم ہے۔"

(رواہ مسلم عن یحییٰ و رواہ البخاری من طریق یزید)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عورت کا بوسہ لے لیا، پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی پھر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ آیت خاص میرے لئے نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو میری امت میں سے اس پر عمل کریں۔"

حضرت ابوالیسر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی، اس کا خاوند کسی جہادی مہم میں گیا ہوا تھا، اس نے کہا کہ یہ کھجوریں ایک درہم

میں مجھے بیچ دو، وہ عورت مجھے اچھی لگی تو میں نے کہا کہ میرے گھر میں اس سے زیادہ عمدہ کھجوریں رکھی ہیں، میرے ساتھ آؤ، پھر میں نے اس کو دبایا اور اس کا بوسہ لے لیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ایک مجاہد کی اہلیہ سے خیانت کا ارتکاب کیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نگاہ مبارک مجھ سے پھیر لی مجھے اپنے جہنمی ہونے کا خیال ہونے لگا اور اللہ میری کبھی بخشش نہ فرمائیں گے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور میرے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے میرے پاس آئی تھی میں اس کو کوٹھڑی میں لے گیا اور اس کے ساتھ جماع کے سوا سب کچھ کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو! شاید اس عورت کا شوہر جہاد کی وجہ سے موجود نہ ہوگا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے مسئلہ پوچھو، چنانچہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو وہی جواب دیا اور فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے مسئلہ پوچھو، چنانچہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس سے وہی بات ارشاد فرمائی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''شاید اس عورت کا خاوند جہاد کی وجہ سے گھر پر موجود نہ ہوگا؟ اس آدمی نے کہا کہ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، پھر قرآن کی آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

اس کے بعد اس آدمی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ حکم خاص میرے لئے ہے؟ یا تمام لوگوں کے لئے عام ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ خاص تمہارے لئے نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں کے لئے ہے،

آنحضور ﷺ مسکرادیئے اور فرمایا کہ "صدق عمر" یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا! یا رسول اللہ! آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی عورت کے ساتھ ایسا عمل کرے جو اس کے لئے جائز نہ ہو، جماع کے سوا اس عورت کے ساتھ ہر وہ فعل کر گزرے جو ایک شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! اچھی طرح وضو کرو، پھر نماز پڑھو، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ حکم صرف اس شخص کیلئے ہے یا تمام مسلمانوں کیلئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاص اس کیلئے نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک عورت کے ساتھ جماع کے سوا سب کچھ کیا ہے، اس پر اللہ جل شانہٗ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

سورۃ یوسف

آیت مبارکہ

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ (۳)

شان نزول

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن پاک کا نزول ہوتا رہا اور آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے ایک زمانے تک اس کی تلاوت فرماتے رہے، پھر (ایک دن) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی واقعہ بیان ہوتو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: "الٓرٰ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ" (۱) سے لے کر "نَحْنُ نَقُصُّ

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ تک۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں تو بہت اچھا ہو؟ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا" (الزمر:۲۳) (راویؒ) فرماتے ہیں کہ ان تمام آیات کا نزول اس لئے ہوا تاکہ وہ قرآن پر ایمان لائیں۔ (رواه الحاكم في صحيحه عن ابى بكر العنبرى)

عون بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کچھ اکتاہٹ ہوئی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی حدیث (بات) ارشاد فرمائیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے "اَنْزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ" الآية نازل فرمائی۔ پھر دوبارہ اکتاہٹ پیدا ہوئی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! حدیث سے اوپر اور قرآن سے نیچے درجہ کی کوئی بات بیان فرمائیں؟ یعنی کوئی قصہ یا واقعہ سنائیں؟ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو حدیث کی خواہش کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی احسن الحدیث سے راہ نمائی فرمائی اور انہوں نے قصہ کی خواہش کا اظہار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے احسن القصص سے ان کی رہنمائی فرمادی۔

﴿سورۃ الرعد﴾

آیت مبارکہ

﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ﴾ (۱۳)

شان نزول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو عرب کے ایک بڑے آدمی کے پاس بھیجا، فرمایا کہ جاؤ اور اس کو میرے پاس بلا لاؤ" عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ بڑا سرکش انسان ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کو میرے پاس بلا لاؤ" چنانچہ وہ صحابی اس کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کس چیز کا ہے! سونے کا ہے، چاندی کا ہے، یا تانبے کا ہے؟ صحابی نے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا ہی تھا کہ وہ بڑا سرکش ہے۔ اس نے مجھے ایسا ایسا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کے پاس دوبارہ جاؤ اور اس کو بلا کر لاؤ'' وہ صحابی اس کے پاس دوبارہ گئے تو اس نے پھر وہی جواب دیا۔ جو پہلے دیا تھا۔ صحابی نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ''اس کے پاس دوبارہ جاؤ'' وہ صحابی تیسری بار اس کے پاس گئے تو اس نے اس بار بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، دریں اثنا کہ وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور اس کے سر کے مقابل آ کر گرجا اور اس میں سے بجلی نکلی جس نے اس کی کھوپڑی کو اڑا دیا'' پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

ابو صالح رحمہ اللہ، ابن جریج رحمہ اللہ، اور ابن زید رحمہ اللہ کی روایات کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ آیت ہذا اور ماقبل کی آیت عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کے بارہ نازل ہوئی ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ یہ دونوں آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تو ایک صحابی نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دیکھئے یہ عامر بن طفیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آ رہا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اس کو ہدایت مل جائے گی۔'' چنانچہ عامر بن طفیل قریب آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم مسلمانوں کے نفع ونقصان میں شریک ہو جاؤ گے۔'' کہنے لگا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنا جانشیں بنائیں گے؟ فرمایا کہ'' نہیں، یہ میرا کام نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں'' اس نے کہا کہ چلو، آپ مجھے دیہات کا امیر مقرر کر دیں اور خود شہر کے امیر بن جائیں، فرمایا کہ ''نہیں'' کہنے لگا کہ تو پھر آپ مجھے کیا دیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تجھے گھوڑوں کی لگام دوں گا جن پر بیٹھ کر تو جہاد کرے'' کہنے لگا کہ کیا یہ چیز مجھے آج ہی نہیں مل جائے گی؟ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ کو کہہ رکھا تھا کہ جب تو مجھے ان کے

ساتھ بات چیت کرتے دیکھے تو پیچھے سے آ کر ان پر تلوار کا وار کر دینا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تکرار کرتا رہا، ادھر اربد حضور ﷺ کے پیچھے سے تلوار کا وار کرنے کے لئے آگے بڑھا اور ایک بالشت کے بقدر میان سے تلوار نکالی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا اور وہ اپنی تلوار نہ نکال سکا۔ ادھر عامر بن طفیل اس کی طرف اشارہ کر رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑ گئی، آپ ﷺ نے اربد کو دیکھ لیا، آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! آپ اپنی قدرت سے ان دونوں کے شر سے مجھے بچا لیجئے'' اللہ تعالیٰ نے اربد پر آسمانی بجلی بھیجی جس نے اس کو جلا دیا۔ اور عامر یہ کہتے ہوئے بھاگ گیا کہ اے محمد! تو نے اپنے رب سے دعا کر کے اربد کو مروا دیا، خدا کی قسم میں تمہارے خلاف ضرور گھوڑے اور جوان جمع کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تیرے شر سے بچائے'' عامر نے رات ایک سلولیہ عورت کے ہاں بسر کی، صبح کو ہتھیار سے لیس ہو کر نکلا اور یہ کہہ رہا تھا کہ لات کی قسم ہے، اگر محمد (ﷺ) اور اس کا ساتھی (موت کا فرشتہ) میرے سامنے آیا تو میں اپنے نیزے سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کو اپنے پروں سے ایک تھپیڑا مارا اور اس کو مٹی میں دھنسا دیا اور اسی وقت اس کے گھٹنے پر اونٹ کی گلٹی کی طرح ایک گلٹی نکل آئی پھر وہ اس سلولیہ عورت کے گھر کی جانب روانہ ہوا اور راستہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اونٹ کی طرح کی گلٹی بھی نکل آئی اور موت بھی سلولیہ عورت کے گھر میں آئی'' پھر وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر پڑا مر گیا'' اسی قصہ کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ''سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ'' (۱۰) سے لے کر وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ'' (۱۴) تک

آیت مبارکہ

﴿وَهُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ﴾ (۳۰)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جب

صلح نامہ لکھا جانے لگا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم" تو فوراً سہیل بن عمرو اور دوسرے مشرکین کہنے لگے کہ ہم صاحب یمامہ یعنی مسیلمہ کذاب کے علاوہ اور کسی رحمٰن کو نہیں جانتے، آپ "باسمک اللّٰھم" لکھیں، دور جاہلیت میں بھی اسی طرح لکھا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ضحاکؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارہ اس وقت نازل ہوئی جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "اسجدو اللرّحمٰن" یعنی رحمان کو سجدہ کرو" کہنے لگے کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ جس رحمٰن کی معرفت کے تم منکر ہو وہی میرا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ (۳۱)

شانِ نزول

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی آتی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر تھی، موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا مسخر کیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خدا سے دعا کیجئے کہ وہ ان پہاڑوں کو چلا دے اور زمین سے ہمارے لئے نہریں جاری کر دے تاکہ ہم اس میں کھیتی باڑی کریں اور کھائیں، اگر آپ سے یہ نہیں ہوسکتا تو پھر یہ دعا کیجئے کہ وہ خدا ہمارے مردوں کو زندہ کر دے تاکہ ہم ان سے اور وہ ہم سے باتیں کریں، ورنہ یہ دعا کیجئے کہ یہ پتھر جو آپ کے نیچے ہے سونے کا بن جائے تاکہ ہم اس کو تراش لیا کریں اور سردی گرمی کے تجارتی سفروں سے نجات ملے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ بھی ان نبیوں جیسے ہیں، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی الٰہی کا

نزول شروع ہوگیا، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری فرمائش کو منظور کرلیا ہے، اگر میں چاہوں تو واقع ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو تم رحمت کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور ایمان لانے والا ایمان لے آئے یا پھر وہ تمہیں اس چیز کے سپرد کردے جو چیز تم نے اپنے لے منتخب کی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم رحمت کے دروازے سے بھٹک جاؤ گے، چنانچہ میں نے رحمت کے دروازے کو اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اگر میں نے تمہاری فرمائش پوری کردی پھر بھی تم کفر پر مُصر رہے تو وہ تم کو ایسا عذاب دے گا جو دنیا جہاں میں کسی کو نہ دیا ہوگا'' اس پر مذکورہ آیت بھی نازل ہوئی اور سورۃ الاسراء کی آیت (۵۹) بھی نازل ہوئی۔ ''وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ''۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا﴾ (۳۸)

شانِ نزول

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ پر الزام لگایا کہ اس شخص کا اصل مقصد تو صرف عورتیں اور نکاح ہے، اگر یہ واقعی خدا کا پیغمبر ہوتا تو فرائض نبوت ان کو عورتوں سے غافل رکھتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات نازل فرمائی۔

﴿سورۃ الحجر﴾

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ﴾ (۲۴)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک خوبصورت عورت دوسری عورتوں کے آخر میں حضور اقدس ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھی، کچھ لوگ اگلی صف میں بڑھ گئے تاکہ نماز میں اس عورت پر نظر نہ پڑے اور کچھ لوگ پچھلی صف میں پہنچ گئے، جب رکوع میں گئے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کو دیکھنے لگے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے نماز میں صفِ اول میں کھڑے ہونے کی ترغیب دی تو لوگوں کا ہجوم ہوگیا، بنو عذرہ کے مکانات مسجد سے دور تھے، وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے ان گھروں کو بیچ کر مسجد کے قریب گھر خریدیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ﴾ (۴۷)

شانِ نزول

حضرت کثیر النواؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے یہ بات بیان کی ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ان ہی حضرات کے بارے میں یہ آیت اتری ہے، میں نے پوچھا کہ پھر یہاں "غِلّ" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کی ناراضگی۔ دور جاہلیت میں بنو تمیم، بنو عدی اور بنو ہاشم کے درمیان ناراضگی چلی آ رہی تھی، اس کے ازالہ کا یہاں ذکر ہے۔ جب یہ قومیں مسلمان ہوگئیں اور انہوں نے اسلام کو قبول کرلیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کوکھ کے درد میں مبتلا ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ گرم کرکے ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوکھ پر لگاتے جاتے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿نَبِّیءْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (۴۹)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ بسند روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس دروازے سے بنو شیبہ داخل ہوئے اسی دروازے سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے، ہم بیٹھے ہنس رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تم کو ہنستے ہوئے نہ دیکھوں'' پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام حجر کے پاس پہنچے تو فوراً واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ ''جب میں تمہارے پاس سے واپس ہوا تو جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے بندوں کو کیوں ناامید کرتے ہیں؟ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ نَبِّیْٔ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ'' ''یعنی میرے بندوں کو یہ اطلاع دے دو کہ بے شک میں بہت بخشنے والا مہربان ہوں۔''

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ (۸۷)

شانِ نزول

حضرت حسین بن الفضلؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہود بنی قریظہ اور بنو نضیر کے سات قافلے بصری اور اذرعات سے ایک ہی دن میں پہنچے جس میں قسم قسم کے ریشمی کپڑے، خوشبو، جواہرات اور سمندری سامان تھا۔ مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہ مال ہمیں ملتا تو ہم اس سے قوت حاصل کرتے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی اور واضح کر دیا کہ میں نے تم کو جو سات آیات عطا کی ہیں وہ تمہارے لئے ان سات قافلوں سے بہت بہتر ہیں۔ جیسا کہ اس کے فوراً بعد آنے والی آیت اس کی تائید کرتی ہے،

فرمایا: لَاتَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ " یعنی تم اس سامانِ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔"

﴿سورۃ النحل﴾

آیت مبارکہ

﴿اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" (القمر: ۱) تو کفار آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص کہتا ہے کہ قیامت قریب آگئی، تم کچھ دیر کے لئے اپنے عمل سے رک جاؤ، دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے؟ جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ بھی واقع نہیں ہوا تو کہنے لگے کہ ہم تو کچھ بھی واقع ہوتے نہیں دیکھتے، اس پر سورۃ الانبیاء کی یہ آیت نازل ہوئی: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ" (۱) تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور قربِ قیامت کا انتظار کرنے لگے لیکن طویل انتظار کے بعد جب کچھ نہ ہوا تو کہنے لگے کہ اے محمد! جس چیز سے آپ ہمیں ڈراتے تھے وہ تو نظر نہیں آتی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطرب ہوئے اور لوگ بھی اپنے سر اٹھا کر دیکھنے لگے، پھر یہ نازل ہوا: "فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ" تو ان کو کچھ اطمینان ہوا۔ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کی طرف اشارہ کیا، قریب ہے کہ وہ قیامت مجھ سے سبقت لے جائے۔" بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں "امر" سے مراد تلوار کا عذاب ہے، اور یہ نضر بن حارث کے جواب میں نازل ہوئی جب اس نے کہا تھا کہ "اے اللہ! اگر یہ دین حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے" اس نے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (۴)

شانِ نزول

یہ آیت ابی بن الجمحی کے بارہ میں اس وقت نازل ہوئی جب وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈی کو زندہ کرے گا؟ نیز سورہ یٰسین کی یہ آیت: اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ" (۷۷) بھی اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمٰنِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾ (۳۸)

شانِ نزول

حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان آدمی کا کسی مشرک کے ذمہ قرض تھا جب مسلمان نے اس کا تقاضا کیا تو دوران گفتگو مسلمان نے کہا کہ مجھے مرنے کے بعد بھی اس کے وصول ہونے کی توقع ہے، مشرک نے کہا کہ تمہارا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ ہوں گے؟ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾ (۴۱)

شانِ نزول

یہ آیت کریمہ مکہ معظمہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ،

حضرت خبابؓ، حضرت عامرؓ، حضرت جندل بن صہیبؓ ۔ مشرکین مکہ نے ان کو پکڑ کر سزائیں دیں اور تکالیف پہنچائیں، بعدازاں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کو مدینہ منورہ میں ٹھکانہ عطا فرمادیا۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوۡحِیۡ اِلَیۡهِمۡ﴾ (۴۳)

شانِ نزول

یہ آیت مبارکہ مشرکین مکہ کے متعلق اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور یہ کہا کہ اللہ کی ذات اس امر سے برتر ہے کہ اس کا رسول ﷺ کوئی انسان ہو، آخر فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیج دیا گیا؟

آیت مبارکہ

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا﴾ (۷۵)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت ہشام[1] بن عمرو کے بارہ نازل ہوئی جو پوشیدہ اور علانیہ طور پر اپنا مال خرچ کرتا تھا اور ان کے مولیٰ ابوالجوزاء نے ان کو منع کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: "وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَیۡنِ اَحَدُهُمَا اَبۡکَمُ لَایَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ" اس میں اَبۡکَم" اور "کَلٌّ" (گونگا بھی اپنے مالک پر وبال جان بھی) سے مراد سید اسد بن ابی العیص ہے اور وَالَّذِیۡ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ" سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔

---

[1] آپ کا نام ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن حُبَیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی ہے۔ آپ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں، آنحضرت ﷺ نے حنین کے مال غنیمت سے ان کو سو اونٹوں سے کچھ کم عطا فرمائے تھے، اسد الغابۃ ۴/ ۶۲۸

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (۹۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دریں اثناء کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ "ہمارے پاس نہیں بیٹھو گے؟" انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں، پھر وہ آ کر بیٹھ گئے، دوران گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھائی، تھوڑی دیر کے بعد اپنی نظریں زمین کی طرف جھکا دیں پھر اپنے ساتھی عثمان کے پاس سے اٹھ کر اس جگہ پر آ گئے جس جگہ پر نظریں جمائی تھیں اور سر مبارک ہلانے لگے جیسے کسی سے کچھ دریافت کر رہے ہوں! پھر پہلے کی طرح آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور آسمان کی طرف ہی نگاہیں جما دیں، پھر حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت عثمان نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر اس کو جھکا دیا اور تھوڑی دیر کے لئے مجھے چھوڑ کر ایک طرف کو ہو گئے، نیز آپ سر مبارک ہلاتے رہے جیسے کسی سے کوئی بات دریافت کر رہے ہوں، کیا بات تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے حقیقت امر کو بھانپ لیا ہے؟" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فرستادہ جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے اور اور تم بیٹھے ہوئے تھے" عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے یہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ی ذِی الْقُرْبٰی .... " (۹۰) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت میرے دل میں ایمان مستقر ہو گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ﴾ (۱۰۱)

شانِ نزول

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو مسخر کر رکھا ہے کہ ایک دن ان کو کسی امر کا حکم دیتے ہیں اور پھر اگلے دن اسی سے منع کر دیتے ہیں یا پہلے والے حکم سے زیادہ آسان حکم دے دیتے ہیں یہ شخص تو اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اور بعد والی آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾ (۱۰۳)

شانِ نزول

حضرت عبید اللہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دو نصرانی غلام تھے جو عین التمر کے باشندے تھے، ایک یسار اور دوسرے کا خیر تھا، وہ دونوں اپنی کتاب اپنی زبان میں پڑھ رہے ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قرأت کو سنتے تھے، مشرکین کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے سیکھتے ہیں، اس پر آیت نازل ہوئی: لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ''۔

آیت مبارکہ

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖ﴾ (۱۰۶)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، قصہ یہ ہوا کہ مشرکین نے ان کو اور ان

کے والد یاسر اور والدہ سمیہ[1] اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خباب وسالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں، حضرت سمیہ کو تو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر شرمگاہ میں نیزہ ڈال کر چیر دیا، اور یہ کہا کہ تو مردوں کی وجہ سے مسلمان ہوئی! چنانچہ اس کو بھی شہید کر دیا اور ان کے شوہر یاسر کو بھی قتل کر دیا، یہ دونوں اسلام کے اول شہید ہیں، اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجبور ہو کر کفریہ کلمات کہہ ڈالے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کو عمار نے کفر اختیار کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا'' عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سرتاپا ایمان سے بھرپور ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں رچا بسا ہوا ہے'' پھر حضرت عمار حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر وہ لوگ دوبارہ تجھے مجبور کریں تو تم بھی اپنی بات کا اعادہ کر لینا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے چند نو مسلموں کے بارہ نازل ہوئی جن کو مدینہ کے مسلمانوں نے لکھا کہ تم ہماری طرف ہجرت کر کے آجاؤ، کیوں کہ ہم تم کو اپنی جماعت میں سے نہیں سمجھتے جب تک کہ تم ہجرت کر کے ہمارے پاس نہ آجاؤ، چنانچہ وہ ہجرت مدینہ کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں کفار قریش نے ان کو پکڑ لیا اور ان کو کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کیا تو ان کے متعلق آیت ہذا نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا﴾ (۱۱۰)

شانِ نزول

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب اس سے پہلے والی آیت نازل ہوئی کہ اہل

[1] نام سمیہ بنت خیاط اور کنیت ام عمار ہے، آپ ابو حذیفہ بن مغیرہ کی باندی تھیں، عمار کی ولادت کے بعد ابو حذیفہ نے آزاد کر دیا تھا، آپ سابقین اسلام میں سے تھیں۔

مکہ جب تک ہجرت نہیں کریں گے ان کا اسلام نا قابل قبول ہوگا، اہل مدینہ نے بھی اپنے اصحاب کو جو مکہ میں رہتے تھے یہ حکم لکھ بھیجا تھا، چنانچہ جب اہل مکہ (اپنے گھروں سے) نکلے تو راستہ میں مشرکین نے ان کو گھیر لیا اور واپس جانے پر مجبور کر دیا، اس پر سورۃ العنکبوت کی یہ آیت نازل ہوئی: "الٓمٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَایُفْتَنُوْنَ" (۲۷۱) اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اہل مکہ کو یہ آیت لکھ بھیجی تو انہوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ وہ ضرور نکلیں گے اور اگر مشرکین نے مزاحمت کی تو وہ ان سے قتال کریں گے یہاں تک کہ ان سے خلاصی حاصل ہو اور وہ خدا کے پاس پہنچ جائیں، چنانچہ جب وہ ہجرت کے لئے نکلے تو مشرکین نے مزاحمت کی، آپس میں خوب لڑائی ہوئی جس کے نتیجہ میں کچھ مسلمان تو شہید ہو گئے اور کچھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ﴾ (۱۲۵)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین شہدائے احد کو (میدان میں) چھوڑ کر واپس ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلیف دہ منظر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کا پیٹ چیر دیا گیا ہے اور ناک کان کاٹ کر مُثلہ کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورتوں کے غمزدہ ہونے اور میرے بعد اسے سنت بنائے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو مختلف درندوں اور پرندوں کے پیٹ سے برآمد کر کے دوبارہ زندہ کرتا، اور فرمایا کہ میں بھی ان کے بدلہ ان مشرکین کے ستر آدمیوں کو ضرور قتل کروں گا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر منگوائی جس سے ان کے چہرے کو ڈھانکا تو پاؤں کھل گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دیا، پھر آگے رکھ کر دس بار تکبیریں کہیں، پھر ہر شہید کو لایا جاتا

اور سامنے رکھا جاتا، یہاں تک کہ ستر بار نماز جنازہ پڑھی، کیونکہ شہداء بھی ستر تھے جب دفنا کر فارغ ہوگئے تو مذکورہ آیات "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (۱۲۷) تک نازل ہوئیں" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کیا اور کسی کو مثلہ نہیں کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشت و خون کی حالت میں پڑا ہوا پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحشتناک منظر دیکھ کر سخت قلق ہوا۔ فرمایا کہ میں تیرے بدلہ میں ان کے بھی ستر آدمی ضرور قتل کروں گا، اس پر یہ آیت اتری "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور مشرکین نے ان کو مثلہ بنایا اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر مجھے ان کفار قریش پر غلبہ حاصل ہوا تو میں بھی ان کے ستر آدمیوں کو مثلہ کروں گا تو اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب مشرکین نے احد کے دن مسلمانوں کے مقتولین کے ساتھ وحشتناک سلوک کیا کہ ان کے پیٹ شق کر دیئے، آلہ تناسل کاٹ دیئے اور بری طرح مثلہ بنایا تو مسلمانوں نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان مشرکین پر غالب کیا تو ہم ان کے ساتھ اس سے بڑھ کر برا سلوک کریں گے اور ایسا مثلہ کریں گے کہ کسی عرب نے کسی کو کبھی مثلہ نہ کیا ہوگا اور ہم ایسا ضرور کریں گے، ضرور کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ معلوم ہوا کہ مشرکین نے ان کا ناک، شرمگاہ کاٹ دی ہے اور پیٹ چیر دیا ہے اور ہند بنت عتبہ نے ان کے کلیجہ کا ایک ٹکڑا لے کر چبایا اور اس کو نگلنا چاہا مگر نگل نہ سکی اور باہر پھینک دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر ہند بنت عُتبہ اس کو کھالیتی تو دوزخ کی آگ میں کبھی داخل نہ ہوتی، حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا کے ہاں اس قدر معزز ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی آگ میں جائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تکلیف دہ منظر دیکھ کر سخت رنج اور قلق پہنچا تو فرمایا کہ حمزہ! اللہ تجھ پر رحمتیں نازل

فرمائے، میرے علم کے مطابق تو بڑا صلہ رحمی کرنے والا اور خوب نیکیاں کرنے والا تھا، اگر تیرے پسماندگان کے غمزدہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھے اس حال میں چھوڑ دینا پسند کرتا تا کہ مختلف پیٹوں سے تیرا حشر ہوتا، سن لو! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کفار پر غلبہ عطا کیا تو میں بھی خدا کی قسم تیرے بدلہ ان کے ستر آدمیوں کو ضرور مثلہ کروں گا، پھر مذکورہ آیت (وَإِنْ عَاقَبْتُمْ الخ) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں صبر کروں گا'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ارادہ سے باز آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ الضمریؒ کہتے کہ میں اور عبید اللہ بن عدی شام کے شہر حمص میں گئے، جب ہم اس شہر میں پہنچے تو عبید اللہ بن عدی نے مجھ سے کہا کہ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلو کہ ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا واقعہ دریافت کریں کہ انہوں نے ان کو کیسے قتل کیا تھا؟ میں نے کہا، اچھا چلو! پس ہم دونوں وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، ایک شخص نے ہمیں بتایا کہ وحشی شراب میں دھت رہتا ہے اور وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہوگا، اگر تم اس کو ہوش میں دیکھو تب تو اس سے جو کچھ بات کرنی ہو کرنا، یہ دونوں شخص کہتے ہیں کہ ہم وحشی کے پاس پہنچے اور ہم نے جا کر سلام کیا، اس نے اپنا سر اٹھایا تو ہم نے کہا کہ ہم تمہارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ تم سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا واقعہ سنیں کہ تم نے ان کو کیوں اور کیسے شہید کیا؟ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں، یہ واقعہ میں تم سے اسی طرح بیان کروں گا جس طرح کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا تھا، میں دراصل جبیر بن مطعم بن عدی کا غلام تھا، جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی بدر کی جنگ میں مارا گیا تھا، پھر جب قریش کے لوگ میدان احد میں آئے تو جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تو میرے چچا طعیمہ کے بدلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دے گا تو میں تمہیں غلامی سے آزاد کر دوں گا۔ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حبشی تھا، حبشیوں کی طرح نیزہ بازی

کرتا تھا، میرا نشانہ بہت کم خطا ہوتا تھا، جب جنگ شروع ہوئی تو میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلا، میں نے ان کو میدانِ کارزار میں سفید سیاہی مائل اونٹ کی طرح دیکھا کہ لوگوں کو اپنی تلوار سے پچھاڑ رہے ہیں، کوئی ان کے سامنے نہیں ٹھہر رہا ہے، خدا جانتا ہے میں ایک پتھر یا درخت کی اوٹ میں بیٹھ گیا کہ میرے قریب آئیں گے تو حملہ کروں گا، لیکن اتنے میں سباع بن عبدالعزی ان کے سامنے آئے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ اے ابن مقطعہ! میرے سامنے آ! آپ نے ایک وار میں اس کا سر قلم کر دیا ادھر میں نے اپنا نیزہ ہلایا اور جب مجھے اس پر پورا اطمینان ہوگیا تو میں نے اس نیزے کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھینکا وہ سیدھا جا کر ان کے زیر ناف لگا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر گر پڑا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے مگر فوراً گر پڑے، میں نے ان کو اسی حال میں چھوڑے رکھا، بالآخر وہ وفات پا گئے، پھر میں نے اپنا نیزہ ان کے پاس سے جا کر اٹھالیا، پھر میں واپس آ کر لشکر میں بیٹھ گیا، کیوں کہ میری اب کوئی ضرورت باقی نہ رہی تھی، میں اپنی آزادی کے لئے ان کو قتل کر چکا تھا، اس کے بعد میں مکہ آگیا اور میرے آقا نے مجھے آزاد کر دیا۔ اور میں مکہ میں ہی رہنے لگا یہاں تک کہ جب مکہ میں اسلام پھیل گیا تو میں طائف بھاگ گیا، ایک شخص نے آ کر مجھ سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ جو شخص مسلمان ہو جاتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کچھ نہیں کہتے، یہ بات سن کر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کہ ”کیا تو وحشی ہے؟“ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا کہ ”تو نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا؟“ میں نے عرض کیا کہ حقیقت وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے دور رکھ سکتے ہو؟“ چنانچہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا اور لوگ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے نکلے تو میں نے (دل) میں کہا کہ میں بھی مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے نکلوں گا، ہوسکتا ہے میں اس کو قتل کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی تلافی کر سکوں، پس میں بھی لوگوں کے ہمراہ نکلا اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

سورۃ بنی اسرائیل

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾ (۲۹)

شانِ نزول

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک غلام حاضر خدمت ہوا، اس نے عرض کیا کہ میری والدہ آپ ﷺ سے ایسی ایسی چیزیں مانگتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے'' غلام نے کہا کہ میری والدہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قمیض ہی مجھے دے دیں؟ (راوی) کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر اس کو دیدی اور خود گھر میں برہنہ بدن ہو کر بیٹھ گئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دریں اثناء کہ رسول کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک بچہ آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ آپ ﷺ سے زرہ مانگ رہی ہیں؟ اس وقت آنحضور ﷺ کے پاس صرف اپنی قمیض تھی، آپ ﷺ نے بچہ سے فرمایا کہ کسی دوسرے وقت میں آنا'' وہ بچہ اپنی والدہ کے پاس واپس گیا تو والدہ نے کہا کہ حضور ﷺ سے جا کر کہو کہ آپ ﷺ کے بدن پر جو قمیض ہے وہی مجھے دے دیجئے؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور اپنی قمیض اتار کر اس کو دیدی اور خود برہنہ جسم ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ لوگ آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے، صحابہؓ پریشان ہوئے پھر کسی نے جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ برہنہ ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (۵۳)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس موقع پر نازل ہوئی جب کسی عرب کے آدمی نے آپ کو برا بھلا کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عفو و درگزر کا حکم دیا۔ امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ مشرکین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو اپنے قول اور عمل سے اذیتیں پہنچاتے تھے، صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ﴾ (۵۹)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائش کی کہ کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں اور پہاڑوں کو ہٹا دیں تا کہ وہ کھیتی باڑی کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو ان کی خواہش کو ٹال دیں کہ شاید ہم ان میں سے کچھ لوگوں کو چن لیں (ہدایت کے لئے) اور اگر چاہیں تو ان کی خواہش پوری کر دیں اور اگر پھر بھی انہوں نے انکار کیا تو یہ سابقہ قوموں کی طرح ہلاک و تباہ کر دیئے جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں چاہوں گا کہ ان کی خواہش کو مؤخر کر دیا جائے'' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اس قبل بھی ''وَلَوۡ اَنَّ قُرۡاٰنًا سُيِّرَتۡ بِهِ الۡجِبَالُ'' (الرعد: ۳۱) شان نزول کے تحت حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِى الۡقُرۡاٰنِ﴾ (۶۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے درختِ زقّوم کا ذکر کر کے قبیلہ قریش کو ڈرایا تو ابوجہل نے کہا کہ جانتے ہو یہ زقوم کیا ہے جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کو ڈراتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہم تو نہیں جانتے، ابوجہل نے کہا کہ یہ ثرید ہے جو مکھن کے ساتھ ملا کر کھائی جاتی ہے، خدا کی قسم ہے اگر ہمیں اس پر قدرت حاصل ہوئی تو ہم اس کو خوب کھائیں گے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ (۷۳)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وفدِ ثقیف کے متعلق اس وقت نازل ہوئی جب وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں لات سے ایک سال کے لئے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں اور مکہ کے درختوں، پرندوں اور درندوں کی طرح ہماری وادی کو بھی باحرمت قرار دیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا اور ان کو کوئی جواب نہ دیا، وہ یہی بات بار بار کہنے لگے اور انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہل عرب ہماری فضیلت کو پہچانیں اور اگر آپ کو ہماری بات پسند نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہو کہ عرب کے لوگ کہیں گے کہ آپ نے یہ فضیلت ان کو نہیں دی اور ہمیں دے دی ہے تو آپ ان سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی بات کا حکم دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی باطنی حرص کو جانتے تھے اس لئے رکے رہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارتے ہوئے کہا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری فرمائش کو ناپسند سمجھتے ہوئے جواب نہیں دے رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خواہش کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن پھر مذکورہ آیت نازل ہوگئی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو (تعظیماً) ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اگر میں ایسا کروں بھی تو میرے لئے کوئی مضر نہیں کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ میں اس کا فرماں بردار ہوں اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما دی۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات کفار قریش صبح تک حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تنہائی میں رہے، آپ ﷺ سے بات چیت کرتے رہے اور آپ ﷺ کو اپنا سردار، سربراہ اور عزیز قرابت دار باور کراتے رہے۔ کہنے لگے کہ آپ تو ایسی باتیں پیش کرتے ہیں کہ کوئی انسان اس طرح کی باتیں پیش نہیں کرسکتا، آپ ﷺ تو ہمارے سردار ہیں اے ہمارے سردار ز! وہ برابر ایسی باتیں کہتے رہے حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ ﷺ ان کی باتوں میں آ جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا اور مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ﴾ (۷۶)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کو حضو اقدس ﷺ کا مدینہ منورہ میں قیام گراں بار ہوا تو از راہ حسد کہنے لگے، انبیاءؑ تو ملک شام میں مبعوث ہوتے ہیں، اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو وہاں چلے جائیں، اگر آپ ﷺ وہاں منتقل ہو جائیں تو ہم آپ ﷺ کی تصدیق بھی کریں گے اور آپ ﷺ پر ایمان بھی لائیں گے آنحضور ﷺ کے دل میں ان کی بات بیٹھ گئی کیونکہ آپ ﷺ کو ان کے ایمان لانے کی حرص تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ سے ایک منزل کا سفر طے کیا ہی تھا کہ آیت ہذا نازل ہوگئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود، حضور ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو ملک شام چلے جائیں کیونکہ شام انبیاء کی سرزمین بھی ہے اور محشر و منشر کا مقام بھی ہے، آپ ﷺ نے ان کے قول کی تصدیق کی اور غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کا مقصد ملک شام کو اپنا مستقر بنانا ہی تھا، جب آپ ﷺ تبوک پہنچے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مجاہدؒ، قتادہؒ اور حسنؒ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ سے نکالنے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہاں سے نکلنے کا حکم دے دیا اور ان کے مذموم ارادہ سے باخبر کرنے کے لئے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَقُل رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ﴾ (۸۰)

شانِ نزول

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جب کفار قریش نے حضور اکرم ﷺ کو باندھ کر مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے نبی ﷺ کو اہل مکہ کے شر سے بچائیں اس لئے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں اور یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَیَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ﴾ (۸۵)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کسی کھیت میں کھجور کی شاخ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا یہود کے کچھ لوگ ادھر سے گزرے اور بولے کہ ان سے روح کے

بارے میں دریافت کرو، ان میں سے ایک نے منع کیا کہ ان سے روح کے بارے میں نہ پوچھو کہیں تم پر کوئی ناگوار آفت نہ آجائے، مگر دوسروں نے کہا کہ ضرور پوچھیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگے کہ ابوالقاسم! روح کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، پھر بے چین سے ہوئے، میں نے اپنے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک کو پکڑا تو میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش نے یہود سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتاؤ جو ہم اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھیں، یہود نے کہا کہ تم ان سے روح کے بارے میں پوچھو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ یہود جمع ہوئے اور قریش کے پوچھنے پر کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں اور ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جو شروع زمانہ میں اپنی منزل کھو گئے تھے اور ان سے اس آدمی کے بارے میں پوچھو جو زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچا تھا کہ وہ کون تھا؟ اگر وہ تمام باتیں درست بتائیں تو وہ نبی نہ ہوں گے اور اگر تمام باتیں غلط بتائیں تب بھی وہ نبی نہ ہوں گے، ہاں اگر کچھ باتیں درست بتائیں اور بعض باتوں کے متعلق خاموش رہیں تو وہ نبی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکورہ سوالات کئے تو اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کے بارے میں یہ آیت اتاری: اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ" (الکھف: ۹) اور روح کے بارے میں مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا﴾ (۹۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عقبہ، شیبہ،

ابوسفیان، نصر بن حرث، ابوالبختری، ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف اور دیگر روٴساءِ قریش کعبہ کی چھت پر اکٹھے ہوئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجنا چاہیے تاکہ ان سے کوئی بات کریں، چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو بھیجا، اس نے جا کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کے معزز حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کرنے کے لئے جمع ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے ان کے پاس تشریف لے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ہدایت کے شدید خواہش مند تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی قسم ہے، ہم اہل عرب میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے آپ کی طرح کا کام کیا ہو، آپ نے اپنے آباء واجداد کو سب وشتم کیا، آبائی دین ترک کر دیا، عقل مندوں کو بے وقوف بنایا اور جماعت کو متفرق کر دیا، آپ نے اپنے اور ہمارے درمیان ہر قبیح فعل انجام دیا ہے، اگر تو آپ اس امر کے ذریعہ مال کے خواہش مند ہیں تو ہم آپ کو اتنا مال دے دیتے ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ مال دار ہو جائیں گے اور اگر سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا دیتے ہیں، اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں، اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پر (نعوذ باللہ) کسی جن وغیرہ کا اثر ہے تو پھر آپ کے علاج معالجہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں تاکہ ہم آپ کو اس سے نجات دلا سکیں ورنہ ہم آپ کے معاملہ میں معذور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے کسی بھی شے کی خواہش نہیں، میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا کہ تم سے مال کی خواہش کروں یا سرداری یا بادشاہت حاصل کروں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر تم میں مبعوث کیا ہے اور مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے بشیر اور نذیر بنوں، پس میں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے، میں تمہارا خیر خواہ ہوں، اب اگر تم میرے لائے ہوئے دین کو قبول کرتے ہو تو تمہارے لئے دنیا وآخرت دونوں میں حصہ ہے، اور اگر تم اسے قبول نہیں کرتے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔'' اس پر کفار کہنے لگے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ ہم نے پیش کیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ قبول نہیں کرتے تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم سب سے زیادہ تنگ شہر میں رہنے والے ہیں، سب سے کم مال والے ہیں اور سب سے زیادہ تنگ زندگی والے ہیں، اس لئے آپ اپنے رب سے دعا کر دیں جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ ان پہاڑوں کو یہاں سے دور کر دے، جن پہاڑوں نے ہماری زندگی تنگ کر دی ہے اور ہمارے شہر کشادہ کر دے اور ان میں نہریں جاری کر دے جیسے شام اور عراق کی نہریں ہیں، اور ہمارے فوت شدہ آباء و اجداد کو دوبارہ زندہ کر دے، خاص طور سے قصی بن کلاب کو کیونکہ وہ ہمارے نہایت سچے بزرگ تھے کہ ہم ان سے آپ کے بارے میں پوچھ سکیں کہ کیا یہ سچے ہیں؟ اگر آپ ﷺ نے ہمارے مطالبات کو پورا کر دیا تو ہم آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے اور اللہ کے ہاں آپ ﷺ کے مرتبہ کے قائل ہو جائیں گے کہ اس نے واقعی آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اس کام کے لئے مبعوث نہیں ہوا میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی دین لے کر آیا ہوں اور میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ اگر تو تم قبول کرتے ہو تو دنیا و آخرت میں تم کو فائدہ ہوگا اور اگر قبول نہیں کرتے تو میں حکم الٰہی پر صبر کروں گا۔'' وہ کہنے لگے کہ اگر آپ ہمارے (مذکورہ) مطالبات پورے نہیں کرتے تو اپنے رب سے دعا کر دیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ بھیج دے جو آپ ﷺ کی تصدیق کرے اور یہ دعا کر دیں کہ وہ آپ ﷺ کے لئے باغات، خزانے اور سونے چاندی کے محل بنا دے اور آپ کو اتنا نواز دے کہ آپ مستغنی ہو جائیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ معاش کی تلاش میں بازاروں میں جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں ہوں جو اپنے رب سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کروں اور نہ ہی میں ایسی چیزیں دے کر بھیجا گیا ہوں، البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشیر اور نذیر بنایا ہے۔'' کفار کہنے لگے کہ پھر آپ ﷺ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں جیسا کہ آپ کا زعم ہے کہ آپ کا رب اگر کچھ کرنا چاہئے تو کر گزرتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے گا تو کرے گا'' ان کفار میں سے ایک نے کہا کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو روبرو نہیں لے آتے۔

عبداللہ بن امیہ المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ عاتکہ[1] بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا تھا، اس نے کہا میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ آپ آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھ نہیں جاتے اور میں آپ کو آتا ہوا دیکھ لوں اور آپ کے پاس کھلی ہوئی کتاب ہو اور فرشتوں کی ایک جماعت بھی ہو جو آپ کے قول کی تصدق کرے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کی ایمان سے دوری دیکھی تو غمگین ہو کر گھر واپس ہوئے تو مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت عبدالملک بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں دیافت کیا کہ کیا یہ آیت عبداللہ بن ابی امیہ کے بارہ نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ (۱۱۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تہجد کی نماز پڑھی تو سجدہ کی حالت میں یہ کہا: یا رحمٰن یا رحیم! مشرکین بولے کہ اسے دیکھو! لوگوں کو ایک معبود کی دعوت دیتا ہے اور خود دو معبودوں کو پکار رہا ہے یعنی رحمٰن اور رحیم کو، ہم تو رحمٰن یمامہ (یعنی مسیلمہ کذاب) کے سوا اور کسی رحمٰن کو نہیں جانتے، اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

ہمون بن محصرانؒ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی ابتدا میں یہ الفاظ لکھتے

---

[1] آپ کا نام عتکہ بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ الھاشمیہ ہے، آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں، قبول اسلام کے بارہ میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا اور کوئی پھوپھی مسلمان نہیں ہوئی، دیکھئے نسب قریش ۱۸، سد الغابۃ ۶/۱۸۵۔

تھے: بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ'' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ''اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' (النمل: ۳۰) تو آپ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے لگے تو مشرکین عرب نے کہا کہ رحیم کو تو ہم پہچانتے ہیں مگر یہ ''رحمٰن'' کون ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ رحمٰن کا ذکر بہت کم کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اس لفظ کا کثرت سے ذکر کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَ لَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَ لَا تُخَافِتْ بِھَا﴾ (۱۱۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں روپوش تھے، کفار جب قرآن کو سنتے تو قرآن کو برا بھلا کہتے، بلکہ اتارنے والے اور لانے والے سب کو سب وشتم کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ''وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ'' کہ آپ اتنی اونچی قرأت نہ کریں کہ مشرکین سن کر قرآن کو برا بھلا کہیں اور ''وَلَا تُخَافِتْ بِھَا'' یعنی نہ ہی اتنی پست آواز میں قرأت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ ہی نہ سن سکیں بلکہ وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا کہ میانہ روی سے قرأت کریں۔'' (رواہ البخاری عن مسدد و رواہ مسلم عن عمرو الناقد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت تشہد کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ایک دیہاتی: ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' بلند آواز سے پڑھ رہا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عبداللہ بن شدادؒ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سلام پھیرتے تو بنو تمیم کے دیہاتی لوگ بلند آواز سے یوں کہتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مَالًا وَّوَلَدًا'' یعنی اے

اللہ! ہمیں مال و اولاد عطا فرما" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آیت مذکورہ کے متعلق مروی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الکھف

آیت مبارکہ

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ﴾ (۲۸)

شانِ نزول

حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ مؤلفۃ القلوب حضرات جن میں اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن وغیرہ شامل تھے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ ان لوگوں کو جو چوغے پہنے ہوئے ہیں اپنی مجلس سے ہٹا دیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سننے کے لئے تیار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کریں گے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور دوسرے فقراء مسلمین بیٹھے ہوئے تھے اس پر سورۃ الکھف کی آیات (۲۷،۲۸،۲۹) نازل ہوئیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور ان کو تلاش کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے آخر میں ان کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ "اللہ کا شکر ہے جس نے وفات سے پہلے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنی امت کے چند آدمیوں کے ساتھ اپنی ذات کو روکے رکھوں، تمہارے ساتھ ہی زندگی اور تمہارے ساتھ ہی موت ہے۔"

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ (۲۸)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت امیہ بن خلف الجمعی کے بارہ نازل ہوئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے حضور ﷺ سے ایک ناگوار بات کہی تھی کہ آپ ﷺ اپنی مجلس میں ان فقیروں کو ہٹادیں اور اہل مکہ کے رئیس لوگوں کو قریب کریں اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس شخص کا کہانہ مانیں جس کے دل پر ہم نے مہر لگادی ہے کہ وہ اب ایمان نہیں لائے گا اور اس نے اپنی خواہشات یعنی شرک کا اتباع کیا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ﴾ (۸۳)

شانِ نزول

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ یہود نے حضور نبی کریم ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ﴾ (۱۰۹)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ "تمہیں تو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا" تو وہ کہنے لگے کہ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے! ہمیں تو تورات دی گئی ہے جس کو تورات (جیسی کتاب) دی گئی ہوا سے تو خیر کثیر عطا کی گئی ہے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ﴾ (۱۱۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جندب بن زہیر الغامدی کے بارے میں نازل ہوئی، وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ میں اللہ کے لئے عمل کرتا ہوں جب مجھے اس کا علم ہوگا کہ تو مجھے خوشی ہوگی" اس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہیں، پاک چیز ہی قبول کرتے ہیں اور جس عمل میں ریاکاری ہوگی وہ مقبول نہ ہوگا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت طاوسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا نبی اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پسند کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ میرا مقام مجھے دکھا دیا جائے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی،۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا! میں صدقہ خیرات کرتا ہوں، صلہ رحمی کرتا ہوں اور یہ عمل میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہی کرتا ہوں (میں چاہتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ میرا ذکر کرے اور میں اس پر اس کی تعریف کروں اور اس سے مجھے خوشی حاصل ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ یہ آیت نزل ہوئی۔

﴿سورۃ مریم﴾

آیت مبارکہ

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ﴾ (۶۴)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا، اے جبریلؑ! آپ زیادہ سے زیادہ ملاقات کے لئے کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابی نعیم عن ذر)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فرشتہ (حضرت جبریلؑ) تاخیر سے حاضر ہوئے اور کہا کہ شاید میں نے آنے میں تاخیر کر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں آپ نے تاخیر کی ہے، حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ میں تاخیر سے کیوں نہ آؤں؟ جب کہ یہ لوگ مسواک نہیں کرتے، ناخن نہیں تراشتے اور انگلیوں کے جوڑ صاف نہیں رکھتے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہؒ، حضرت قتادہؒ، امام کلبیؒ، اور امام ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضور ﷺ سے اصحاب کہف کا قصہ، ذوالقرنین کا واقعہ اور روح کی حقیقت دریافت کی گئی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف نہ لائے اور آپ ﷺ کو جواب دینے میں تأمل ہوا اور امید ہوئی کہ جبریل علیہ السلام کوئی جواب لائیں گے، لوگوں نے دوبارہ حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تو حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ پر اس کا بڑا بار ہوا، پھر جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے آنے میں تاخیر کر دی، حتیٰ کہ میرا اشتیاق ہوا کہ تم سے ملاقات ہو۔'' جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ''مجھے بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا مگر میں تو حکم کا غلام ہوں، جب مجھے بھیجا جاتا ہے تو میں آتا ہوں اور جب مجھے روکا جاتا ہے تو رک جاتا ہوں۔'' اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اَءِذَامَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ (٦٦)

شانِ نزول

امام کلبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابی بن خلف کے بارہ اس وقت نازل ہوئی جب اس نے بوسیدہ ہڈیاں ہاتھ میں لے کر کہا تھا کہ کیا محمد (ﷺ) کا یہ خیال ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟

آیت مبارکہ

﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا﴾ (٧٧)

شانِ نزول

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا عاص بن وائل کے ذمہ کچھ قرض تھا میں تقاضا کرنے گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم! جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض نہیں چکاؤں گا میں نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تو مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو جائے تب بھی میں کفر نہیں کروں گا، عاص بولا کہ ٹھیک ہے جب مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہوں گا تب تو میرے پاس آ جانا، اس وقت میرے پاس مال بھی ہوگا اور اولاد بھی ہوگی اس وقت تیرا قرض چکا دوں گا۔'' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوہار تھا، میرا عاص بن وائل کے ذمہ کچھ قرض تھا، میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا تو اس نے کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض نہیں چکاؤں گا، میں نے کہا کہ میں کفر نہیں کروں گا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو، عاص بولا کہ کیا مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہوں گا؟ چلو ٹھیک ہے، جب میں اپنے مال کی طرف لوٹایا جاؤں گا تب تیرا قرض چکا دوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن الحمیدی و رواہ مسلم عن الاشج)

امام کلبیؒ اور امام مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہار گری کرتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عاص بن وائل السہمی کا کام کرتے تھے، عاص ان کی مزدوری دینے میں تاخیر کرتا تھا (ایک دن) حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مزدوری کا مطالبہ کرنے آئے اور اس سے مطالبہ کیا تو عاص کہنے لگا آج تو میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تیرا قرض چکاؤں، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تجھے چھوڑں گا نہیں جب تک کہ تو میرا قرض ادا نہیں کر دے گا، عاص بولا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تجھے یہ کیا ہو گیا ہے؟ تم تو مطالبہ کرنے میں اتنے اچھے تھے؟ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں پہلے تیرے دین پر تھا، اب میں دین اسلام پر ہوں جو تیرے دین سے جدا اور علیحدہ دین ہے عاص نے کہا کہ کیا

تمہارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جنت میں سونا، چاندی اور ریشم موجود ہے؟ خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں، ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ عاص نے کہا کہ تو مجھے مہلت دو، یہاں تک کہ میں جنت میں تیرا قرض چکا دوں گا اس نے از راہ استہزاء کہا۔ خدا کی قسم! اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو جنت میں مجھے تم سے زیادہ حصہ ملے گا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ طٰہٰ﴾

آیت مبارکہ

﴿طٰہٰ o مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی﴾ (۱، ۲)

شانِ نزول

حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ ابوجہل اور نضر بن حرث نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارا دین چھوڑ کر مشقت میں مبتلا ہو گئے، اصل میں ابوجہل اور نضر بن حرث نے آنحضور ﷺ کی طویل عبادت اور مشقت کو دیکھ کر ایسا کہا تھا جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ پر قرآن کا نزول ہوا تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز پڑھنے کے لئے قیام کرنے لگے تو کفار قریش نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس لئے قرآن نازل کیا تا کہ آپ ﷺ اس وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ﴾ (۱۳۱)

شانِ نزول

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور ایک یہودی آدمی کے پاس غلہ لینے کے لئے بھیجا جو غلہ بیچتا تھا۔ ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر کہا کہ محمد ﷺ تجھے فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک مہمان آیا ہے، اس وقت اس کی مہمان نوازی کیلئے کچھ موجود نہیں ہے، تم اتنا آٹا میرے ہاتھ فروخت کرو، یا ماہ رجب تک کیلئے ادھار دیدو، یہودی نے جواب دیا کہ میں رہن کے بغیر نہ فروخت کروں گا اور نہ ادھار دوں گا۔ ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے واپس آ کر آنحضور ﷺ کو یہودی کا جواب سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں، اگر وہ مجھے ادھار دیدیتا یا بیچتا تو میں ضرور ادا کر دیتا، جاؤ یہ میری زرہ لے جاؤ، پھر مذکورہ آیت آپ ﷺ کی تسلی کیلئے نازل ہوئی۔

﴿سورۃ الانبیاء﴾

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىۙ﴾ (۱۰۱)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت ایسی ہے جس کی بابت لوگ مجھ سے سوال نہیں کرتے، شاید اس لئے نہیں پوچھتے کہ اس کی حقیقت سے واقف ہیں یا اس سے واقف ہی نہیں ہیں اس لئے دریافت نہیں کرتے؟ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ'' (۹۸) تو کفار قریش کی طبیعت پر گراں بار ہوئی' کہنے لگے کہ کیا یہ شخص ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے؟ اتنے میں ابن الزبعری[1] آئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کفار نے کہا کہ یہ شخص

---

[1] نام ونسب، عبداللہ بن الزبعری بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص القرشی السہمی،

ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے' ابن الزبعری نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ" ابن الزبعری نے کہا کہ اس کو میرے پاس بلاؤ، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اس نے کہا کہ اے محمد! یہ بات ہمارے معبودوں کے ساتھ خاص ہے یا ان سب کیلئے ہے جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ خاص نہیں ہے بلکہ ان سب کیلئے ہے جن کی خدا تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ اس پر ابن الزبعری نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جھگڑا کیا ہے۔ کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ فرشتے نیک بندے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام نیک و صالح بندے ہیں اور یہ بنو ملیح فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، اور یہ نصاریٰ، عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور یہ یہود عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، ابن الزبعری کی اس بات پر اہل مکہ چیخ اٹھے تو اللہ عز وجل نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

﴿سورۃ الحج﴾

آیت مبارکہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت ان دیہاتی لوگوں کے بارہ نازل ہوئی جو اپنے دیہات کو چھوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے تھے، مگر مدینہ میں آ کر تندرست رہتے اور بیوی کے لڑکا پیدا ہوتا اور گھوڑیوں کے خوبصورت بچے پیدا

آپ دور جاہلیت میں اپنی ذات اور زبان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ عنہم کو اذیت پہنچاتے تھے قریش کی طرف سے مسلمانوں کی مذمت کرتے تھے، آپ ان کے شعراء میں سے تھے، فتح مکہ کے بعد مخلص مسلمان ہوئے۔

ہوتے اور مال و مویشی زیادہ ہو جاتے تو یہاں ان کا دل مطمئن ہو جاتا اور ایمان لے آتے اور کہتے کہ جب سے ہم نے یہ دین اختیار کیا ہے ہمیں خیر ہی خیر حاصل ہو رہی ہے۔ اور اگر مدینہ میں آ کر کسی مرض یا درد میں مبتلا ہو جاتے اور بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی اور مال و اسباب کا نقصان ہوتا تو شیطان ان کو فریب دیتا اور وہ کہتے کہ جب سے ہم نے یہ مذہب اپنایا ہے تب سے پریشانیاں آ رہی ہیں۔ چنانچہ وہ دین سے پھر جاتے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی آدمی مسلمان ہوا تو اس کی بینائی اور مال و اولاد جاتا رہا اور وہ اسلام کو منحوس خیال کرنے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا عہد فسخ کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اسلام (کا عہد) ناقابل فسخ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔ میری بینائی بھی ختم ہوگئی اور میرا مال اور میری اولاد بھی ختم ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے یہودی! اسلام آدمی کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ (۱۹)

شانِ نزول

قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ آیت ان چھ اشخاص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب، عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ۔ (رواہ البخاری عن حجاج بن منهال)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا''

سے لے کر ''الحریق'' تک کی آیات بدر کے دن مقابلہ کے وقت ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ ہم تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے اور ہمارے نبی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقدم ہیں، مسلمانوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کے زیادہ حق دار ہیں۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لائے اور تمہارے نبی علیہ السلام اور ان پر نازل شدہ کتاب پر بھی ایمان لائے ہیں، تم نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہچاننے کا انکار کیا اور صرف حسد کی وجہ سے انکار کیا، ان کے درمیان یہ خصومت جاری تھی کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ یہ امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

آیت مبارکہ

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾ (۳۹)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں پہنچاتے تھے، کسی کو مارتے اور کسی کو زخمی کر دیتے، جب انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صبر سے کام لو، کیوں کہ مجھے ان کے ساتھ لڑنے کا ابھی حکم نہیں دیا گیا ہے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ لوگ ضرور ہلاک ہوں گے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ لوگ ضرور ہلاک ہوں گے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ عنقریب لڑائی ہوگی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ﴾ (۵۲)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ کفار روز بروز دین سے دور ہوتے جارہے ہیں اور اس سے روگردانی کر رہے ہیں تو آپ ﷺ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کلام آئے جس سے کفار قریب ہوں، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کے اندر ان کے ایمان لانے کی شدید خواہش تھی، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ قریش کی ایک بڑی مجلس میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کلام مونس آئے تو فوراً سورۃ النجم کی آیات نازل ہوئیں، جب آپ ﷺ اسے پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے: ''اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ٥ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى'' (النجم ۱۹۔ ۲۰) تو شیطان نے اس کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف سے یہ عبارت پڑھ دی: ''تلک الغرانیق العلی و ان شفا عتھن لترتجی'' یہ عبارت شیطان نے آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح ملا کر پڑھی کہ لوگوں نے سمجھا کہ یہ الفاظ بھی آپ ﷺ کی زبان سے نکلے ہیں، کفار قریش یہ سن کر خوش ہوئے، حضور ﷺ نے ساری سورت پڑھی اور سورت کے آخر میں سجدہ کیا، مسلمانوں نے بھی سجدہ کیا تو مسجد میں موجود تمام مشرکین نے بھی سجدہ کیا، ولید بن مغیرہ اور ابواحیحہ سعید بن العاص کے سوا مسجد میں موجود تمام مومن و کافر نے سجدہ کیا، ان دونوں نے کچھ سنگریزے اپنی پیشانی کی طرف اٹھائے اور ان پر سجدہ کیا۔ اس لئے کہ وہ دونوں بہت بوڑھے ہو چکے تھے، سجدہ نہیں کر سکتے تھے، یہ خبر قریش مکہ کو معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئے، کہنے لگے کہ آج محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کا ذکر خیر کیا ہے اور ہم جان گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے، لیکن ہمارے یہ معبود اس کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ

ان معبودوں کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حصہ دیں تو ہم ان کے ساتھ ہیں، شام ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کام کیا؟ آپؐ نے ایسے الفاظ لوگوں کے سامنے پڑھ دیئے جو میں بارگاہ خداوندی سے لے کر نہیں آیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بات کہہ دی جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں کہی تھی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید رنج والم ہوا اور بہت زیادہ خوف خدا پیدا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، پھر قریش کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خدا کے ہاں ہمارے معبودوں کا مرتبہ ذکر کرنے پر ندامت ہوئی، چنانچہ کفار قریش پہلے سے زیادہ شریر ہوگئے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى o تلک الغرانیق العلی وشفاعتهن لترتجی" مشرکین کو اس سے بہت خوشی ہوئی، کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معبودوں کا ذکر کیا۔ پھر جبریل علیہ اسلام آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ "اللہ کا کلام میرے سامنے پڑھو" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ حصہ تو میں لے کر نہیں آیا، یہ شیطان کی طرف سے ہے، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ المؤمنون﴾

آیت مبارکہ

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شہد کی مکھیوں کی بن بناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی، ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روبقبلہ ہوئے اور دست مبارک اٹھائے اور یہ دعا فرمائی:

﴿اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا و آثرنا ولا تؤثر علینا وارض عنا﴾
''یعنی اے اللہ! ہماری تعداد میں اضافہ فرما، ہمیں کم نہ کر، ہمیں عزت دے، ذلیل نہ فرما، ہمیں عطا فرما، ہمیں محروم نہ کر، ہمیں دوسروں پر فوقیت دے، دوسروں کو ہم پر ترجیح نہ دے اور ہم سے راضی ہو جا''۔

اس کے بعد فرمایا کہ ''مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا'' پھر آپؐ نے ''قَدْ اَفْلَحَ'' سے دس آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(رواہ الحاکم فی صحیحہ عن ابی بکر القطیعی)

آیت مبارکہ

﴿اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (۲)

شانِ نزول

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آسمان کی طرف نگاہ مبارک اٹھاتے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ﴾ (۱۴)

شانِ نزول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چار امور میں میری رائے میرے رب کے حکم کے مطابق ہوئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم پر نماز پڑھیں تو بہت اچھا ہو، اس پر یہ آیت اتری: ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی'' (البقرۃ: ۱۲۵) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہر نیک و بد آپ کے پاس آتا جاتا ہے اس لئے اگر آپ ازواج

مطہرات کو پردہ کا حکم دیدیں تو بہت بہتر ہو، اس پر آیت نازل ہوئی: "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" (الاحزاب: ۵۳) اور ایک روز میں نے حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے کہا کہ تم باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کو تمہارے بدلہ ایسی ازواج دیں گے جو تم سے بہتر ہوں گی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ" (التحریم: ۵) اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ" سے لے کر "ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ" تک، تو میں نے کہا "فتبارک الله احسن خلق" یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا کرنے والی ہے۔"

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ (۷۶)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد! ہم آپ ﷺ کو خدا کا اور قرابت داری کا واسطہ دیتے ہیں، قحط سالی نے ہمیں تباہ کر دیا ہے، ہم مردار کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں، اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ثمامہ بن اثال الحنفی جب گرفتار ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا تو آپ نے اس کو رہا کر دیا، پھر وہ یمامہ چلا آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا حتیٰ کہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ابوسفیان دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ کو خدا اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں، آپ کا تو دعویٰ ہے کہ آپ دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ بیشک یہی بات ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ آپ نے تو آباء واجداد کو تلوا سے اور ان کی اولاد کو بھوک سے مار دیا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ النور﴾

آیت مبارکہ

﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً﴾ (۳)

شانِ نزول

مفسرین کہتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ آئے اور ان میں فقیر لوگ بھی تھے جن کے پاس مال واسباب نہ تھے اور مدینہ میں پیشہ ور بدکار عورتیں بھی رہتی تھیں جو ان دنوں مدینہ کی مال دار عورتیں شمار ہوتی تھیں، بعض نادار مہاجرین کی ان کی طرف رغبت ہوئی، کہنے لگے کہ ہم ان کے ساتھ نکاح کر کے ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں مُستغنی کر دے، چنانچہ انہوں نے آنحضور ﷺ سے اس کی اجازت مانگی تو یہ آیت نازل ہوئی، جس میں زانیہ اور بدکار عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا گیا تاکہ مسلمانوں کی عزت وناموس کا تحفظ ہو۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکہ ومدینہ میں بسنے والی پیشہ ور بدکار عورتوں کے متعلق نازل ہوئی جن کی تعداد بہت زیادہ تھی، ان عورتوں میں سے نو عورتیں ایسی تھیں جن کے پاس علامتی جھنڈے ہوتے تھے جس سے لوگ ان کو پہچانتے تھے، ان کے نام یہ ہیں: (۱) ام مھدون، جو سائب بن ابی سائب مخزومی کی لونڈی تھی۔ (۲) ام غلیظ، جو صفوان بن امیہ کی لونڈی تھی، (۳) حیۃ القبطیہ، جو عاص بن وائل کی لونڈی تھی (۴) مریہ، جو ابن مالک بن عمشلہ بن سباق کی لونڈی تھی۔ (۵) جلالہ، جو سہیل بن عمرو کی لونڈی تھی۔ (۶) ام سوید، جو عمرو بن عثمان مخزومی کی لونڈی تھی (۸) شریفہ، جو زمعہ بن اسود کی لونڈی تھی۔ (۸) قرینہ، جو ہشام بن ربیعہ کی لونڈی ھی، (۹) فرتنا، جو ہلال بن انس کی لونڈی تھی، زمانہ جاہلیت میں ان کے اڈے "مواخیر" کے نام سے مشہور تھے، یہاں صرف بت پرست مشرک یا اہل قبلہ کے زانی لوگ آیا کرتے تھے، کچھ مسلمانوں نے ان عورتوں سے نکاح کرنا

چاہا تا کہ ان کو کمائی کا ذریعہ بنائیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور ان مسلمانوں کو اس عمل سے منع کر دیا گیا اور ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ام مھدون نامی عورت بدکاری کے پیشہ میں مبتلا تھی۔ اور جو اس سے شادی کرتا اس کے اخراجات کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتی تھی، ایسے میں ایک مسلمان آدمی نے چاہا کہ اس سے شادی کرے، حضور علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا گیا تو مذکورہ آیت نازل ہوگئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ (٦)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ .... الْفٰسِقُوْنَ" تو حضرت سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت انصار! کیا تم اپنے سردار کی بات کو سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بڑے غیور آدمی ہیں، خدا کی قسم! انہوں نے جب بھی نکاح کیا ہے تو کنواری عورت سے ہی کیا ہے اور جب بھی طلاق دی ہے تو ان کی شدت غیرت کی وجہ سے کوئی آدمی اس عورت سے نکاح کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! خدا کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ یہ آیت برحق ہے اور یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ لیکن مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ اگر ایک عورت کے ساتھ کوئی مرد مشغول ہو اور میں چار گواہ ڈھونڈنے جاؤں گا تو خدا جانتا ہے کہ وہ شخص اپنا کام تو پورا کر چکا ہوگا۔ دوسری طرف بھی ایک واقعہ پیش آیا کہ ہلال بن امیہ رات کے وقت جب اپنی زمین سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی اہلیہ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا، ہلال بن امیہ نے اس آدمی کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور کانوں سے ان کی باتوں کو سنا آپ اس پر برافروختہ

نہیں ہوئے صبح کے وقت آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں رات کے وقت گھر میں آیا تو میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، آنحضرت ﷺ نے ان کی خبر سے ناگواری ظاہر فرمائی۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اب رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو کوڑے لگوائیں گے اور اس کی گواہی کو باطل قرار دیں گے، ہلال نے کہا، خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضرور کوئی حل نکالیں گے، چنانچہ ھلال نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ میری خبر سے آپ ﷺ کو ناگواری ہوئی ہے، لیکن خدا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، خدا کی قسم! رسول اکرم ﷺ نے ان کو کوڑے لگوانے کا ارادہ فرمالیا تھا کہ وحی نازل ہوگئی، جب وحی نازل ہونا شروع تو لوگوں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کے تغیر سے بھانپ لیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے، جب وحی ختم ہوئی تو مندرجہ بالا آیات کا نزول ہوا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ہلال! خوشخبری ہو! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پریشانی سے نکلنے کا راستہ نکال دیا،" ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے اپنے پروردگار سے اسی بات کی امید تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی رات مسجد میں تھا کہ ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی آدمی کو پائے تو اگر وہ بات کرتا ہے تو تم اس کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر اس کو قتل کرتا ہے تو تم اس کو (بدلہ میں) قتل کرو گے اور اگر سب کچھ دیکھ کر بھی خاموش رہتا ہے تو غضبناک بات پر خاموش رہتا ہے، خدا کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ ضرور دریافت کروں گا؟ اگلے دن وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے یہی مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو مشغول پاتا ہے تو وہ کیا کرے، اگر وہ بات کرتا یہ تو اس کو کوڑے لگیں گے، اگر وہ اس آدمی کو قتل کرتا ہے تو بدلہ میں قتل ہوگا اور اگر خاموش رہتا ہے تو ایک غضبناک امر پر خاموش رہتا ہے؟ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ

اے اللہ! فیصلہ فرما دے، آپ دعا کرنے لگے حتیٰ کہ مذکورہ آیت لعان نازل ہوئی۔ پھر ایک مرتبہ کوئی آدمی اس مسئلہ سے دوچار ہوا تو وہ اور اس کی بیوی حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو دونوں نے لعان کیا، مرد نے چار مرتبہ گواہی دی کہ وہ سچا ہے پھر پانچویں مرتبہ اس نے اپنے اوپر لعنت کی کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو خدا کی اس پر لعنت ہو، اس کے بعد عورت لعان کرنے لگی تو حضور ﷺ نے اس کو فرمایا کہ رک جاؤ، مگر اس نے لعان کیا، جب وہ واپس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ممکن ہے کہ وہ عورت سیاہ فام گھونگھریالا بچہ جنے" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس نے سیاہ گونگھریالا بچہ جنا۔ (رواہ مسلم عن ابی خیثمۃ)

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ، حضرت علقمہ بن وقاص رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہء مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ بیان کیا یعنی جس میں تہمت لگانے والوں نے آپ کے متعلق افواہ اڑائی تھی، اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری قرار دیا تھا امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام حضرات نے پوری حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا، اور ان راویوں میں سے بعض کا بیان دوسرے کے بیان کی تصدیق کرتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض راوی کو بعض دوسرے کے مقابلہ میں حدیث زیادہ بہتر طریقہ پر محفوظ تھی، مجھ سے یہ حدیث عروۃ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس طرح بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکل آتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ نے

بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرعہ ڈالا اور میرا نام نکلا، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئی، یہ واقعہ پردہ کے حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے، مجھے (اونٹ پر) ہودج سمیت چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا، یوں ہمارا سفر جاری رہا، پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات جب کوچ کا حکم ہوا، میں (قضائے حاجت کیلئے) پڑاؤ سے کچھ دور رہ گئی، اور قضاء حاجت کے بعد میں اپنے کجاوہ کے پاس واپس آگئی، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میرا ظفار کی موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں گر گیا ہے، میں اسے تلاش کرنے لگی، اور اس میں اتنا محو ہوگئی کہ کوچ کا خیال ہی نہ رہا، اتنے میں جو لوگ میرے ہودج کو سوار کیا کرتے تھے، آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جو میری سواری کیلئے متعین تھا، انہوں نے یہی سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے ان کا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی اجنبیت نہیں محسوس ہوئی۔ میں یوں بھی اس وقت کم عمر لڑکی تھی، چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے، مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر روانہ ہو چکا تھا، میں جب پڑاؤ پہنچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا، اور نہ کوئی جواب دینے والا، میں وہاں جا کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی ہوئی تھی، مجھے یقین تھا کہ جلد ہی انہیں میری عدم موجودگی کا علم ہو جائے گا اور پھر مجھے تلاش کرنے کیلئے یہاں آئیں گے، میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی، صفوان بن معطل سلمی ذکوانی [1] لشکر کے پیچھے پیچھے آرہے تھے،

---

[1] نام ونسب: صفوان بن معطل بن ربیضہ بن خزاعی بن محارب بن مرہ بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بھثہ بن سلیم بن منصور السلمی الذکوانی امام واقدی لکھتے ہیں کہ آپ خندق اور اس کے بعد تمام معارک میں شریک تھے، آپ بڑے فاضل وشجاع و بہادر تھے، بصرہ میں گھر تھا، غزوہ ارمینیہ میں شہید ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ شمشاط کے کنارے پر ایک جزیرہ میں انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہوئے۔

رات کا آخری حصہ تھا، جب میری جگہ پر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی، انہوں نے ایک انسانی سایہ دیکھا کہ پڑا ہوا ہے، وہ میرے قریب آئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، پردہ کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا، جب وہ مجھے پہچان گئے تو انا للہ پڑھنے لگے، میں ان کی آواز پر جاگ گئی اور اپنا چہرہ چادر سے چھپالیا، اللہ گواہ ہے اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے انا للہ کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا، اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ خود پیدل اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے، ہم لشکر سے اس وقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے، اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا، اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا، مدینہ پہنچ کر میں بیمار پڑ گئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی، اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا بڑا چرچا رہا، لیکن مجھے ان باتوں کا کوئی احساس بھی نہیں تھا، صرف ایک معاملہ سے مجھے شبہ ہوتا تھا کہ میں اپنی اس بیماری میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس لطف ومحبت کا اظہار نہیں دیکھتی تھی جو سابقہ علالت کے دنوں میں دیکھ چکی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لاتے اور سلام کر کے صرف اتنا پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ اور پھر واپس چلے جاتے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا، لیکن صورت حال کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔ ایک دن جب کمزوری باقی تھی تو میں باہر نکلی، میرے ساتھ ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں، ہم ''مناصع'' کی طرف گئے، قضاء حاجت کیلئے ہم وہیں جایا کرتے تھے اور ہم قضاء حاجت کیلئے صرف رات ہی کو جایا کرتے تھے، یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب ہی بیت الخلاء بن گئے تھے، اس وقت تک ہم قدیم عرب کے دستور کے مطابق قضاء حاجت آبادی سے دور جا کر کیا کرتے تھے، اس لئے ہمیں تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھر کے قریب بنا دیئے جائیں۔

بہر حال میں اور ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضائے حاجت کیلئے روانہ ہوئے آپ ابی رھم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں، اور آپ کی والدہ صخر

عامر کی صاحبزادی تھیں، اسی طرح آپ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ ہوتی تھیں، آپ کے صاحبزادے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب ہیں۔ قضاء حاجت کے بعد جب ہم گھر واپس آنے لگے تو ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں انہیں کی چادر میں الجھ کر پھسل گیا اس پر ان کی زبان سے نکلا مسطح برباد ہوا، میں نے کہا کہ آپ نے بری بات کہی! آپ ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہا ہے، انہوں نے کہا کہ واہ! اس کی بکواس نہیں سنی؟ میں نے پوچھا: انہوں نے کیا کہا ہے؟ پھر انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں بتائیں، پہلے سے بیمار تھی ہی، ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا، آپ نے بیان کیا کہ پھر جب میں گھر پہنچی اور رسول اکرم ﷺ اندر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے عرض کی کیا آنحضور ﷺ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ آپ نے بیان کیا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اس خبر کی حقیقت ان سے پوری طرح معلوم ہو جائے گی، حضور ﷺ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی، میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی صبر کرو، کم ہی کوئی ایسی حسین وجمیل عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر وہ اس طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں، آپ نے بیان کیا کہ اس پر میں نے کہا: سبحان اللہ! اس طرح کی باتیں تو دوسرے لوگ کر رہے ہیں؟! آپ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں رونے لگی اور رات بھر روتی رہی، صبح ہوگئی لیکن میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند کا آنکھ میں نام ونشان تھا، صبح ہوگئی اور میں روئے جا رہی تھی، اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، کیوں کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کیلئے بلایا تھا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حضور ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس تہمت سے بری ہیں،

اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے، آپ نے عرض کیا، یارسورل اللہ! آپ کی اہلیہ کے بارے میں خیر و بھلائی کے سوا اور ہمیں کسی چیز کا علم نہیں البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی، عورتیں اور بھی بہت ہیں، ان کی باندی (حضرت بریرہ) سے بھی اس معاملہ میں دریافت فرمالیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] کو بلایا اور دریافت فرمایا: بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے شبہ گزرا ہو؟ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جو چھپانے کے قابل ہو، ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھتے میں بھی سو جاتی ہیں اور اتنے میں کوئی بکری یا پرندہ وغیرہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کا گوندھا ہوا آٹا کھا جاتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی، آنحضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے معشرِ مسلمین! ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، اللہ گواہ ہے کہ میں اپنی اہلیہ میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا اور یہ لوگ جس آدمی کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا، وہ جب بھی میرے گھر میں گئے ہیں تو میرے ساتھ ہی گئے ہیں، اس پر حضرت سعد بن معاذ

---

[1] بریرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی ہیں، آپ پہلے بنو ھلال یا ابو احمد بن جحش کی باندی تھیں، بعض کے نزدیک کچھ انصاریوں کی باندی تھیں۔ جنہوں نے مکاتب بنا کر پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیچ دیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آزاد کر دیا، ان کے شوہر کا نام مغیث تھا، حضور ﷺ نے جب ان کو خیار نفس دیا تو انہوں نے علیحدگی کو اختیار کیا، مغیث نے دربار نبوی ﷺ میں سفارش کی تو آپ ﷺ نے ان کی سفارش کی تو بریرہ نے کہا کہ کیا یہ آپ ﷺ کا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ سفارش ہے، بریرہ نے کہا کہ پھر میں ان کو نہیں چاہتی۔

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] اٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کروں گا، اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا، اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی قبیلہ خزرج کا کوئی آدمی ہے تو آپ ہمیں حکم دیں، تعمیل کریں گے، اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے، آپ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے آپ مرد صالح تھے لیکن آج آپ پر قومی حمیت (غیرت) غالب آگئی تھی، آپ نے اٹھ کر سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو، تم اسے قتل نہیں کر سکتے، تم میں اس کے قتل کی طاقت بھی نہیں ہے، پھر اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے، آپ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے، آپ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو کہ منافقوں کی طرف داری میں لڑتے ہو، اتنے میں دونوں قبیلے اوس وخزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت آپس میں ہی قتل وقتال تک پہنچ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خاموش کرنے لگے، آخر سب لوگ چپ ہو گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خاموش ہو گئے، آپ فرماتی ہیں کہ اس دن بھی میں برابر روتی رہی، نہ آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی، والدین سوچنے لگے کہ کہیں روتے روتے میرا دل نہ پھٹ جائے، آپ فرماتی ہیں کہ ابھی وہ اس طرح میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کے رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے، جب سے مجھ پر تہمت لگائی

---

[1] آپ کا نام سعد بن معاذ بن نعمان بن امری القیس بن زید بن عبد الاشھل بن جشیم بن حارث بن خزرج بن نبیت ہے، آپ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اس وقت مسلمان ہوئے جب آں حضور علیہ السلام نے ان کو تعلیم کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ اسلام میں ان کے کارنامے مشہور ہیں، بدر کی لڑائی ہی آپ کی عظمت کیلئے بہت کافی ہے۔ دیکھئے اسد الغابۃ ۲/ ۲۲۱

گئی تھی اس وقت سے اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ تک اس معاملہ میں انتظار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے متعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، آپ فرماتی ہیں کہ بیٹھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد پڑھا اور فرمایا ''اما بعد! اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے اس اس طرح کی اطلاعات پہنچتی ہیں، پس اگر تم بَری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری براءت خود کر دے گا لیکن اگر تم سے غلطی سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے دعاء مغفرت کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، کیوں کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور پھر اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے جیسے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو، میں نے اپنے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ آپ میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیجئے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ گواہ ہے، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلہ میں کیا کہنا ہے، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ میری طرف سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیجئے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ اللہ گواہ ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کروں! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ پھر میں خود ہی بولی، میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، میں نے بہت زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا، (میں نے کہا) خدا گواہ ہے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان افواہوں کے متعلق جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ آپ لوگوں کے دلوں میں جم گیا ہے اور آپ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے ہیں، اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں ان تہمتوں سے بَری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی بَری ہوں، تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے لیکن اگر میں تہمت کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ کے علم میں ہے کہ میں اس تہمت سے قطعاً بَری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کرنے لگیں گے، اللہ گواہ ہے کہ میرے پاس آپ لوگوں کیلئے کوئی مثال نہیں ہے سوائے یوسف علیہ السلام کے والد کے، انہوں نے فرمایا تھا کہ ''پس صبر ہی اچھا ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے'' آپؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اور

اپنے بستر پر لیٹ گئی، آپؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت ضرور کرے گا، لیکن خدا گواہ ہے کہ مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنی حیثیت اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو نازل فرمائیں، البتہ مجھے اس کی توقع ضرور تھی کہ آنحضور ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ میری براءت کر دے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ اللہ گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی اسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے، گھر والوں میں سے بھی کوئی باہر نہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوتی تھی، یعنی آپ پسینے پسینے ہو گئے اور پسینہ موتیوں کی طرح جسم اطہر سے ڈھلنے لگا حالانکہ سردی کے دن تھے، یہ کیفیت آپ ﷺ پر وحی کی شدت کی وجہ سے طاری تھی، آپؓ فرماتی ہیں کہ پھر جب آنحضور ﷺ کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ تبسم فرما رہے تھے اور سب سے پہلے کلمہ جو آپ ﷺ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اللہ نے تمہیں بَری قرار دیا ہے، میری والدہ نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، میں نے کہا کہ اللہ گواہ ہے، میں ہرگز آپ ﷺ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ جس اللہ نے مجھے بری قرار دیا ہے، آپؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ”اِنَّ الَّذِیْنَ جَآئُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ“ مکمل دس آیتوں تک۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں میری براءت میں نازل کر دیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخراجات ان سے قرابت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود برداشت کیا کرتے تھے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ خدا کی قسم! اب میں مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کبھی ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کروں گا اس نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیسی کیسی تہمتیں لگائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی“ (النور: ۲۲) اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ“ تک۔ حضرت ابوبکر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے، چنانچہ مسطحؓ کو آپ پھر وہ تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے، اور فرمایا کہ اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کروں گا۔ (رواہ البخاری و مسلم عن ابی الربیع الزھرانی)

آیت مبارکہ

﴿وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّايَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا﴾ (۱۶)

شانِ نزول

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واقعہ افک بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی اہلیہ نے تہمت کا واقعہ ذکر کیا کہ اے ابوایوب! لوگ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں کیا آپ نے نہیں سنیں؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟ بیوی نے تہمت لگانے والوں کا ذکر کیا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" یعنی ہم کو لائق نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اس کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابو ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ذکوان نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرض وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے اندر آنے کی اجازت چاہی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بھی موجود تھے، ذکوان نے کہا کہ اماں! ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں جو آپ کے بہت اچھے بیٹے ہیں آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیک ہونے سے کیا غرض!

عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے بہت اچھے قاری اور دین خداوندی کے بہت بڑے عالم وفقیہ ہیں، آپ ان کو اندر آنے کی اجازت دے دیں کہ سلام دعا کر کے رخصت ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تم کہتے ہو تو اجازت دیدو، جب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر آنے کی اجازت ملی اور وہ اندر آئے تو سلام کر کے بیٹھ گئے، پھر کہا کہ اے مومنوں کی ماں! خوشخبری ہو کہ اب آپ ہر طرح کی تکلیف سے خلاصی پا کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملنے والی ہیں، صرف جسم سے روح کے جدا ہونے کی دیر ہے، سب سے ملاقات ہو جائیگی، آپ تمام ازواج مطہرات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاکیزہ چیز سے ہی محبت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر سے آپ کی براءت نازل کی، روئے زمین کی ہر مسجد میں ان آیات کی دن رات تلاوت کی جاتی ہے، ابواء کی رات آپ کا ہار راستہ میں گر گیا تو اس کی تلاش میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام لوگ اپنی جگہ پر رکے رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور پانی کا نام ونشان نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، ''فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا'' (النساء: ۴۳) خدا کی قسم! آپ یقیناً مبارک خاتون ہیں، آپ کی وجہ سے لوگوں کو رخصت ملی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ باتیں چھوڑ دو، خدا گواہ ہے کہ میں نے آرزو کی کہ میں بالکل بھلا دی جاؤں۔

آیت مبارکہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ﴾ (۲۷)

شان نزول

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں بسا اوقات ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ اس حالت میں مجھے کوئی دیکھے، نہ

والد اور نہ کوئی اولاد، لیکن گھر کے آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی اندر آجاتا ہے، کبھی میرے والد آجاتے ہیں اور میں اس حالت میں ہوتی ہوں میں کیا کروں؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! شام کے راستوں میں مکانات اور سرائے بنے ہوئے ہیں مگر ان میں کوئی رہتا نہیں ہے، وہاں کس سے داخل ہونے کی اجازت طلب کریں؟ اس پر یہ آیت اتری: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ" الآیۃ.

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمٰنُكُمْ﴾ (۳۳)

شانِ نزول

یہ آیت حویطب بن عبدالعزی کے غلام صبیح کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے اپنے آقا سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کو مکاتب بنا دیں مگر انہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کر دی، پھر حویطب نے ان کو سو دیناروں پر مکاتب بنا دیا، اور ان میں سے بیس دینار ان کو ہبہ کر دیئے اور وہ حنین کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ﴾ (۳۳)

شانِ نزول

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اپنی باندی سے کہتا تھا کہ جاؤ اور بدکاری کر کے کچھ کما کر لاؤ، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن ابی کریب)

حضرت عمر بن ثابت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول کی باندی معاذہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے

کہ معاذہ، عبداللہ بن ابی کی باندی تھی اور مسلمان تھی، وہ اس کو زنا پر مجبور کرتا تھا، اس پر مذکورہ آیت اتری۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی ایک باندی تھی جس کا نام ''مُسَیکہ'' تھا۔ عبداللہ بن ابی اس کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کی دو باندیوں، معاذہ اور مسیکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق ان دونوں کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور اس کے ذریعہ ان دونوں سے مقرر کردہ ٹیکس وصول کرتا تھا، لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی باندیوں کو اسی طرح کرایہ پر دیا کرتے تھے، جب اسلام آیا تو معاذہ نے مُسَیکہ سے کہا کہ جو کام ہم کرتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں اگر یہ کام اچھا ہے تو ہم یہ کام بہت کر چکے ہیں اور اگر برا ہے تو اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی (منافق) کی چھ باندیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی ان سے زنا کی کمائی کروا کر اجرت لیتا تھا، ان باندیوں کے نام یہ ہیں: معاذہ، مُسَیکہ، امیمہ، عمرہ، اروی اور قتیلہ۔ ایک دن ان میں سے ایک باندی ایک دینار کما کر لائی اور دوسری اس سے کم لے کر آئی تو عبداللہ بن ابی (منافق) نے کہا کہ جاؤ اور بدکاری کرو۔ ان دونوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم یہ کام نہیں کریں گی۔ اب اسلام آگیا ہے اور اس نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے، پھر وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس کی شکایت کی تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدر کے روز قریش کا ایک آدمی گرفتار ہو کر عبداللہ بن ابی منافق کے پاس لایا گیا، عبداللہ بن ابی کی ایک باندی تھی جس کا نام معاذہ تھا، وہ قریشی قیدی اس (معاذہ) کو بدکاری کیلئے ورغلاتا تھا لیکن وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے انکار کرتی تھیں، ابن ابی منافق اس کو اس کام پر مجبور کرتا تھا اور اس پر اس کو مارتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ جن عورتوں کو بدکاری پر مجبور کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمانے والا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۴۸)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت اوراس کے بعد والی آیت بشر نامی منافق اوراس کے مدمقابل ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا، یہودی آدمی اس منافق کوحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کروانے کیلئے کھینچتا تھا اور وہ منافق اس کوکعب بن اشرف کے پاس لیجانا چاہتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پرظلم کرتے ہیں۔ یہ واقعہ اس آیت کریمہ: ''يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ'' (النساء: ٦٠) کے تحت گزر چکا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (۵۵)

شانِ نزول

حضرت ربیع بن انس رحمتہ اللہ علیہ ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مکہ مکرمہ میں دس سال کا عرصہ خوف وخطرہ کی حالت میں گزارا، لوگوں کوعلانیہ اورخفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے، پھر ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا تو مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدینہ میں بھی خوف وخطرہ کا عالم رہتا، صبح بھی اسلحہ وہتھیار میں گزرتی اور شام بھی ہتھیار میں گزرتی۔ ایسے میں ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی دن امن وامان میں نہیں گزرتا کہ ہم اس میں اپنا اسلحہ اتار دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم ایسی حالت میں صرف تھوڑا عرصہ رہو گے پھر ہر آدمی بڑی جماعت میں خیمہ زن ہو کر اس طرح بیٹھے گا کہ کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوگا'' پھر مذکورہ آیت

نازل ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جزیرہ عرب پر پوری طرح غلبہ عطا فرمایا، مسلمان غیر مسلح ہو کر چین کی زندگی بسر کرنے لگے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت میں سکون و اطمینان سے رہنے لگے، اس کے بعد مختلف فتنوں میں مبتلا ہوئے اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کا کفران کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دشمن کا رعب اور خوف مسلط کر دیا، جب انہوں نے خود کو تبدیل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی حالات کو بدل دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ہجرت کر کے مدینہ آئے اور انصار نے ان کو بسایا تو عرب کے لوگ ان کو تکالیف پہنچانے لگے، چہار سو خطرہ ہی خطرہ نظر آتا، بغیر اسلحہ کے نہ صبح ہوتی اور نہ رات گزرتی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کہنے لگے کہ کاش ایسا وقت آئے کہ ہم چین سے زندگی گزاریں، ہمیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف اور ڈر نہ ہو، اس پر مذکورہ تمام آیات نازل ہوئیں۔(رواہ الحاکم فی صحیحہ عن محمد بن صالح)

آیت مبارکہ

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ﴾ (۵۸)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک انصاری غلام کو دو پہر کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کیلئے بھیجا، غلام، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اندر ایسی حالت میں داخل ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی حالت میں دیکھنا اس کو ناگوار ہوا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اجازت لے کر گھر میں داخل ہونے کا حکم دیں تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسماء بنت مرشد کے بارے

میں نازل ہوئی۔ ان کا ایک بڑی عمر کا غلام تھا، ایک دن وہ غلام ان کے پاس ایسے وقت آیا جس وقت میں آنا ان کو ناگوار گزرا تو وہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے خادم اور غلام کبھی نامناسب وقت میں آ جاتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ﴾ (۶۱)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نزل ہوئی: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْآ اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (النساء: ۲۹) تو مسلمانوں نے بیماروں، معذوروں اور اپاہجوں کے ہاں کھانا تناول کرنے سے اجتناب کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ کھانا تو سب سے افضل اور اعلیٰ مال ہے اور اللہ تعالیٰ نے ناجائز طریقہ سے مال کھانے سے منع کیا ہے اس لئے ہم ان کے کھانے میں شریک نہیں ہوں گے، اندھے کو تو نظر نہ آئے گا کہ کس جگہ عمدہ کھانا موجود ہے اور بیمار اپنے کھانے کا پورا حق حاصل نہیں کر سکتا، اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ اور امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپاہج اور نابینا لوگ، تندرست لوگوں کے ہاں کھانا کھانے سے سخت احتیاط برتتے تھے، اور تنگی محسوس کرتے تھے اور نابینا، لنگڑا اور بیمار شخص اہل مدینہ کے کھانے میں شریک ہونے سے کراہت کرتا تھا اس پر یہ آیت اتری۔

امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب بیماروں اور اپاہج قسم کے لوگوں کو اجازت دینا ہے کہ تم ان مذکورہ گھروں (آیت میں جن حضرات کے گھروں کا ذکر کیا گیا ہے) سے کھانا کھا سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض صحابہ جب دیکھتے کہ ان کے پاس کھلانے کو کچھ نہیں ہے تو وہ ان کو اپنے ماں باپ کے گھروں میں

لے جاتے۔ دوسری طرف اپاہج اور معذور لوگ بھی ایسا کھانا کھانے سے احتیاط کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم تو اس کھانے کے مالک نہیں ہیں، یہ ہمیں خواہ مخواہ دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد میں نکلتے تو اپنے گھروں کی چابیاں بیماروں، اندھوں اور اپاہج لوگوں کے پاس یا اپنے دوسرے رشتہ داروں کے پاس رکھوا دیتے اور ان کو کہہ جاتے کہ گھر میں جو کچھ بھی ہے ضرورت پیش آنے پر استعمال کر لینا اور کھا لینا، مگر وہ معذور لوگ ان کے گھروں سے کچھ کھانا پسند نہیں کرتے تھے، سخت احتیاط برتتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ان کے دل اس پر خوش نہ ہوں، اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ (۶۱)

شانِ نزول

حضرت قتادہ اور حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کنانہ کی ایک شاخ، بنولیث بن عمرو، کے متعلق نازل ہوئی، وہ لوگ اس بات کو گناہ خیال کرتے تھے کہ کوئی شخص اکیلا بیٹھ کر کھانا کھائے، بسا اوقات کھانا سامنے رکھا رہتا اور سارا دن گزر جاتا تب بھی اکیلے نہ کھاتے، اگر شام کے بعد بھی کوئی نہ آتا تو (مجبوری میں) اکیلے کھا لیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کی ایک قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کا حال یہ تھا کہ اگر ان کے ہاں کوئی مہمان آتا تو اپنے مہمان کے ساتھ ہی کھانا کھاتے، اس آیت میں ان کو اجازت دی گئی ہے کہ چاہے تو جماعت کی شکل میں مل کر کھاؤ یا الگ الگ ہو کر کھاؤ، دونوں طرح جائز ہے۔

﴿سورۃ الفرقان﴾

آیت مبارکہ

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ﴾ (۱۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ اس پیغمبر کو دیکھو، کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر سخت رنج و صدمہ ہوا۔ جبریل علیہ السلام تسلی دینے کیلئے آئے اور کہا، السلام علیک یا رسول اللّٰہ! یعنی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلامتی ہو، رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ "وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ" (۲۰) مطلب یہ ہے کہ آپ سے پہلے پیغمبر بھی دنیا میں تلاشِ معاش میں ادھر ادھر پھرتے تھے۔ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ دریں اثناء کہ جبریل علیہ السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہم محوِ گفتگو تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام پگھل کر ہدرہ کی مانند ہو گئے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! ہدرہ سے کیا مراد ہے، فرمایا کہ مسور کی دال (کے برابر) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے، پوچھا کہ یہ آپ کی حالت کیونکر ہوئی کہ پگھل کر ہدرہ کی مانند ہو گئے؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، میں ڈر گیا کہ کہیں آپ کی یہ قوم آپ پر فقر و فاقہ کا الزام اور طعنہ دے کر عذاب خداوندی میں گرفتار نہ ہو جائے، اس پر دونوں رونے لگے، جب جبریل علیہ السلام اپنی حالت میں واپس آئے تو فرمایا کہ، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خوشخبری ہو! یہ جنت کے داروغہ "رضوان" آپ کے پروردگار کی رضاء لے کر آپ کے پاس آئے ہیں، پھر رضوان حاضر ہوئے اور سلام کیا،

پھر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رب العزت آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، اس وقت ان کے پاس جگمگاتے نور کی ٹوکری تھی نیز کہا کہ آپ کے رب فرماتے ہیں کہ یہ ہیں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں، یہ لیجئے، آخرت میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کیلئے جو اجر و مقام رکھا ہے اس میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب نظروں سے دیکھا تو جبریل علیہ السلام نے زمین پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کیلئے تواضع اختیار کیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "اے رضوان! مجھے دنیا کے خزانوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے فقر زیادہ پسند ہے۔ میں خدا کا صابر و شاکر بندہ بننا پسند کرتا ہوں اور رضوان علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درست انتخاب کیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی درست بات کی طرف رہنمائی فرمائی۔ پھر آسمان سے ندا آئی، جبریل علیہ السلام نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش تک آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو حکم دیا کہ سبز زمرد کے بنے ہوئے بالا خانہ سے کھجوروں کے گچھے کی ایک شاخ ان پر لٹکا دو، جس بالا خانہ کے ستر ہزار دروازے ہیں جو سرخ یاقوت کے بنے ہوئے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نگاہ مبارک اٹھایئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نگاہ اٹھائی تو انبیاء کرام علیہ السلام کی منازل اور ان کے غرفات (بالا خانے) نظر آئے، پھر دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزل ان انبیاء کی منازل سے اوپر ہے پھر ایک منادی نے ندا لگائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ راضی ہو گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں راضی ہو گیا، دنیا میں جو کچھ تم مجھے دینا چاہتے ہو اس کو قیامت کے دن کی شفاعت کے لئے اپنے پاس ذخیرہ کرلو۔ علماء کا خیال یہ ہے کہ رضوان علیہ السلام اس آیت مذکورہ کو لے کر نازل ہوئے ہیں۔

آیت مبارکہ

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾ (۲۷)

شانِ نزول

حضرت عطاء الخراسانی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے بموجب حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابی بن خلف، حضور علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی باتیں سنا کرتا تھا مگر آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتا تھا، عقبہ بن ابی معیط نے اس کو ڈانٹا، اس پر یہ آیت اتری۔

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقبہ، امیہ بن خلف کا دیرینہ دوست تھا، عقبہ نے اسلام قبول کیا امیہ نے اسے کہا کہ اگر تو نے محمد (ﷺ) کی اتباع کی تو میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ امیہ کی یہ بات سن کر عقبہ نے اس کی خوشنودی کیلئے اسلام ترک کر دیا دوبارہ کفر اختیار کر لیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ عقبہ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آتا تو کھانا تیار کرتا اور قوم کے معززین کو مدعو کرتا، عقبہ مجلس نبوی ﷺ میں بکثرت بیٹھا کرتا تھا، ایک دن عقبہ سفر سے واپس آیا تو معمول کے مطابق کھانا پکایا اور لوگوں کو بھی اس پر مدعو کیا اور سرکار دو عالم ﷺ کو بھی کھانے کی دعوت دی، جب کھانا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تو گواہی نہ دے دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، عقبہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، پھر آپ ﷺ نے اس کا کھانا تناول فرمایا۔

ابی بن خلف اس وقت موجود نہ تھا، جب اس کو خبر ملی تو اس نے عقبہ سے کہا کہ اے عقبہ! کیا تو بے دین ہو گیا ہے؟ عقبہ نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں بے دین نہیں ہوا، ہاں البتہ ایک شخص میرے ہاں آیا تھا، اس نے کھانا کھانے سے انکار کیا اور شرط لگائی کہ توحید و رسالت کی گواہی دو گے تو میں کھانا کھاؤں گا۔ مجھے حیا آئی کہ کہیں وہ کھانا کھائے بغیر میرے گھر سے نہ چلا جائے، اس لئے میں نے گواہی دیدی اور اس نے کھانا کھالیا، ابی نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی بھی راضی اور خوش نہیں ہوں گا جب تک کہ تو اس کے پاس جا کر اس کے چہرے پر تھوک نہیں دیتا اور اس کی گردن کو روند نہیں دیتا (نعوذ باللہ)،

چنانچہ عقبہ نے ایسا ہی کیا، اس نے ایک جانور کا رحم لیا اور اس کو حضور ﷺ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ مکہ سے نکلتے وقت جب تیرا سامنا ہوگا تو میں تلوار کے ساتھ تیرے سر کو اُڑاؤں گا، چنانچہ عقبہ کو بدر کے دن باندھ کر قتل کیا گیا۔ اور ابی بن خلف بھی جنگ بدر میں مقابلہ کے دوران حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق آیت ہذا نازل فرمائی۔

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عقبہ نے جناب کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر تھوکا تو اس کا تھوک واپس اس کے اپنے چہرے پر آ گرا اور شعلہ بن کر اس کے رخسار کو جلا دیا اور تا مرگ اس کا نشان اس پر موجود رہا۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ﴾ (٦٨)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ مشرکین نے قتل کا بازار گرم کر دیا اور بکثرت جرمِ زنا کے بھی مرتکب ہوئے اور پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ جو بات آپ ﷺ کہتے ہیں اور جس چیز کی آپ ﷺ دعوت دے رہے ہیں وہ ہے تو بہت اچھی مگر آپ ﷺ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جو ہمارے گناہوں کیلئے کفارہ کا باعث ہو، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی (رواہ مسلم) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور دو عالم ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا کہ ''تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جب کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا کہ ''تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی'' میں نے عرض کیا کہ پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا کہ ''تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق و تائید میں مندرجہ بالا

آیت کریمہ نازل فرمائی''۔(رواہ البخاری ومسلم عن عثمان بن ابی شیبہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وحشی بن حرب[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پناہ لینے کیلئے آیا ہوں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پناہ دے دیجئے تا کہ میں اللہ کا کلام سنوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے پناہ کی حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا لیکن جب تو پناہ حاصل کرنے آ ہی گیا ہے تو میں تجھے اپنی پناہ میں دیتا ہوں تا کہ تو اللہ کا کلام سن لے۔'' پھر اس نے کہا کہ میں نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک بھی کیا ہے، ناجائز طور پر جانیں بھی قتل کی ہیں اور زنا کا جرم بھی کیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی اس کے سامنے تلاوت فرمائی، تو اس نے کہا کہ میں مشروط طور پر مسلمان ہوتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ میں نیک اعمال نہ کر پاؤں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں حتیٰ کہ اللہ کا کلام سنوں۔ پھر سورۃ النساء کی یہ آیت (۴۸) نازل ہوئی: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس نے کہا کہ شاید کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آؤں اور اللہ کا کلام سنوں، اس پر یہ آیت اتری: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' (الزمر: ۵۳) پھر وہ کہنے لگا کہ ہاں اب میں کوئی شرط نہیں لگاتا، چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے۔

---

[1] نام وحشی بن حرب الحبشی ہے اور کنیت ابودسمہ ہے، آپ مکہ کے سیاہ فام لوگوں میں سے ہیں، طعیمہ بن عدی، یا جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حمزہ بن عبدالمطلب کو غزوہ احد میں شہید کرنے والے ہیں، یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں شریک تھے، آپ کہا کرتے تھے کہ میں زمانہ جاہلیت میں خیر الناس اور زمانہ اسلام میں شر الناس تھا۔

﴿سورۃ القصص﴾

آیت مبارکہ

﴿اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (۵۶)

شانِ نزول

حضرت سعید بن المسیب رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول کریم ﷺ تشریف لائے، اس وقت ابو طالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا! لا الہ الا اللّٰہ پڑھ لو، میں اس کلمہ کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں تیرے حق میں بحث کروں گا'' ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب! کیا تو عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرے گا؟ رسول پاک ﷺ ابو طالب پر کلمہ توحید برابر پیش کرتے رہے اور اسے کلمہ پڑھانے کی خوب کوشش کرتے رہے مگر ابو طالب نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ ''میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، انہوں نے لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''خدا کی قسم! میں تیرے لئے ضرور مغفرت کی دعا کروں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔'' اس پر یہ آیت اتری، ''مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى'' (التوبة: ۱۱۳) اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت اتری: ''اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ'' (رواه البخاری عن ابی الیمان و رواه مسلم عن حرملة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ ''کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لو، میں اس کلمہ کی وجہ سے قیامت کے دن تیرے حق میں گواہی دوں گا۔'' ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے قریش کی عورتوں کے اس طعن کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گی کہ ابو طالب کو گھبراہٹ نے کلمہ توحید پڑھنے پر اکسایا ہے تو میں تیری آنکھیں

ضرور ٹھنڈی کر دیتا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن محمد بن حاتم)

ابو اسحاق الزجاج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ (۵۷)

شانِ نزول

یہ آیت، حرث بن عثمان بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی' وجہ یہ ہوئی کہ حرث بن عثمان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کی بات حق اور سچی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی سے ہمیں یہ امر مانع ہے کہ کہیں عرب کے لوگ ہمیں ہماری زمین سے اچک نہ لیں کیوں کہ وہ ہمارے خلاف متفق ہیں اور ہم ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے، اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ﴾ (۶۱)

شانِ نزول

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام سدّی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید بن المغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، بعض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ (۶۸)

شانِ نزول

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت، ولید بن المغیرہ کی بات کے جواب میں نازل ہوئی، جب اس نے اللہ تعالیٰ کی خبروں کے متعلق کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور اپنی پسند سے پیغمبروں کو مبعوث نہیں کرتے۔

﴿سورۃ العنکبوت﴾

آیت مبارکہ

﴿الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ﴾ (۱، ۲)

شانِ نزول

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ مسلمان مکہ معظّمہ میں رہ گئے تھے، مدینہ منورہ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو لکھا کہ جب تک تم مکہ سے ہجرت کر کے نہ آؤ گے تمہارا زبانی اقرار اسلام قبول نہیں ہوگا، یہ پیغام ملتے ہی مکہ کے مسلمان عازم مدینہ ہو کر گھروں سے نکلے، مشرکین نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو اذیتیں دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، پھر جب مدینہ کے مسلمانوں نے ان کو پیغام بھیجا کہ تمہارے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں تو وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور نکلیں گے، اگر راستہ میں کسی سے مقابلہ ہوا تو ہم اس سے قتال کریں گے، چنانچہ وہ نکلے تو مشرکین نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے قتل و قتال کیا، جس کے نتیجہ میں کچھ مسلمان تو شہید ہوئے، اور کچھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا فُتِنُوْا" (النحل: ۱۱۰)

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر بن الخطابؓ کے آزاد کردہ غلام مہجع [1] کے بارے میں نازل ہوئی جو پہلے مسلمان صحابی ہیں جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے، عمرو بن الحضرمی نے تیر مار کر ان کو شہید کیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] مہجع پہلے مسلمان ہیں، جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے، آپ میدان کارزار میں تھے کہ کہیں سے اندھا

فرمایا کہ ''مھجع، سید الشہداء ہیں، وہ امت کے پہلے شخص ہوں گے جو جنت کے دروازے کی طرف بلائے جائیں گے'' مھجع کی شہادت پر ان کے والدین اور بیوی نے جب اظہار غم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے معاملہ میں وہ بلاء ومشقت میں ضرور مبتلا ہوں گے۔

آیت مبارکہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ (۸)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کی والدہ، جمیلہ، نے ان سے کہا کہ اے سعد! مجھے پتہ چلا ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے، خدا کی قسم! جب تک کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا اور اپنے سابقہ دین میں واپس نہیں آئے گا میں نہ کھاؤں گی اور نہ ہی گھر کی چھت کا سایہ لوں گی، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اولاد میں سب سے پیارے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے والدہ کی بات نہ مانی، تین دن گزر گئے، ان کی والدہ نے نہ کچھ کھایا پیا اور نہ سایہ حاصل کیا حتیٰ کہ موت کا اندیشہ ہونے لگا، ایک دن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والدہ کا شکوہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اور سورۂ لقمان اور سورۂ احقاف والی آیت نازل فرمائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارہ نازل ہوئی ہے، حضرت سعدؓ کی والدہ نے قسم کھائی کہ جب تک کہ سعد اپنے دین کا انکار نہیں کرے گا وہ کبھی بھی بات

تیر آلگا اور جاں بحق ہو گئے۔ آپ کا تعلق یمن سے تھا، اسد الغابۃ (۵۱۴/۴) میں ہے کہ یہ آیت کریمہ: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' (الانعام: ۵۲) مھجع اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کے نام یہ ہیں، بلال، صہیب، خباب، عمار، عتبہ بن غزوان اوس اور عامر بن فہیرہ۔

نہیں کریں گی اور نہ کھائے گی اور نہ پیئے گی، تین دن گزر گئے حتیٰ کہ مشقت کی وجہ سے موت کا اندشہ ہوگیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن ابی خیثمة)

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ﴾ (۸)

شانِ نزول

حضرت سعد بن مالک فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کا فرماں بردار بیٹا تھا، جب میں مسلمان ہوگیا تو میری والدہ کہنے لگیں کہ اے سعد! یہ کونسا نیا دین تو نے اختیار کرلیا ہے؟ اس دین کو چھوڑ و ورنہ میں مرجاؤں گی، مگر کچھ کھاؤں گی نہیں اور نہ پیئوں گی، لوگ تجھے طعنہ دیں گے کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے، میں نے اپنی ماں سے کہا کہ ایسا نہ کرو، میں تو اپنا دین کسی صورت میں نہیں چھوڑوں گا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بھوک و پیاس کی حالت میں ایک دن گزرا تو والدہ کو تکلیف پہنچی، پھر دوسرا دن بھی بھوک و پیاس میں گزرا تو تکلیف ومشقت میں اضافہ ہوگیا، جب میں نے ان کی حالت کو دیکھا تو میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اے اماں! خدا کی قسم! خوب جان لے، اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ہر جان ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی میں اپنا دین کسی صورت میں نہیں چھوڑوں گا، جی چاہتا ہے تو کھالے اور اگر نہیں چاہتا تو نہ کھا، جب والدہ نے صورت حال دیکھی تو کھانے لگی۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ (۱۰)

شانِ نزول

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو محض زبانی ایمان لائے تھے، جب کسی ابتلاء اور مصیبت سے دوچار ہوتے تو

فتنہ میں پڑ جاتے۔ امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ اذیت میں مبتلا ہوتے تو دوبارہ شرک اختیار کر لیتے۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ان مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو مشرکین نے دین سے برگشتہ کر کے مرتد بنا دیا تھا اور جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ" (النساء: ۹۷)

آیت مبارکہ

﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ (۶۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نکلے یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے کسی باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں کھجوریں اٹھا اٹھا کر کھانے لگے، پھر فرمایا کہ "اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم کیوں نہیں کھاتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس کی خواہش نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو اس کی خواہش ہے، آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کھانے کی کوئی چیز نہیں چکھی اور اگر میں چاہتا تو اپنے رب سے مانگتا اور وہ مجھے قیصر و کسریٰ جیسی بادشاہت عطا کر دیتا، اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب ایسے لوگوں میں زندگی بسر کرے گا جو سال بھر کا غلہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا ایمان و یقین کمزور ہوگا" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم اپنی جگہ پر ہی بیٹھے تھے کہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ روم﴾

آیت مبارکہ

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ (۱، ۲)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ کسریٰ نے ایک مرتبہ روم کی جانب ایک لشکر روانہ کیا اور اس لشکر کا سردار شہریران کو بنایا، شہریران اہل فارس کو لے کر روم پہنچا اور ان لوگوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آیا، اس نے رومیوں کو قتل کیا ان کے شہر اجاڑ دیئے اور ان کے باغات برباد کر دیئے، قیصر نے یحنس نامی ایک آدمی کو بھیجا تھا جس کا اذرعات اور بصری جو کہ عرب کی زمین کی طرف شام کے قریب واقع ہیں، شہریران کے ساتھ مقابلہ ہوا جس میں اہل فارس، رومیوں پر غالب آ گئے۔ یہ خبر مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کو پہنچی تو وہ ناخوش ہوئے اور یہ خبر ان پر گراں گزری کیوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو پسند نہ فرماتے تھے کہ رومی مجوسی لوگ، رومی اہل کتاب پر غلبہ پائیں، فارسویں کی اس فتح پر کفار مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو طعنے دیئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں اور ہم امی ہیں اور ہمارے فارسی بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح اگر تم نے بھی ہمارے ساتھ جنگ کی تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے، اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی لڑائی تھی تو رومی، فارسیوں پر غالب آئے جس سے مسلمانوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔

﴿سورۃ لقمان﴾

آیت مبارکہ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ (٦)

شانِ نزول

حضرت مقاتلؒ اور امام کلبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی وہ تاجر بن کر فارس جاتا تھا اور وہاں سے عجمیوں کے قصے کہانیاں خرید کر مکہ

میں آ کر قریش کو سنایا کرتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تم کو قوم عاد و ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم، اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگ ان قصوں سے لطف اندوز ہوتے اور قرآن کو نہ سنتے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مغنّی اور مغنّیہ کے خریدنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''گانے والیوں کی خرید و فروخت ان کو تعلیم دینا حلال نہیں ہے اور ان کی کمائی حرام ہے'' آیت مذکورہ بھی اسی قسم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جو شخص بھی گانا گاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان مسلط کر دیتا ہے ایک شیطان ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر ہوتا ہے اور وہ دونوں اس کو ٹانگیں مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خاموش نہیں ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک لونڈی خریدی تھی کہ وہ دن رات اس کے لئے گانا گائے۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ﴾ (۱۵)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ سورۃ العنکبوت کے تحت اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ﴾ (۱۵)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

حضرت عطاءؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ قصہ یہ ہوا کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا آپ ایمان لے آئے اور کیا آپ نے حضور اقدس ﷺ کی تصدیق کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں، چنانچہ وہ تمام حضرات، بار گاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ ایمان ہوئے اور حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے مذکورہ آیت اتاری کہ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کریں۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ﴾ (۲۷)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہود نے رسول کریم ﷺ سے روح سے متعلق دریافت کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی: "وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ"

۱۔ آپ کا نام سعید بن زید بن عمر بن نفل بن العزی بن ریاح القرشی العدوی ہے، آپ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں، آپ حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے بعض کہتے ہیں کہ آپ بدر کی لڑائی میں شریک تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ شریک نہیں تھے، آنحضور ﷺ نے ان کو اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو خبریں معلوم کرنے کے لئے شام کے راستہ پر مقرر کیا تھا، البتہ آپ بعد کے غزوات میں سربکف رہے، آپ عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں، ۵۰ھ یا ۵۱ھ کو وفات پائی، اسد الغابۃ ۲/۲۳۵۔

۲۔ آپ کا نام طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ القرشی التیمی ہے۔

(الاسراء: ۸۵) پھر جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو علماء یہود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! ہمیں آپ کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ:

﴿وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً﴾

"یعنی تم لوگوں کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

اس سے ہم لوگ مراد ہیں یا آپ کی قوم؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب مراد ہیں" انہوں نے کہا کہ کیا آپ وہ آیت تلاوت نہیں کرتے جس میں یہ ہے کہ ہمیں تورات دی گئی ہے جس میں ہر چیز کا علم موجود ہے؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں سب کچھ قلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں صرف اتنا علم دیا ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہیں فائدہ حاصل ہو" اس پر وہ کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! یہ آپ کیسے کہتے ہیں، حالانکہ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (البقرہ: ۲۶۹)

یعنی جو شخص حکمت و دانائی سے نوازا گیا وہ خیر کثیر سے نوازا گیا، اب یہ دونوں باتیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں؟ ایک موقع پر فرمایا گیا کہ تمہیں علم قلیل دیا گیا ہے اور ایک جگہ فرمایا کہ تم کو خیر کثیر عطا کیا گیا ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (۳۴)

شانِ نزول

یہ آیت حارث بن عمرو بن حارثہ بن محارب بن حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی جو صحرانشین لوگوں میں سے تھے، آپ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قیامت اور اس کے وقت کے متعلق دریافت کیا تھا اور کہا تھا کہ ہماری زمین خشک ہے، بارش کب ہوگی، میری بیوی حاملہ ہے وہ کیا جنے گی؟ نیز مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا

لیکن یہ بتا دیجئے کہ میری موت کس جگہ پر آئے گی؟ اس پر مذکورہ آیت اتری۔

حضرت ایاس بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص اپنی گھوڑی لے کر آیا اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں، اس نے کہا کہ نبی کون ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر۔ اس نے کہا کہ قیا[illegible] آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ یہ غیبی امر ہے اور غیب کی بات کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اس نے کہا کہ بارش کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غیبی امر ہے اور غیب کی بات کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اس نے کہا کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جواب دیا کہ یہ امر غیبی ہے اور غیب کی بات کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اس نے کہا کہ مجھے اپنی تلوار دکھایئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار اس کو دے دی تو اس آدمی نے اس تلوار کو لہرا کر واپس دے دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یاد رکھو تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے'' (راوی) کہتے تھے کہ اس آدمی نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر مذکورہ باتیں پوچھے گا اور پھر ان کی گردن تن سے جدا کر دے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب برپا ہوگی؟ (۲) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ شکم مادر میں کیا ہے؟ (۳) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کس جگہ موت آئے گی؟ (۵) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟ (رواہ البخاری عن محمد بن یوسف)

﴿سورۃ السجدہ﴾

آیت مبارکہ

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (۱٦)

شانِ نزول

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مغرب سے نماز عشا تک نماز پڑھتے تھے اس پر اللہ جل شانہٗ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت ہم جماعتِ انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے ہم لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس نہیں جاتے تھے بلکہ مسجد ہی میں رہتے تھے اور عشاء کی نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ پڑھتے تھے۔ حضرت حسنؒ اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان تہجد گزار لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور اس کی تائید ابوبکر محمد بن عمر الخشابؒ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے گرمی زوروں پر تھی لوگ گرمی کی شدت سے ادھر ادھر بکھر گئے، میں نے اس وقت دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سب سے زیادہ قریب ہیں، چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ایک بڑی بات پوچھی ہے، البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دے تو وہ اس کے لئے آسان بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، رمضان

شریف کے روزے رکھو اور اگر چاہو تو خیر کے دروازے بتا دوں؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ضرور بتا دیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''روزہ ڈھال ہے، روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور رات کے وقت اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھنا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ ''تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ'' تلاوت فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ (۱۸)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید بن عقبہ[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ تیز زبان، تجھ سے زیادہ بہادر اور تجھ سے زیادہ لشکر والا ہوں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جواب دیا کہ چپ رہ، تو فاسق ہے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں مومن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاسق سے ولید بن عقبہ مراد ہے۔

---

[1] نام ولید بن عقبہ بن ابی معیط القرشی الاموی ہے، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، آپ کے بھائی خالد بن عقبہ بھی اسی دن مسلمان ہوئے، ابو عمر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ولید بن عقبہ قبولِ اسلام کے وقت قریب البلوغ تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ کا امیر مقرر کیا، آپ قریش کے زیرک، بہادر اور بردبار لوگوں میں سے تھے، شہادت عثمان کے بعد لڑائیوں سے کنارہ کش رہے، ایک قول میں جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے، رقہ میں وفات اور بلیخ میں دفن ہوئے۔

﴿سورۃ الاحزاب﴾

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ﴾ (۱)

شانِ نزول

یہ آیت ابوسفیان، عکرمہ[۱] بن ابی جہل اور ابولاعور السلمی[۲] کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ حضرات جنگ بدر کے بعد مدینہ آئے اور عبداللہ بن ابی کے ہاں ٹھہرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس شرط پر امان دی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں گے، چنانچہ عبداللہ بن سعد ابی ابی سرح اور طعمہ بن ابیرق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھے وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے معبودوں، لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا ترک کردیں اور یہ کہیں کہ جو ان کی عبادت کرے گا اس کی وہ سفارش بھی کریں گے اور نفع بھی دیں گے ہمیں آپ کی اور آپ کے رب

---

۱ آپ کا نام عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی ہے، فتح مکہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد مسلمان ہوئے، دور جاہلیت میں پیغمبر اسلام سے شدید عداوت رکھتے تھے، آپ مشہور شہسوار تھے، فتح مکہ کے بعد یمن بھاگ نکلے تھے پھر مخلص مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے گلے ملے اور فرمایا: ''مرحباً بالراکب المھاجر'' جنگ اجنادین میں شہید ہوئے، ایک قول میں جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

۲ ان کا نام عمرو بن سفیان ہے، آپ کا شمار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے، ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کو نہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہے اور نہ روایت حدیث کی فضیلت حاصل ہے، بعض کے نزدیک حنین میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے پھر مسلمان ہوئے، پھر آپ حضرت معاویہؓ کے خواص اور ان کے اصحاب میں سے ہوگئے۔ صفین میں ان کے ساتھ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنوت میں ان کے خلاف دعا کیا کرتے تھے۔

کی کوئی پرواہ نہیں ہے ان کی یہ باتیں حضور ﷺ کی طبیعت پر شاق گزریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کو قتل کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کو امان دے چکا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان کو خدا کی لعنت اور غضب کے ساتھ نکال دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو مدینہ سے نکال دیا جائے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ (۴)

شانِ نزول

یہ آیت جمیل بن معمر الفہری[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ بڑے ذہین آدمی تھے جو سنتے ذہن پر نقش ہو جاتا تھا۔ قریش نے کہا کہ یہ شخص دو دل رکھتا ہے اسی لئے اس کو ہر بات یاد ہو جاتی ہے اور وہ کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں اور میں دونوں سے سمجھتا ہوں، میری عقل، محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی عقل سے افضل ہے، جب میدان بدر میں مشرکین شکست فاش سے دوچار ہوئے اور ان دنوں مشرکین میں جمیل بن معمر بھی تھے، ابوسفیان نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے ایک جوتا اپنے ہاتھ میں اور دوسرا پاؤں میں ڈالا ہوا ہے، ابوسفیان نے پوچھا کہ اے ابومعمر! لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ وہ شکست کھا گئے ہیں، پھر ابوسفیان نے کہا کہ یہ تیرا کیا حال ہے کہ تو نے ایک جوتا اپنے ہاتھ میں اور دوسرا جوتا پاؤں میں ڈالا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جوتے میرے پاؤں میں ہیں اس دن لوگوں کو یقین آگیا کہ اگر اس کے دو دل ہوتے تو ایسی بھول نہ کرتا کہ ایک جوتا اپنے ہاتھ میں ڈالتا۔

---

[1] نام جمیل بن معمر بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح القرشی الجمعی ہے، یہ ہر راز کو افشاء کر دیا کرتے تھے۔ ان کا لقب ذوالقلبین تھا، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، اس وقت بوڑھے تھے، حضور علیہ السلام کے ہمراہ غزوہ حنین میں شریک تھے۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ (۴)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور نزول حکم سے پہلے اپنا لے پالک بنایا تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا[۱] سے نکاح فرمایا جو پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں تو یہود اور منافقین کہنے لگے محمد علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی بیوی (بہو) سے شادی کر لی، اور دوسروں کو اس سے منع کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد پکارتے تھے جب تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل نہیں ہوگئی، "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" (رواہ البخاری عن معلی بن اسد)

آیت مبارکہ

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (۲۳)

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر

---

[۱] آپ زینب بنت جحش ہیں، آنحضور علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور عبداللہ بن جحش کی بہن، آپ قدیم الاسلام ہیں، نیز مہاجرات میں سے ہیں، اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) زید بن حارثہ کی زوجیت میں تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ہی ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا، اور یہ نکاح ہجرت کے تیسرے سال ہوا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نام پر میرا نام انس رکھا گیا، غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے جس کا انہیں بے حد افسوس تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پہلے معرکہ میں شرکت نصیب نہ ہوئی کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اب اگر جہاد کا موقع آیا تو میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سچائی دکھا دوں گا اور ضرور کوئی کارنامہ انجام دوں گا، جب غزوہ احد کا موقع آیا اور مسلمان میدان چھوڑنے لگے تو آپ نے کہا کہ "اے اللہ! میں اس کام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو کام مشرکین نے کیا اور ان مسلمانوں کے عمل سے آپ کی بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں" پھر تلوار لی اور چل پڑے راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، پوچھا: اے سعد! اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں احد پہاڑ کی اس جانب سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، یہ کہتے ہی آپ میدان میں کود پڑے اور مشرکین سے خوب لڑے اور جام شہادت نوش کیا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے شہداء میں ان کو دیکھا تو نیزے تیر اور تلوار کے اسی سے زیادہ زخم ان کے جسم پر موجود تھے اور مثلہ بنا دیئے گئے تھے کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکا، آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو پہچانا، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن محمد بن حاتم)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت انس بن نضر ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (رواہ البخاری عن بندار)

آیت مبارکہ

﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ (۲۳)

شانِ نزول

یہ آیت کریمہ طلحہ[1] ابن عبید اللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے احد کی لڑائی میں

---

[1] آپ کا نام طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ القرشی ہے، طلحۃ الخیر کے نام سے معروف ہیں۔ نیز طلحۃ الفیاض بھی آپ کا لقب ہے، آپ سابقین اسلام میں سے ہیں، نیز عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اصحاب شوریٰ میں کے ایک فرد ہیں، بدر میں شریک نہ تھے، اس

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ثابت قدمی دکھائی حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ زخمی ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿اللّٰھم اوجب لطلحة الجنّة﴾

''یعنی اے اللہ طلحہ کے لئے جنت کو واجب کردے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ طلحہ کے بارے میں ہمیں بتایا گیا کہ طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھایا، آئندہ ان پر کوئی حساب نہیں ہے۔

نیز عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ ایک دن طلحہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا عہد پورا کر چکے ہیں۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ﴾ (۳۳)

شانِ نزول

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت پانچ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو یہ ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[1]، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین۔

وقت آپ ملک شام میں تھے، باقی تمام غزوات میں شریک رہے، بیعۃ الرضوان میں بھی موجود تھے، جنگ جمل میں مروان بن الحکم کے تیر سے جاں بحق ہوئے،

[1] آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں، مریم بنت عمران کے سوا جہاں بھر کی عورتوں کی سردار ہیں، آپ کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی تھیں، احد کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی ہوئی، بعض کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کے چار ماہ اور پندرہ دن کے بعد شادی ہوئی، شادی کے دن آپ کی عمر پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی پیغمبر علیہ السلام کی نسل مبارک چلی، وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد انتقال ہوا۔ دیکھے اسد الغابة ۶/۲۲۰۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر میں جلوہ افروز تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزیرہ (قیمہ اور آٹا سے تیار کردہ کھانا) کی بھری ہوئی ایک تیلی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بچوں کو بھی بلا لاؤ'' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور اس خزیرہ سے تناول کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بستر پر تھے، یمنی چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی کہ اللہ جل وعلا نے آیت بالا نازل فرمائی، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کو چادر میں ڈھانپ لیا، پھر چادر میں سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا کی کہ ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص لوگ ہیں، پس آپ ان سے ناپاکی دور کر دے اور ان کو خوب پاک کر دے'' میں نے بھی اپنا سر کمرے سے نکالا اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً تم بھی خیر کی طرف ہو، یقیناً تم بھی خیر کی طرف ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ازواجِ نبی علیہ السلام مراد ہیں، وہ لوگ مراد نہیں ہیں جن کی طرف دوسرے حضرات کا گمان گیا ہے، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بازار میں جا کر اس کا اعلان کرتے تھے۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾ (۳۵)

شانِ نزول

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس[1] جب اپنے شوہر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے ہمراہ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج مطہرات کے پاس آکر پوچھنے لگیں کہ کیا ہمارے بارے میں بھی قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، پھر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عورتیں یقیناً خسارے اور نقصان میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیوں؟ کہنے لگیں کہ اس لئے کہ مردوں کی طرح ان کا ذکر خیر نہیں کیا جاتا ہے، اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا تذکرہ فرمایا تو مسلمان عورتیں ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ تمہارا تذکرہ ہوا، ہمارا نہیں ہوا، اگر ہم میں خیر کی کوئی بات ہوتی تو یقیناً ہمارا بھی ذکر خیر ہوتا، اس پر اللہ جل شانہٗ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

آیت مبارکہ

﴿تُرْجِی مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ﴾ (۵۱)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب بعض ازواج مطہرات نے غیرت دکھا کر آنحضرت

---

[1] آپ کا نام اسماء بنت عُمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب ہے، والدہ کا نام ھند بنت عوف بن زھیر ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم الاسلام ہیں، اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ ہجرت حبشہ میں شریک تھیں، حبشہ میں عبداللہ، عون اور محمد نام کے بچے پیدا ہوئے، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا، جہاں محمد نامی لڑکا پیدا ہوا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب نے نکاح کرلیا جن کے ہاں یحییٰ نام کا لڑکا پیدا ہوا۔ دیکھئے: کتاب نسب قریش ۸۱۔ ۱۸۲۔ جمہرۃ أنساب العرب: ۳۶۱، اسد الغابۃ ۶/۱۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی اور زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ تک ان کو چھوڑے رکھا، یہاں تک کہ آیت تخییر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ان کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دیں۔ جو دنیا کو اختیار کرے اس کو چھوڑ دیں اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کرے اسے اپنے پاس رکھیں۔ اس شرط پر کہ وہ مومنوں کی ماں ہوں گی اور ان سے کبھی بھی کوئی دوسرا نکاح نہیں کر سکے گا اور اس شرط پر کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں گے اپنے پاس رکھیں گے اور جس کو چاہیں گے چھوڑ دیں گے، چنانچہ تمام ازواج مطہرات نے برضا و رغبت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کیا، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ برابری کریں یا نہ کریں، چاہے کسی زوجہ مطہرہ کو نان نفقہ، رہن سہن اور برابری میں ترجیح دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا اختیار ہے جو چاہیں کریں، اس بات پر تمام ازواج مطہرات راضی ہوگئیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم کے سلسلہ میں اپنی ازواج مطہرات کے درمیان برابری کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر ازواج مطہرات میں سے کسی کی باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس جانا چاہتے تو جن کی باری ہوتی ان سے اجازت لیتے تھے، حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ایسی صورت میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کہتی تھیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں تو یہ عرض کر دیتی تھی کہ یا رسول اللہ! اگر یہ اجازت آپ مجھ سے لے رہے ہیں تو میں تو اپنی باری کا کسی دوسری پر ایثار نہیں کر سکتی'' (رواہ البخاری عن حیان بن موسی و رواہ مسلم عن شریح بن یونس)

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیتِ تخییر کے نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات کو طلاق کا ڈر ہوا تو کہنے لگیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنے مال اور جان میں سے جو چاہیں ہمارے لئے مقرر فرما دیں اور ہمیں ہمارے حال پر ہی رہنے دیں، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے کہتی تھی کہ کیا عورت کو اس بات سے حیا نہیں آتی کہ وہ اپنی جان ہبہ کر دے، اس پر مذکورہ

آیت نازل ہوئی۔ تو میں نے کہا کہ میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی مراد بلا تاخیر پوری کر دینا چاہتا ہے۔ (رواہ البخاری عن زکریا بن یحییٰ و رواہ مسلم عن ابی کریب)

آیت مبارکہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ﴾ (۵۳)

شانِ نزول

اکثر مفسرین رقم طراز ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا تو رخصتی کے بعد آپ ﷺ نے کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا اور ایک بکری بھی ذبح کی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی خدمت میں حیس (کھجور، پنیر یا ستو اور گھی ملا کر تیار کیا ہوا کھانا) سے بھرا ایک مٹی کا برتن بھیجا اور حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے اصحاب کو کھانے کیلئے بلا لاؤں، لوگ آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے سب کو دعوت دی اب کوئی باقی نہیں رہا۔ جس کو میں بلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، کھانا اٹھالو، کھانا اٹھالیا گیا، سب لوگ چلے گئے مگر تین آدمی گھر میں ہی بیٹھے رہے اور آپس میں باتیں کرتے رہے کافی دیر گزر گئی، اس سے آنحضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، آپ ﷺ حیا کے پیکر تھے، چنانچہ آیت مذکورہ نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ہمارے درمیان پردہ ڈال دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو قوم کو آپ ﷺ نے دعوت ولیمہ دی، کھانا کھانے کے بعد لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے، آنحضور ﷺ نے ایسا کیا گویا آپ ﷺ اٹھنا چاہتے ہیں (تاکہ لوگ سمجھ جائیں اور اٹھ جائیں) لیکن کوئی بھی نہ اٹھا، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ کوئی نہیں اٹھتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے،

جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے، لیکن تین اشخاص اب بھی بیٹھے رہے، آنحضور ﷺ جب باہر سے اندر جانے کیلئے آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ اب بھی بیٹھے ہیں، اس کے بعد وہ لوگ بھی اٹھ گئے تو میں نے حاضر ہو کر حضور کو اطلاع دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے تو آپ ﷺ اندر تشریف لائے، میں نے چاہا کہ اندر جاؤں لیکن آپ ﷺ نے دروازہ کا پردہ گرالیا، اس کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواه البخاری عن محمد ابن عبدالله و رواه مسلم عن یحییٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ کا اپنے کسی حجرے کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں، حضور واپس آکر پھر حجرے میں داخل ہوئے اور میرے سامنے پردہ گرا دیا، پھر میں ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے یہ صورت حال ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ اگر تمہاری بات سچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بارہ ضرور قرآن نازل فرمائیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، اس لئے بہتر تھا کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو پردہ کا حکم دے دیں، اس کے بعد پردہ کی آیت (۵۹) نازل ہوگئی۔

(رواه البخاری عن مسدد)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، ایک دن کسی صحابی کا ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ کو لگ گیا جو اس وقت وہاں موجود تھیں تو آنحضور ﷺ کو برا محسوس ہوا، اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (۵۳)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قریش کے ایک سردار نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کروں گا، اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (۵۶)

شانِ نزول

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں ''سلام'' کا طریقہ تو معلوم ہوگیا ہے کہ آپ ﷺ پر سلام کیسے پیش کریں لیکن ''صلوٰۃ'' (درود) کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے منبر پر بیٹھے مہدی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسے امر کا حکم دیا کہ جس کی ابتداء خود اپنی ذات سے کی پھر فرشتوں سے اس امر کی تعمیل کا ذکر کیا، پھر انہوں نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں تمام پیغمبروں میں سے سرور دو عالم ﷺ کو منتخب فرمایا اور تمام لوگوں میں سے تم کو اس صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مخصوص کیا لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر بجالاؤ۔

(مؤلف فرماتے ہیں کہ) میں نے استاذ ابوعثمان الواعظ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام سہل بن محمد بن سلیمان فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے

محبوب ﷺ کو جو مقام و مرتبہ بخشا کہ میں (خدا تعالیٰ) خود ان پر درود و سلام بھیجتا ہوں، یہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس مقام و مرتبہ سے کہیں بلند و بالا ہے جو ان کو فرشتوں کے سجدہ کرانے سے عطا فرمایا تھا، اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس شرف یابی میں خود خدا تعالیٰ کا شریک ہونا جائز اور درست نہیں ہے، جبکہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نبی علیہ السلام پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں پھر اس کے فرشتے بھی اس عمل میں اس کے ساتھ شریک ہیں، معلوم ہوا کہ درود شریف کا یہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سب شریک ہیں، اس عمل سے زیادہ بلیغ ہے جس میں صرف فرشتے شامل ہیں۔ نیز الصحیح میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ دس بار اس پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔"

آیت مبارکہ

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ﴾ (۴۳)

شانِ نزول

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر بھی آپ کو عطا فرمائی اس میں ہمیں بھی شریک کیا، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا﴾ (۵۸)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انصاری لڑکی کو زیبائش کیا ہوا دیکھا تو اس کو مارا، حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی زیب وزینت بری لگی، وہ لڑکی گھر گئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کر دی، اس کے گھر کے لوگ باہر نکلے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیت دی، اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت اتار دی۔ حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ کچھ منافق لوگ ان کو اذیت پہنچاتے تھے اور رسوا کرتے تھے۔

امام ضحاک رحمتہ اللہ علیہ، سدی رحمتہ اللہ علیہ اور کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان بدکار لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ کی گلیوں میں ان عورتوں کی تلاش میں پھرا کرتے تھے جو رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے گھر سے نکلتی تھیں، جب کسی عورت پر ان کی نظر پڑتی تو اس کو قریب کرتے اور دباتے تھے، اگر عورت خاموش رہتی تو اس کے پیچھے چل پڑتے اور اگر جھڑکتی تو باز آ جاتے اور اس سے دور ہو جاتے اور وہ لوگ صرف لونڈیوں کو ڈھونڈتے تھے، لیکن ان دنوں آزاد عورت اور لونڈی میں فرق معلوم نہیں ہوتا تھا، سب عورتیں چادریں اور دوپٹے اوڑھ کر باہر نکلتی تھیں، چنانچہ ان عورتوں نے اپنے شوہروں سے شکایت کی تو ان کے شوہروں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ (۵۹)

شان نزول

حضرت ابو مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیویاں رات کے وقت اپنی حاجات کیلئے گھر سے نکلتی تھیں اور منافقین ان کو چھیڑتے تھے اور تکلیف پہنچاتے تھے، اس پر یہ آیت اتری، امام سدّی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں گھروں کے اندر تنگی ہوتی تھی اس لئے عورتیں رات کے وقت قضائے حاجت کیلئے نکلتی تھیں اور مدینہ کے

اوباش لوگ اس وقت باہر نکلتے تھے، جب کسی عورت کو دیکھتے کہ اس نے نقاب کیا ہوا ہے تو کہتے کہ یہ آزاد عورت ہے، اس کو کچھ نہ کہتے اور جب بے نقاب عورت کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لونڈی ہے، اس کو ورغلاتے اور چھیڑتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

﴿سورۂ یٰسٓ﴾

آیت مبارکہ

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (۱۲)

شانِ نزول

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ کے لوگ مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے، جب انہوں نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ''تمہارے نشانِ قدم لکھے جاتے ہیں تو تم یہاں کیوں منتقل ہوتے ہو؟''۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ کے لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ ان کے گھر مسجد نبوی سے بہت دور ہیں، اس پر مذکورہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''علیکم منازلکم فانما تکتب آثارکم'' یعنی اپنے گھروں میں ہی رہو، کیونکہ تمہارے نشاناتِ قدم (ثواب میں) لکھے جاتے ہیں۔

آیت مبارکہ

﴿قَالَ مَن يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (۷۸)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ ابی بن خلف، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک بوسیدہ اور پرانی ہڈی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس ہڈی کو گل سڑ جانے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، اور تمہیں بھی دوبارہ پیدا کر کے دوزخ میں ڈالے گا'' اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابو مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابی بن خلف الجمحی، حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور اس کو آنحضور ﷺ کے سامنے توڑ کر کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! کیا اللہ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ بنائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں، اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو بھی دوبارہ پیدا کرے گا اور پھر تجھے بھی زندہ کر کے جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔''

اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿سورۃ ص﴾

آیت مبارکہ

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ............ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾ (۱۔۷)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کے لوگ آئے اور نبی کریم ﷺ بھی تشریف لائے، ابو طالب کے سر کی جانب ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابو جہل کھڑا ہوا تا کہ حضور ﷺ کو اس جگہ پر بیٹھنے سے روکے، جب قریش کے ان لوگوں نے ابو طالب سے آنحضور ﷺ کی شکایت کی تو ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ایک کلمہ پڑھ لیں جس کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے اور عجمی لوگ ان کو جزیہ ادا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف ایک کلمہ کا مطالبہ ہے، ابو طالب نے کہا کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلمہ یہ ہے: لا

الہ الا اللہ"۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ اس نے کئی معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا؟! اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش ناخوش ہوئے اور مسلمان بے حد خوش ہوئے، ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش سے کہا کہ ابو طالب کے پاس چلو، چنانچہ وہ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے شیخ اور ہمارے بڑے ہیں، ان نادانوں کی حرکتیں آپ جانتے ہی ہیں، ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دیں، ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کو بلا لیا جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے! آپ کی قوم آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے، آپ اپنی قوم پر زیادتی نہ کریں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ قوم نے کہا کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا ترک کر دیں، ہم بھی آپ کو اور آپ کے معبود کو ترک کر دیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "کیا تم میری ایک بات مانو گے کہ اس کی وجہ سے تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجمی لوگ تمہیں جزیہ دیں؟ ابو جہل فوراً بولا کہ خدا کی قسم! ہم تمہاری ایسی دسیوں باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کہو "لآالٰہ الا اللہ" یہ فرمانا تھا کہ سب بدک گئے اور کہنے لگے کہ کیا اس نے کی معبودوں کو ایک ہی معبود بنا لیا؟!! بھلا ساری خلق کیلئے ایک معبود کافی ہوگا؟!! اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئیں۔

﴿سورۃ الزمر﴾

آیت مبارکہ

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ (۹)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اتری ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾ (۱۷)

شانِ نزول

حضرت ابن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان تین اشخاص ے بارے میں اتری ہے جو زمانہ جاہلیت میں بھی کہتے تھے کہ لآ الٰــہ الا اللّٰــہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ان کے نام یہ ہیں، زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]، ابوذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آیت مبارکہ

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ o الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ (۱۷۔ ۱۸)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس

---

[1] آپ کا نام ونسب اس طرح ہے، زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح ابن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک القرشی العدوی۔ دیکھئے اسد الغابۃ: ۲/۱۴۳۔

آئے اور ان سے حقیقت حال معلوم کی تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے ایمان واسلام کی خبر دی تو وہ سب بھی ایمان لے آئے، پھر ان کی شان میں مذکورہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ﴾ (۲۲)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابولھب اور اس کی اولاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ''مَنْ شرح اللّٰہ صدرہ'' میں سے ہیں اور ابولہب اور اس کی اولاد ''قَاسِیۃ قُلوبھم من ذکر اللّٰہ'' میں سے ہیں۔

آیت مبارکہ

﴿اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ﴾ (۲۳)

شانِ نزول

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کوئی بات ارشاد فرمائیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ﴾ (۵۳)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ جو شخص بت پرستی کرتا ہے

اور کسی انسان کو قتل کرتا ہے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو، اس کی مغفرت نہیں ہوگی، ہم نے تو خدا کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کی ہے اور ایسے انسان قتل کئے ہیں جن کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے، ایسی صورت میں ہم کیسے ہجرت کریں اور اسلام قبول کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور چند مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مسلمان ہونے کے بعد طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے پھر فتنہ کا شکار ہو گئے اور ہم کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کوئی عبادت قبول نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو مسلمان ہونے کے بعد آزمائش سے دوچار ہوئے تو اپنے دین کو ہی خیر باد کہہ دیا، اس پر مذکورہ آیات اتریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جانتے تھے، چنانچہ انہوں نے عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور دیگر مسلمانوں کو پیغام نامہ روانہ کیا تو پھر سے وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ہجرت کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ مشرک لوگوں نے بہت سے لوگ قتل کئے تھے اور بہت زیادہ زنا اور بدکاری کے جرم کا ارتکاب کیا تھا، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جس دین کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ یقیناً بہت اچھا ہے لیکن آپ ہمیں یہ بتائیں کہ کیا اس سے ہمارے سابقہ گناہ دھل جائیں گے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابراھیم بن موسی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ہجرت کیلئے جمع ہوئے تو ہم لوگوں میں عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص بھی تھے، ہم نے بنوغفار کے میقات کی جگہ طے کر لی اور کہا کہ جو یہاں رہ جائے تو اس کے صاحب کو مدینہ چلے آنا چاہئے، اس کے انتظار میں نہ بیٹھے، ہشام بن العاص مکہ میں محبوس ہو گئے، ان کو کفار کی طرف سے تکلیفیں پہنچیں تو وہ برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے دین سے برگشتہ ہو گئے، ہم مدینہ پہنچے تو سب یہی بات کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول نہ فرمائیں گے، کیوں کہ انہوں

نے خدا و رسول ﷺ کو پہچان لینے کے بعد دنیا کی آزمائش کی وجہ سے دین کو چھوڑا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے "اَلَيۡسَ فِيۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ" تک آیات نازل فرمائیں تو میں نے اپنے ہاتھ سے پیغام لکھ کر ہشام بن العاص کو بھیجا تو ہشام نے کہا کہ میں اس وقت مقام ذی طوی (مکہ کے قریب ایک جگہ) میں تھا میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس آیت کا صحیح فہم عطا فرما، چنانچہ میں پہچان گیا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر میں واپس آیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ سے جاملا۔

نیز مروی ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے قاتل، وحشی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سورۃ الفرقان کے آخر میں اس کا ذکر آ گیا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ﴾ (٦٧)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کتابی شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم! جب اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو انگلی پر اور ساری زمینوں کو ایک انگلی پر اور تمام درختوں کو انگلی پر اور دوسری مخلوقات کو اس انگلی پر رکھ لے گا تو پھر کیا کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ اتنے مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مخلوق کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ طرز تخاطب اختیار کیا ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی ایک انگلی سے کسی چیز کو اٹھاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ زمین اور اس میں موجود تمام درختوں اور مخلوقات کو اٹھانے پر قادر ہے، جیسا کہ اس آیت میں بھی ارشاد فرمایا ہے: "وَالۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ" یعنی ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن۔

﴿سورۃ حٰمٓ السجدہ﴾

آیت مبارکہ

﴿وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ﴾ (۲۲)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ قریش کے دو افراد تھے اور بیوی کی طرف سے ان کا کوئی ثقفی رشتہ دار یا ثقیف کے دو افراد تھے اور بیوی کی طرف سے ان کا کوئی قریشی رشتہ دار خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ان میں سے کسی نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہوگا؟ ایک نے کہا کہ بعض باتیں سنتا ہے، دوسرے نے کہا کہ اگر بعض باتیں سن سکتا ہے تو سب سنتا ہوگا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن الحمیدی و رواہ مسلم عن ابی عمر)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی آئے جن کے پیٹ تو موٹے تھے جن پر چربی چڑھی ہوی تھی لیکن سمجھ کم تھی، ان میں سے ایک قریشی تھا اور دو بیوی کی طرف سے ان کا کوئی ثقفی رشتہ دار تھا یا ان میں سے ایک قبیلہ ثقیف کا تھا اور باقی دو بیوی کی طرف سے ان کے قریشی رشتہ دار تھے، بہرحال انہوں نے آپس میں کوئی بات کہی، جسے میں نہ سمجھ سکا پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ تمہار کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہوگا؟ ایک نے کہا کہ اگر ہم اونچی آواز میں باتیں کریں تو سن لیتا ہے اور آہستہ آواز میں کریں تو نہیں سنتا، دوسرے نے کہا کہ اگر بعض باتیں سن سکتا ہے تو سب سن سکتا ہے۔ یہ بات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی گئی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (۳۰)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہوا ہے، وجہ یہ ہوئی کہ مشرکین نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، پس انہوں نے استقامت نہیں دکھائی، یہود نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور عزیر علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی نہیں ہیں، پس انہوں نے بھی استقامت نہیں دکھائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، چنانچہ انہوں نے استقامت دکھائی۔

﴿سورۃ الشوریٰ﴾

آیت مبارکہ

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (۲۳)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ شریف لائے تو مختلف مصائب اور حقوق و مسائل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا، آپ تہی دست تھے (بظاہر) فراخی نہیں تھی، انصار آپس میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ہدایت بخشی ہے اور یہ ہمارے بھانجے ہیں، مختلف مصائب و مسائل کا شکار ہیں، سرِ دست کچھ نہیں ہے، ان کے لئے مال جمع کرو، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت کے لئے مال وغیرہ جمع کیا، پھر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے بھانجے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ

کے ہاتھوں ہمیں ہدایت بخشی، آپ مصائب و مسائل سے دوچار ہیں، آپ کو وسعت حاصل نہیں ہے، ہم نے سوچا کہ آپ ﷺ کے لئے اپنے مال جمع کریں اور جمع کر کے آپ کی خدمت میں لائیں اور آپ کی مدد کر دیں، لیجئے یہ ہمارے اموال حاضر ہیں، اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرکین ایک جگہ جمع ہوئے، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دیکھتے ہو کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں سے اپنی دعوت پر اجرت مانگتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت اتاری۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ﴾ (۲۷)

شانِ نزول

یہ آیت چند اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے دنیا کی خوشحالی اور مالداری کی کی آرزو کی تھی، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب ہم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے مال و دولت کو دیکھا تو ہمارے دل میں بھی اس کی تمنا پیدا ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] فرماتے ہیں کہ یہ آیت بالا اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے دنیا کی تمنا کی تھی کہ کاش ہمیں بھی خوشحالی حاصل ہو۔

---

[1] نام ونسب: عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی، کوفہ میں گھر بنایا اور وہیں سکونت پذیر ہوئے، آپ پہلے قریشی شخص ہیں جنہوں نے کوفہ میں گھر بنایا، آپ کوفہ کے مالدار لوگوں میں سے تھے، بنوامیہ کے دور میں کوفہ کے والی مقرر ہوئے، اہل کوفہ آپ پر بڑا اعتماد کرتے تھے، جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور آزمائش سے دوچار ہوئے، ۸۵ھ کو وفات پائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا﴾ (الشوری: ۵۱)

شانِ نزول

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ یہود نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اگر آپ خدا کے پیغمبر ﷺ ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ خداتعالیٰ سے کلام کیوں نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟ ہم آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ﷺ یہ کام نہیں کر دکھاتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، پھر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

﴿سورۃ الزخرف﴾

آیت مبارکہ

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ (۵۷)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قریش سے فرمایا کہ "اے معشر قریش! اللہ کے سوا جس کسی کی عبادت (پوجا) کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے" قریش نے کہا کہ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبدِ نبی اور عبدِ صالح تھے، اگر وہ آپ کے زعم کے مطابق ایسے تھے تو وہ بھی ان کے ایک معبود ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

ہم یہ قصہ اور زبعری کا رسول پاک ﷺ کے ساتھ مناظرہ سورۃ الانبیاء کے آخر میں اس آیت کریمہ کے تحت: "وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" (الانبیاء: ۹۸) ذکر کر چکے ہیں۔

﴿سورۃ الدخان﴾

آیت مبارکہ

﴿ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ﴾ (۴۹)

شانِ نزول

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، دشمنِ خدا ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ڈراتا اور دھمکاتا ہے، خدا کی قسم ہے ہم مکہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان بسنے والے لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل سے ملاقات ہوئی، تو ابوجہل نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میں اہل بطحاء میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں اور میں عزیز و کریم ہوں، حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اس کو قتل کروا کے ذلیل و خوار کیا اور اس کی بات کو قابل مذمت قرار دیا اور اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: "ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ".

﴿سورۃ الجاثیۃ﴾

آیت مبارکہ

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ﴾ (۱۴)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا" سے بالخصوص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ مراد ہیں اور ''لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ'' سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر لوگ ایک کنوئیں کے پاس ٹھہرے جس کا نام ''مریسیع'' تھا۔ عبداللہ بن ابی نے اپنا غلام پانی لانے کیلئے بھیجا غلام نے آنے میں دیر کی جب آیا تو عبداللہ نے پوچھا کہ دیر سے کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام کنوئیں کے پاس بیٹھا تھا اس نے کسی کو بھی پانی لینے نہیں دیا جب تک کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشکیزے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشکیزے اور خود اپنے آقا کے مشکیزے بھر نہیں لئے، عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہماری اور ان کی مثال اس کہاوت جیسی ہے، کہتے ہیں: ''سمّن کلبک یاکلک'' یعنی کتے کو خوب موٹا تازہ کرتا کہ وہ تجھے کھالے۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئی، انہوں نے تلوار نیام سے نکالی اور عبداللہ بن ابی کی طرف جانے کا ارادہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

میمون بن مھران رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا'' (البقرۃ: ۲۴۵) تو مدینہ کے ایک یہودی جس کا نام فنحاص تھا نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب محتاج ہو گیا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو تلوار لے کر اس کی تلاش میں نکلے، فوراً جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کے پروردگار فرماتے ہیں کہ: ''قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ'' یعنی آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ جو لوگ آخرت کے منکر ہیں ان کو معاف کر دیا کریں۔'' حضرت جبریلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر اس یہودی کی تلاش میں نکلے ہیں، ان کو روکیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی ان کی تلاش میں بھیجا، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنے تلوار رکھ دو''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق دے کر بھیجا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ حکم دے رہے ہیں کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کو معاف کر دو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یقیناً، ایسا ہی ہے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے چہرے پر غصہ کے آثار نظر نہیں آتے۔

﴿سورۃ الاحقاف﴾

آیت مبارکہ

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ﴾ (۹)

شانِ نزول

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو صالح کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اصحاب رسول ﷺ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے تو آنحضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نخلستان والی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں، جہاں بہت سے درخت اور پانی موجود ہے، آپ ﷺ نے اپنا خواب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیان فرمایا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضور ﷺ کا خواب سن کر خوش ہوئے، انہیں امید کی کرن نظر آئی کہ اب لگتا ہے کہ مشرکین کی اذیت رسانیوں سے خلاصی ملنے والی ہے، لیکن جب ایک عرصہ گزر جانے کے بعد کوئی آثار دکھائی نہ دیئے تو کہنے لگے یا رسول اللہ! اس سرزمین کی طرف کب ہجرت ہوگی جو زمین آپ ﷺ کو خواب میں دکھائی گئی تھی؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ فرما دیں کہ خواب میں جو جگہ مجھے دکھائی گئی ہے اس کے متعلق مجھے نہیں معلوم کہ میں وہاں جاؤں گا یا نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں کوئی چیز دیکھی تھی، مگر اصل یہ ہے کہ میں وحی خداوندی کی ہی اتباع کروں گا۔

آیت مبارکہ

﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ (۱۵)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ[۱] کی شان میں اتری ہے، وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور دوست بن گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت عمر بیس سال تھی، ایک دفعہ تجارت کے سلسلہ میں ملک شام جانے کا اتفاق ہوا تو راستہ میں ایک جگہ پر قیام کیا جہاں بیری کے درخت تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیری کے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود ایک راہب کے پاس دین کے متعلق کچھ دریافت کرنے چلے گئے، راہب نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو بیری کے درخت کے سایہ میں بیٹھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں، راہب کہنے لگا کہ خدا کی قسم! یہ شخص خدا کا پیغمبر ہے، کیوں کہ اس درخت کے سایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے سوا کوئی نہیں بیٹھا، یہ محمد، اللہ کے نبی ہیں، راہب کی اس بات سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یقین اور تصدیق کا جذبہ پیدا ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و

---

[۱] نام ونسب: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لؤی القرشی التیمی۔ آپ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں بھی ساتھی ہیں اور ہجرت میں بھی ساتھی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں، دور جاہلیت میں بھی قریش کے سردار اور محبوب ترین شخص تھے، مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سربکف رہے ہیں۔ وصال نبوی کے دن سقیفہ میں آپ سے بیعت لی گئی۔ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی۔ جمعہ کے روز جمادی الاخری ۱۳ھ کو وفات پائی۔ دیکھئے: اسد الغابۃ: ۳/۲۰۵۔۲۳۱۔

حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ومصاحب رہے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اڑتیس سال تھی، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، جب عمر چالیس سال ہوئی تو آپ نے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما جو نعمتیں اور نوازشیں آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں۔

﴿سورۃ الفتح﴾

مسور بن مخزمہ رحمۃ اللہ علیہ اور مروان بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات صلح حدیبیہ کے متعلق مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہیں۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ حدیبیہ سے واپس آئے تو ہماری عبادت کے درمیان رکاوٹیں حائل ہوگئیں ہم رنج وغم میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔'' حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ یہ کیسی بات نازل ہوئی ہے کہ ''وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ'' یعنی میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ یہود نے کہا کہ ہم ایسے شخص کی کیسے اتباع کر سکتے ہیں جسے خود معلوم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا!

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ان کی یہ بات گراں گزری، اس پر مذکورہ آیات اتریں۔

آیت مبارکہ

﴿لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ﴾ (۵)

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری مبارک ہو، اور یہ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر مذکورہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر حضور علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی: "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" آپؐ کے صحابہ پریشانی میں مبتلا تھے کہ ان کی عبادت میں رکاٹیں کھڑی ہوگئیں اور انہوں نے حدیبیہ میں ہی قربانی کے جانور ذبح کر لئے، بہرحال، جب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ "مجھ پر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو کسی نے کہا، یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ وہ کیا معاملہ کرے گا لیکن وہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ﴾ (۲۴)

شانِ نزول

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ مکہ کے اسی آدمی حضور علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام کو غفلت میں قتل کرنے کے ارادہ سے مسلح ہو کر جبل تنعیم سے اتر کر آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کو معاف کر دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مغفل الھونی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مقام حدیبیہ میں اس درخت کی جڑ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے کہ اچانک تیس جوان ہتھیار بند ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے، آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بددعا دی تو اللہ نے ان کو اندھا کر دیا، پھر ہم اٹھے اور ان سب کو پکڑا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم کسی کے عہد میں آئے ہو اور کیا کسی نے تم کو امان دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو رہا کر دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ الحجرات﴾

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم کا ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قعقاع بن معبد کو اس کا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں، بلکہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر بنا دیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم تو میرے خلاف ہی چلنا چاہتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے خلاف نہیں چلنا چاہتا ہوں۔ دونوں میں نزاع بڑھا، آوازیں بلند ہونے لگیں تو اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔ (رواہ البخاری عن الحسن بن محمد الصباح)

آیت مبارکہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (۲)

شانِ نزول

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کے کان میں ثقل تھا، اور یہ بلند آواز تھے، جب بات کرتے تو اونچی آواز میں بات کرتے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس طرح بات کرتے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچتی، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ'' تو ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جو اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند کرتا تھا اور میں اہل جہنم میں سے ہوں، یہ بات حضور علیہ السلام تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جنتی ہے''۔ (رواہ مسلم عن قطر بن نسیر)

ابن ابی ملیکہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ دو نیک آدمی ہلاک ہو جاتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آوازیں حضور نبی کریم علیہ السلام کے سامنے بلند ہوگئیں۔ جب بنوتمیم کا قافلہ آیا تو ایک نے اقرع بن حابس کو امیر مقرر کرنے کا کہا اور دوسرے نے کسی اور کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے کہ تم تو میرے خلاف ہی چلو گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرا ارادہ آپ کی مخالفت کا نہیں ہے، آوازیں بلند ہونے لگیں، تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] نام ونسب: ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرئ القیس بن مالک۔ آپ غزوہ احد اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے، عہد صدیقی میں جنگ یمامہ کے اندر شہید ہوئے۔
دیکھئے: اسد الغابۃ: ۱/۲۷۵

ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ بسا اوقات ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ (۳)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب یہ آیت اتری: "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ" تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کر رہا ہو، اس پر مذکورہ حکم نازل ہوا۔

حضرت طارق رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ" تو میں نے قسم کھالی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کر رہا ہو۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (۴)

شانِ نزول

ابو مسلم البجلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم[۱] کو

---

[۱] نام ونسب: زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن ثعلبہ الانصاری۔ آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شرکت کی احد کے دن صغیر السن قرار دیئے گئے، آپ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر پرورش رہے۔ کوفہ کو مسکن بنایا اور وہیں ۶۸ھ کو وفات پائی۔
بعض کہتے ہیں کہ شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد وفات ہوئی۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔

فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ ﷺ اپنے حجرہ شریف میں آرام فرما تھے، ان لوگوں نے باہر سے ہی پکارنا شروع کر دیا اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنوم تمیم کے دیہاتی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بنوتمیم کا ایک وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے آیا، مسجد میں داخل ہو کر آپ ﷺ کے حجرہ کے باہر ہی سے پکارنے لگا کہ اے محمد ﷺ! باہر آئیے۔ بے شک ہماری مدح قابل زینت اور مذمت قابل عیب ہے، بہر حال ان کی چیخ و پکار سے آنحضور ﷺ کو اذیت پہنچی، آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ سے فخر میں مقابلہ کرنے آئے ہیں، اس پر مذکورہ آیت اتری، ان لوگوں میں اقرع بن حابس، عینیہ بن حصن اور زبرقان بن بدر اور قیس بن عاصم میں بھی شامل تھے۔

فخر و ناز میں مقابلہ کا یہ قصہ ابو اسحاق احمد بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ کہ عمرو بن الحکم سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنوتمیم کے لوگ آنحضرت ﷺ کو ملنے آئے تو دروازے پر ہی کھڑے ہو کر پکارنے لگے، اے محمد ﷺ! باہر آئیے، بے شک ہماری مدح قابل زینت اور مذمت قابل عیب ہے، آپ ﷺ نے ان کی آواز سنی تو باہر نکلے اور فرمایا کہ یہ شان تو اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اس کی مدح قابل زینت اور مذمت قابل عیب ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم بنی تمیم کے چند افراد ہیں، ہم اپنے شاعر اور خطیب کو ساتھ لے کر آئے ہیں جو مشاعرہ اور مفاخرہ کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہ مجھے شعر دے کر بھیجا گیا ہے اور نہ مجھے اظہار فخر کا امر کیا گیا ہے، لیکن تم پیش کرو۔'' چنانچہ زبرقان بن بدر[1] نے اپنے ایک نوجوان سے کہا کہ اٹھو اور اپنی

---

[1] ان کا نام زبرقان بن بدر بن امرئ القیس بن خلف بن بھدلہ بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم التمیمی السعدی ہے۔ دور جاہلیت میں سردار اور زمانہ اسلام میں عظیم المرتبت رہے ہیں۔ آپ وفد بنی تمیم میں شامل تھے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، خوبصورتی کی وجہ سے ان کو ''قمر نجد'' کہا جاتا ہے۔

اور اپنی قوم کی فضیلت بیان کرو۔ وہ نوجوان اٹھا اور اس نے کہا کہ ''تمام حمد و ستائش اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنی بہترین مخلوق بنایا، اور ہمیں مال و دولت عطا فرمایا کہ ہم ان کو اپنی مرضی و منشاء کے مطابق استعمال میں لائیں، ہم زمین پر بسنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں اور مال و متاع اور اسلحہ و ہتھیار کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہیں، پس جو شخص ہماری بات سے ناخوش ہو تو اس سے اچھی بات پیش کرے اور ہمارے افعال سے زیادہ اچھے افعال سامنے لائے۔'' رسول کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو! اور اس کا جواب دو، چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں، اس سے مدد مانگتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ جنہوں نے اپنی اولادِ عم میں سے مہاجرین و انصار کو (توحید کی) دعوت دی، جو چہرے کے اعتبار سے سب سے حسین تر اور حلم و بردباری کے لحاظ سے سب سے برتر ہیں، چنانچہ مہاجرین و انصار نے ان کی دعوت پر لبیک کہی، اس ذات کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے پیغمبر کا وزیر اور ناصر بنایا اور دین کو سربلند کیا، پس ہم لوگوں سے قتال کریں گے جب تک کہ وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جس نے توحید کا یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنی جان اور اپنے مال کو ہم سے محفوظ کر لیا اور جس نے انکار کیا اس کے ساتھ ہم قتال کریں گے، میں صرف یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں''۔ زبرقان بن بدر نے اپنے ایک نوجوان شاعر کو اشارہ کیا کہ اے فلاں! اٹھو! اور کچھ اشعار پڑھو، جس میں اپنی اور اپنی قوم کی برتری بیان کر دے چنانچہ وہ نوجوان اٹھا اور اس نے یہ اشعار کہے:

نحن الکِرام فلاحیٌّ یفاخرنا ۔۔۔ فینا الرؤوس وفینا یقسم الرُّبُع

ونُطعم الناس عند القحط کلهم ۔۔۔ من السّدیف اذا لم یُؤنس القزع

اذا أبینا فلا یأبی لنا أحدٌ ۔۔۔ انّا کذلک عند الفخر نرتفع

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا، قاصد ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ میری کیا ضرورت پیش آ گئی ہے جب تم وہاں موجود تھے؟ قاصد نے کہا کہ بنو تمیم کے لوگ اپنے شاعر اور خطیب لے کر آئے ہوئے ہیں، ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا تو انہوں نے ان کو جواب دیا اور ان کے شاعر سے بات چیت کی، اتنے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو جواب دینے کا حکم دیا تو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے:

نصرنا رسول اللّٰہ الدیّنَ عَفْوَۃً ۔۔۔ علی الرغم سارٍ من معد وحاضر

ألسنا نخوض الموت فی حومۃ الوغی ۔۔۔ اذا طاب وِرْد الموت بین العساکر

ونضرب ھامَ الدّارعین ونَنْتمی ۔۔۔ الی حسبٍ من جرم غسّان قاھر

فلو لا حیاءُ اللّٰہ قلنا تکرّمًا ۔۔۔ علی الناس بالحُقَّین ھل مِن مفاخرِ؟

فأحیاؤنا مِن خیر مَن وطیٔ الحصی ۔۔۔ وأمواتنا مِن خیر أھل المقابر

پھر اقرع بن حابس اٹھا اور اس نے کہا کہ میں ایک شعر پیش کرتا ہوں اس کو ذرا سنو! آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیش کرو، اس نے کہا:

أتیناک کیما یعرف الناسُ فضلَنا ۔۔۔ اذا فاخرونا عند ذکر المکارم

وانا رؤوس النّاس من کل معشر ۔۔۔ وأن لَیْسَ فی أرض الحجاز کوارم

وانّ لنا المرباع فی کل غارۃ ۔۔۔ تکون بنجدٍ اوبأرضِ التھائم

پھر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اے حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اٹھو اور جواب دو!

چنانچہ حضرت حسان نے درج ذیل اشعار پڑھے۔

بنی دارم لاتفخروا انّ فخرکم ۔۔۔ یعود وبالاً عند ذکر المکارم

ھَبَلتم علینا تفخرون وأنتم ۔۔۔ لنا حَوَلٌ مِن بین ظِئرٍ و خادم

وأفضل مانِلتم من المجد والعلیٰ ۔۔۔ ردافتنا من بعد ذکر الاکارمَ

فان کنتم جئتم لحقن دمائکم   وأموالِکم أن تقسموا فی المقاسم
فلا تجعلوا للّٰہ نِدًّا وأسلموا   ولا تفخروا عند النبیّ بدارم
والاّ وربِّ البیت مالت أکفّنا   علی ہَامکم بالمرھفات الصّوارم

پھر اقرع بن حابس اٹھا اور اس نے کہا کہ خدا گواہ ہے، مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کیا ہوا، ہمارے شاعر نے بھی اچھی شاعری پیش کی اور خطیب نے بھی عمدہ گفتگو کی، پھر کلمہ پڑھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ، اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ پھر نبی ﷺ نے ان سب کو عطاء و بخشش سے نوازا اور کپڑے دیئے، آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں اور مجلس نبوی ﷺ میں شور و غوغاء مچنا شروع ہوگیا، اس پر یہ آیت اتری: "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" سے لے کر "وَاَجْرٌ عَظِیْمٌ" تک۔

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا﴾ (۲)

شانِ نزول

یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، ولید بن عقبہ کی بنو مصطلق والوں سے پرانی دشمنی چلی آرہی تھی، جب وہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا تو اللہ و رسول ﷺ کی تعظیم کی خاطر ان کے استقبال کے لئے بستی سے باہر آئے، شیطان نے ان کو سجھایا کہ یہ لوگ قتل کے ارادہ سے آئے ہیں چنانچہ ولید خوف زدہ ہوکر راستہ سے ہی واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے اور حاضر خدمت ہوکر کہا کہ بنو مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، اس پر آنحضرت ﷺ برافروختہ ہوئے اور ان پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا، جب بنو مصطلق کے لوگوں کو ولید کی واپسی کا پتہ چلا تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے قاصد کے آنے کی خبر ملی تو ہم ان کے اکرام و استقبال کے لئے بستی سے باہر آئے تا کہ ہماری طرف اللہ

تعالیٰ کا جو حق (زکوٰۃ) ہے اس کو ادا کر دیں لیکن یہ واپس ہی چلے آئے، ہمیں خدشہ ہوا کہ شاید یہ اس لئے راستہ سے ہی واپس آ گئے ہیں کہ آنجناب ﷺ کی طرف سے غضب بھرا مکتوب گرامی ان کو ملا ہو گا جس میں آپ ﷺ نے ہم پر ناراضگی کا اظہار کیا ہو، ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ پکڑتے ہیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حارث بن ضرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا، میں نے اسلام قبول کیا، اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ اب میں اپنی قوم میں جا کر ان کو بھی اسلام اور ادائے زکوٰۃ کی طرف دعوت دوں گا، جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے میں ان کی زکوٰۃ کو جمع کرلوں گا اور آپ ﷺ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو رقم زکوٰۃ کی میرے پاس جمع ہو جائے اس کو سپرد کر دوں، پھر جب حارث نے حسب وعدہ ایمان لانے والوں کی زکوٰۃ جمع کرلی اور وہ مہینہ اور تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لئے طے ہوئی تھی گزر گئی اور آپ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ ﷺ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے۔ حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں کے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، ادھر واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے مقرر تاریخ پر ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیج دیا تھا مگر ولید بن عقبہ کو راستہ میں خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کر ڈالیں، اس خوف کے سبب وہ راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا، اس پر رسول اللہ ﷺ کو غصہ آیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ مجاہدین کا روانہ کیا، ادھر یہ دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا، ادھر سے حارث بن ضرار مع اپنے ساتھیوں کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں

حاضری کے لئے نکلے، مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہوئی، حارث نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، حارث نے سبب پوچھا تو اس کو ولید بن عقبہ کے بھیجنے کا اور ان کی واپسی کا واقعہ بتلایا گیا اور یہ کہ ولید بن عقبہ نے آنحضور ﷺ کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حارث نے یہ سن کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے، میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے، اس کے بعد حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو پیغام حق دیکر بھیجا ہے نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں نے ان کو دیکھا، پھر جب مقررہ تاریخ پر آپ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہو جس پر حضور ﷺ ناراض ہوئے اس لئے میں حاضر خدمت ہوا، حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر سوۃ الحجرات کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ (۹)

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر آپ ﷺ، عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں تو بہت بہتر ہو؟ چنانچہ نبی ﷺ تیار ہوئے، گوش دراز پر سوار ہوئے، مسلمان بھی ساتھ ہو لئے۔ وہ زمین شور اور دلدلی والی تھی، جب آنحضور ﷺ اس کے پاس پہنچے تو ابن ابی نے کہا کہ مجھ سے دور رہو، تیرے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ایک انصاری آدمی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی خوشبو تجھ سے زیادہ خوشگوار ہے، اس پر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک شخص کو غصہ آیا، دونوں طرف غصے کا اظہار شروع ہو گیا، لوگ آپس

میں دست وگریبان ہونے لگے اور ایک دوسرے کو جوتے مارنے لگے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن مسدد ورواہ مسلم عن محمد بن عبدالاعلی)

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

یہ آیت، ثابت قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان سے کچھ بہرے تھے، اس لئے جب مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تو لوگ ان کو آگے جگہ دیتے اور یہ حضور ﷺ کے قریب بیٹھ جاتے، اور آنحضور ﷺ کے ارشادات سے فیض یاب ہوتے، ایک دن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے، جگہ تنگ تھی، انہوں نے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا شروع کر دیا، اور کہنے لگے کہ مجلس میں کشادگی پیدا کرو، کشادگی پیدا کرو، کسی نے ان سے کہا کہ یہ جگہ ہے یہاں بیٹھ جائیں، حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا لگا اور وہیں بیٹھ گئے، پھر کسی آدمی نے اشارہ کسی کی طرف کیا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ نہیں، بلکہ فلاں عورت کا بیٹا ہے، ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ماں کا ذکر کیا جس کی وجہ سے اس کو زمانہ جاہلیت میں عار دلائی جاتی تھی، اس پر اس آدمی نے شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَانِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

۲۱۔ آیت کا نزول حضور ﷺ کی ان دو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے متعلق ہوا ہے جنہوں نے حضرت ام سلمہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مزاح کیا تھا، سبب یہ ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی کمر سے ایک کپڑا باندھا ہوا تھا جس کے کنارے پیچھے کی جانب لٹکائے ہوئے تھے اور اس کو کھینچتی جا رہی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[2] سے کہا کہ ذرا اس کو دیکھو کتے کی زبان کی طرح کی چیز اپنے پیچھے کھینچتی جاتی ہے! یہ بات انہوں نے ازراہ تمسخر کہی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوتاہ قد ہونے پر طعنہ دیا تھا۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حیی بن اخطب، رسول اللہ

---

[1] نام ونسب: ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، آپ حضور ﷺ کی زوجہ ہیں، نام ھند ہے، ان کے والد ”زاد الرکب“ کے لقب سے معروف ہیں، آپ پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کی بیوی تھیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے، اسد الغابۃ ۶/۳۴۰۔

[2] آپ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں، آپ مہاجرات میں سے ہیں۔ حضور ﷺ سے پہلے خنیس بن حذافہ سہمی کی اہلیہ تھیں جو بدری صحابی ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک آپ ﷺ نے ۳ھ میں ان سے شادی کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۴۱ھ میں ہوئی جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت فرمائی۔

[3] آپ صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن خزرج ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب خیبر فتح کر لیا اور قیدیوں کو جمع کیا تو دحیہ بن خلیفہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے ان قیدیوں میں سے کوئی باندی دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ، اور کوئی باندی لے لو، چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے صفیہ کو لے لیا، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو قریظہ اور نضیر کی سردار خاتون ہے جو صرف آپ ہی کے لئے لائق ہو سکتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو کوئی اور باندی دے دی اور خود حضرت صفیہ کا انتخاب فرمایا، پھر ان کو غلامی سے آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ عورتیں مجھے طعنہ دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے یہودیہ بنت یہودیین! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم نے انہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام ہیں، میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، ابوجبیرہ ابن الضحاک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائے تو ایک آدمی دوسرے کو برے نام سے پکارنے لگا، کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ! اس کو یہ نام برا لگتا ہے، اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ (۱۳)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے کسی شخص کا تعارف کراتے ہوئے کہا تھا کہ یہ فلاں عورت کا بیٹا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ "فلاں عورت کا ذکر کس نے کیا؟" ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھو، ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظر دوڑائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا دیکھا؟ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے بعضوں کے چہرے سرخ، بعضوں

کے سفید اور بعضوں کے سیاہ دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "صرف دین اور تقویٰ کی بنیاد پر ترجیح دیا کرو" اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا۔

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینا شروع کی، اس پر عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا کہ "خدا کا شکر ہے کہ میرا باپ پہلے ہی فوت ہو گیا، اس کو یہ دن دیکھنا نہ پڑا" حارث بن ہشام نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذان دینے کے لئے اس کالے کوے کے علاوہ اور کوئی نہیں ملا؟ سہیل بن عمرو نے کہا کہ اگر اللہ کو کوئی امر منظور تھا تو اس کو تبدیل کر دیتے۔" ابوسفیان نے کہا کہ میں تو کوئی بات نہیں کہوں گا، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آسمانوں کا رب ان کو بتا نہ دے، پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی باتوں سے آگاہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور ان کو حسب ونسب پر فخر کرنے، مال ودولت پر ناز کرنے اور فقراء کو حقیر جاننے پر خوب تنبیہ فرمائی۔

ابن ابی ملیکہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کے لئے چڑھے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ خدا کے بندو! کیا یہ کالا غلام خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوا اذان دے گا؟ کوئی کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی تھا تو کسی اور کو مقرر کر دیتے! اس پر مذکورہ آیت اتری۔ یزید بن الشخیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ کے کسی بازار میں گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام کی بولی لگ رہی ہے اور غلام کہہ رہا ہے کہ جو مجھے خریدے گا تو میری ایک شرط ہوگی، کسی نے پوچھا کہ شرط کیا ہے؟ غلام نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ مجھے وہ نماز پنجگانہ سے منع نہیں کرے گا جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھوں گا، چنانچہ ایک آدمی نے وہ غلام اس شرط پر خرید لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کو ہر فرض نماز کے بعد دیکھا کرتے تھے، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو موجود نہ پایا تو اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا

کہ ''وہ غلام کہاں ہے؟'' کسی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بخار میں مبتلا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چلو، اس کی عیادت کرتے ہیں، چنانچہ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی عیادت کے لئے روانہ ہوئے (اور عیادت کی) کچھ دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر غلام کا حال پوچھا تو کسی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو موت کی کشمکش میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس غلام کے پاس گئے، دیکھا کہ وہ نزع کے عالم میں ہے، پھر اسی حالت میں اس کی روح قبض ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے غسل، تکفین و تدفین کی خود ذمہ داری لی، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ششدر رہ گئے، مہاجرین نے کہا کہ ہم نے اپنے گھر بار چھوڑے اور اپنے مال و اہل و عیال کو خیر باد کہا، مگر ہم میں سے کسی نے اپنی زندگی، بیماری اور موت کے وقت ایسا معاملہ نہیں دیکھا جو اس غلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ اور سلوک کیا ہے، انصار نے کہا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھکانہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی، اپنے مال کے ذریعہ غم خواری اور ہمدردی کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حبشی غلام کو ہم پر ترجیح دی! اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب ایک باپ اور ایک عورت کی اولاد ہو اور فضیلت، تقویٰ کی بنیاد پر ہوا کرتی ہے، ارشاد فرمایا: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' (۱۳)

آیت مبارکہ

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ (۱۴)

شانِ نزول

یہ آیت بنو اسد بن خذیمہ کے دیہاتی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو قحط سالی کے ایام میں مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور توحید و رسالت کی گواہی دی، مگر دل سے وہ مومن نہیں تھے انہوں نے مدینہ کے راستوں پر غلاظت اور گندگی پھیلا دی اور اشیاء ضرورت کے نرخ بڑھا دیئے، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے کہ دوسرے لوگ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برسرِ پیکار رہے، آپ سے جنگیں کیں پھر مسلمان ہوئے مگر ہم قتال

ومجادلہ کے بغیر ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور مسلمان ہوگئے، آپ ﷺ ہمیں صدقہ وزکوٰۃ دیں، وہ حضور ﷺ پر احسان جتانے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ ق﴾

آیت مبارکہ

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ (۳۸)

شانِ نزول

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ وقتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں ساری مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن آرام کیا، یہود اس دن کو یوم الراحۃ کہتے تھے، اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہود، آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زمین و آسمان کی تخلیق کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین کو پیدا کیا اور منگل کے روز پہاڑوں کو پیدا کیا اور آسمانوں کو بدھ اور جمعرات کے دن پیدا کیا، اور جمعہ کے دن ستاروں، سورج اور چاند کو پیدا کیا اس پر یہود نے کہا کہ پھر اس کے بعد کیا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر عرش پر قائم ہوئے، یہود نے کہا آپ ﷺ نے درست فرمایا ہے، جبکہ آپ پوری بات فرماتے کہ پھر اس نے آرام کیا، اس پر رسول اللہ ﷺ کو سخت غصہ آیا، پھر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

﴿سورۃ النجم﴾

آیت مبارکہ

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ (۳۲)

شانِ نزول

حضرت ثابت بن حارث الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہود کا چھوٹا بچہ فوت ہوتا تو وہ کہتے کہ یہ صدیق ہے، یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہود جھوٹ کہتے ہیں، بلکہ ماں کے پیٹ میں ہی ہر بچہ کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی O وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی﴾ (۳۳، ۳۴)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سدی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت کلبی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مسیب بن شریک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو صدقہ وخیرات کرتے تھے اور کارِ خیر میں مال خرچ کرتے تھے، اس پر ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے کہا کہ یہ تم کیا کرتے ہو؟ عنقریب تو تہی دست ہو جائے گا! حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں خطا کار اور گناہ گار آدمی ہوں، میں اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں اور مجھے اس پر عفو ودرگزر کی امید ہے، عبداللہ نے کہا کہ مجھے اپنی اونٹنی کجاوے سمیت دے دو، تیرے سارے گناہوں کا بوجھ میں اپنے سر لے لیتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنی اونٹنی دے دی اور اس پر گواہ بنائے اور کچھ مال صدقہ کے لئے رکھ لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں راہ خدا میں مال خرچ کرنے لگے، حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ اور ابن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دین محمدی کو قبول کیا تو بعض مشرکین نے اس کو ملامت کی کہ تو نے

اپنے بزرگوں کا دین کیوں ترک کر دیا؟ تو نے تو ان کو گمراہ بنا دیا کیا تو ان کو جہنمی خیال کرتا ہے؟ ولید نے کہا کہ مجھے خدا کے عذاب کا خطرہ ہے، اس مشرک نے کہا کہ تو مجھے کچھ دیدے تو میں آخرت کا تیرا عذاب اپنے سر پر رکھ لوں گا تو عذاب سے بچ جائے گا چنانچہ اس نے کچھ دیدیا، اس نے اور مانگا تو کچھ کشاکشی کے بعد اور بھی دیدیا اس کے بعد اور مانگا تو اس نے نہیں دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی﴾ (۴۳)

شانِ نزول

حضرت صہباء رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا جو ہنس رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم وہ باتیں جو میں جانتا ہوں جان لو تو بہت زیادہ رویا کرو اور بہت کم ہنسا کرو، پھر جبریل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر اترے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف واپس آئے اور فرمایا کہ ''میں چالیس قدم نہیں چلا تھا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی'' یعنی وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔

﴿سورۃ القمر﴾

آیت مبارکہ

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو قریش نے کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے جو اس نے تم پر کر دیا ہے، ایسا کرو کہ مسافروں سے پوچھو (کہ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے؟) جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں، ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے، پھر اللہ جل شانہ، نے مذکورہ آیت اتاری۔

آیت مبارکہ

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ .... اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (۴۷، ۴۹)

شانِ نزول

محمد بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگ تقدیر کے متعلق جھگڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائی۔ (رواہ مسلم بن ابی بکر بن ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ آیت قدریہ (فرقہ) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجران کا ایک بڑا پادری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا یہ زعم ہے کہ گناہوں کا تعلق بھی تقدیر سے ہے، تمام دریاؤں کا بھی تقدیر سے رشتہ ہے اور آسمان کا تعلق بھی تقدیر سے ہے غرضیکہ سارے امور تقدیر کے مطابق چلتے ہیں، لیکن گناہوں کا تو تقدیر سے تعلق نہیں ہے، اس پر آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم خدا تعالیٰ کے امور میں جھگڑنے والے ہو" پھر مذکورہ آیات اتری ہیں۔

حضرت ابن ابی زرارہ الانصاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ" تو فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس امت کے آخر میں ہوں گے اور تقدیر کا انکار کریں گے"۔

حضرت اسید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں محمد بن کعب کے پاس حاضر ہوا تو وہ فرما رہے تھے کہ جب تم مجھے تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے دیکھو تو مجھے باندھ دو کہ میں دیوانہ ہوں، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ آیات ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں پھر مذکورہ آیات تلاوت فرمائیں۔

﴿سورۃ الواقعہ﴾

آیت مبارکہ

﴿فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ (۲۸)

شانِ نزول

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے طائف کی سرسبز وادی وج کو دیکھا تو اس وادی کے بیری کے درخت بڑے بھلے لگے کہنے لگے کہ کاش! ہمارے لئے بھی ایسے درخت ہوتے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ﴾ (۳۹،۴۰)

شانِ نزول

حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ" تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور عرض

کیا، یارسول اللہ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ اس سب کے باوجود ہماری امت میں نجات پانے والوں کی تعداد کم ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیت نازل فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ ''اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری بات کے موافق آیت نازل فرما دی ہے۔ چنانچہ ایک ثُلہ (بڑی جماعت) اولین میں سے ہوگی اور ایک ثُلہ (بڑی جماعت) آخرین میں سے ہوگی'' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے رب سے راضی ہیں اور اپنے نبی ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''آدم علیہ السلام سے لے کر ہم تک ایک ثلہ (بڑی جماعت) ہے اور مجھ سے لے کر قیامت تک دوسرا ثلہ (بڑی جماعت) ہے اور اس کا تتمہ اونٹوں کے چرانے والے وہ سوڈانی ہوں گے جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا''۔

آیت مبارکہ

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (۸۲)

شانِ نزول

ابو زمیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دن بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ شاکر اور بعض کافر ہوئے'' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو اس نے ہم پر کی ہے۔

بعض کہنے لگے کہ فلاں ستارے کے (غروب ہونے کی وجہ سے) یہ بارش ہوئی ہے۔ اس پر مذکورہ آیات اتریں۔ (رواہ مسلم عن عباس بن عبدالعظیم)

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے کہ ایک جگہ قیام کیا تو سب کو سخت پیاس لگی، کسی کے پاس پانی موجود نہ تھا، جب لوگوں نے حضور اقدس ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میں تمہارے لئے دعا کروں اور تم سیراب ہو جاؤ تو

ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی یہ کہے کہ یہ بارش فلاں ستارے کے ڈوبنے کی وجہ سے ہوئی ہے؟" لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ وقت تو ستاروں کے ڈوبنے کا نہیں ہے، (راوی) کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائی تو ہوا چلنے لگی پھر بادل آئے اور بارش شروع ہوگئی، یہاں تک کہ وادیاں بھر گئیں اور لوگوں نے اپنے برتن پانی سے بھر لئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے برتن سے پانی نکال رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ بارش فلاں ستارے کے ڈوبنے کے سبب ہوئی اور ہم اس سے سیراب ہوئے، اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطاء و بخشش ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تم نے اپنے پروردگار کے فرمان میں غور نہیں کیا کہ اس نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو جب بھی کسی نعمت سے فیض یاب کیا تو ایک فریق ضرور اس نعمت کا منکر ہوا کہتا ہے کہ ستارے کی وجہ سے ایسا ہوا"۔ (رواہ مسلم عن حرملة)

﴿سورۃ الحدید﴾

آیت مبارکہ

﴿لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ﴾ (۱۰)

شانِ نزول

حضرت آدم بن علی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چوغا پہنا ہوا تھا، جس کے سینے کو درمیان سے پھاڑا ہوا تھا کہ اچانک جبریل علیہ السلام آئے اور ان کو اللہ کی طرف سے سلام کیا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ

میں ابوبکر کو ایسا چوغا پہنے ہوئے دیکھتا ہوں جس کے سینے کو انہوں نے درمیان سے پھاڑا ہوا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اے جبریل! انہوں نے فتح مکہ سے قبل مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا تھا، (اس لئے ان کی یہ حالت ہے) جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کریں اور ان سے کہیں کہ آپ کے رب آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم اپنی اسی فقیری سے مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہہ رہے ہیں اور آپ کے پروردگار آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم اپنی اس فقیرانہ حالت میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہوں گا؟ میں اپنے رب سے خوش ہوں، میں اپنے رب سے خوش ہوں۔

آیت مبارکہ

﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (۱۶)

شانِ نزول

امام کلبی رحمتہ اللہ اور مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، ہجرت کے ایک سال بعد منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس کا سبب یہ ہوا کہ منافقین نے ایک دن حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تورات میں موجود عجیب قسم کے احکام کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت مصعب بن سعد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک قرآن کا نزول ہوتا رہا اور آنحضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے اس کی تلاوت کرتے رہے، ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے واقعات سنانے کی خواہش ظاہر کی تو یہ آیت

اتری: "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ" (یوسف: ۳) ایک زمانہ تک آنحضرت ﷺ ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے رہے کہ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کوئی اور بات ارشاد فرمائیں، اس پر یہ آیت اتری: "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ" (الزمر: ۲۳) اور فرمایا کہ قرآن کی ان تمام باتوں کے تم مامور ہو۔

حضرت خلاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات اس میں اس بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ کوئی اور بات ذکر فرمائیں تو اس پر مذکورہ آیت اتری۔

﴿سورة المجادلة﴾

آیت مبارکہ

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ذات بابرکت ہے جس کی قوت سماعت ہر چیز پر محیط ہے۔ میں حضرت خولہ [۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ثعلبہ کی بات سنا کرتی تھی، کچھ باتیں مجھ سے مخفی تھیں، حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے خاوند کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری جوانی شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی، میرا پیٹ اس کے لئے بکھر گیا (یعنی بچے پیدا ہوئے) اب جب کہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور میرا سلسلہ اولاد بھی ختم ہوگیا ہے تو مجھ سے ظہار کرلیا، ابھی وہ اپنی جگہ سے ہٹی نہ تھیں کہ جبریل علیہ السلام

---

[۱] بعض کے نزدیک خولہ بنت ثعلبہ نام ہے اور بعض کے نزدیک خویلہ ہے، لیکن پہلا قول اکثر حضرات کا ہے، اسی طرح بعض کے نزدیک بنت حکیم ہیں، اور بعض کے نزدیک بنت مالک بن ثعلبہ بن احرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف ہیں۔ دیکھئے اسد الغابۃ ۶/۹۱، الاستیعاب ۴/۱۸۳۱۔

مذکورہ آیات کو لے کر نازل ہوئے۔ (رواہ ابو عبداللہ فی صحیحہ عن ابی محمد المزنی)

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس ذات کا بڑا شکر ہے جس کا سماع ہر آواز کو محیط ہے، ایک مجادلہ (جھگڑنے والی عورت) حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اس نے حضور ﷺ سے اپنی بات کہی، میں اس وقت گھر کے ایک کونے میں تھی اس کی بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿اَلَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ (۲)

شانِ نزول

حضرت سعید بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ظہار کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت اوس[1] بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظہار کیا تھا، حضرت خولہ، بارگاہ رسالت میں چلی گئیں اور شکوہ کیا کہ اوس بن صامت نے اس وقت جب میں بوڑھی ہو چکی ہوں، میری ہڈیاں بھی کمزور ہو گئیں ہیں، مجھ سے ظہار کیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ظہار نازل فرمائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[1] نام ونسب: اوس بن صامت بن قیس بن احرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم الانصاری ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں، آپ بدر میں بھی اور دیگر تمام غزوات میں سرور دو عالم ﷺ کے ہمراہ شریک رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ اسلام میں سب سے پہلے ظہار کیا، جب ان کی چچازاد بہن ان کی بیوی تھیں تو انہوں نے اس سے ظہار کیا۔ آپؓ کی وفات فلسطین کے علاقہ رملہ میں ۳۴ھ کو ہوئی۔

فرمایا کہ: ''تم غلام آزاد کرو'' انہوں نے کہا کہ مجھ میں تو اس کی طاقت نہیں ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھو' انہوں نے کہا کہ اگر میں دن میں نہ کھاؤں تو میری نگاہ بالکل ہی جاتی رہتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! تم پھر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلا دو۔'' اس نے عرض کیا کہ یہ بھی میری قدرت میں نہیں ہے بجز اس کے کہ آپ ﷺ ہی کچھ مدد کریں، آپ ﷺ نے پندرہ صاع غلہ اس کو عطا فرمایا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فطرے کی مقدار غلہ جمع کروا دیا، اللہ تو بڑے مہربان ہیں، چنانچہ اس کے پاس ساٹھ مسکینوں کے لئے فطرے کی مقدار میں غلہ جمع ہو گیا۔

حضرت یوسف رحمتہ اللہ علیہ بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت خویلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ثعلبہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن ایسا ہوا کہ اوس بن صامت میرے پاس آئے اور مجھ سے سخت کلامی کرنے لگے، میں نے جواب دیا تو غصہ سے بھڑک اٹھے اور کہا کہ ''انت علی کظھر امی'' یعنی تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی حرام ہے۔ پھر اپنی قوم کی مجلس میں چلے گئے پھر واپس آ گئے تو ہمبستری کے لئے مجھے آمادہ کرنے لگے، میں نے انکار کیا: وہ میرے ساتھ لڑنے لگے، میں نے بھی مقابلہ کیا، پھر میں نے کہا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں خویلہ کی جان ہے میں تجھے اپنے قریب نہ آنے دوں گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ نہ فرما دیں، پھر میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی داستان سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ تیرے شوہر بھی ہیں اور چچا زاد بھائی بھی، اس لئے تم خدا سے ڈرو اور اس کے ساتھ اچھی معاشرت رکھو'' ابھی میں اپنی جگہ سے اٹھی نہ تھی کہ قرآن نازل ہو گیا: ''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ .... اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ م بَصِیْرٌ'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنے شوہر سے کہو کہ غلام آزاد کرے'' میں نے کہا کہ اس کے پاس تو غلام ہی نہیں ہے جو وہ آزاد کرے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کو کہو کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے'' میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! وہ تو

بہت بوڑھے ہیں، روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے" میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! خدا گواہ ہے اس کے پاس تو کھلانے کو کچھ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کیوں نہیں، ہم اس کی تیس صاع غلے سے بھرے ٹوکرے سے مدد کریں گے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں بھی ایک ٹوکرے سے اسکی مدد کروں گی، آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے بہت اچھا کیا، پس وہ اسکو صدقہ کر دے۔"

آیت مبارکہ

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی﴾ (۸)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں سے الگ ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور اپنی آنکھوں سے ان کی طرف اشارے کرتے تھے، جب مسلمانوں نے ان کی سرگوشیوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ اس لئے آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ ہمارے قرابت دار اور بھائی جو لڑائی کے لئے ایک مہم میں نکلے ہوئے ہیں ان کے مارے جانے یا شکست سے دو چار ہونے یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہونے کی ان کو خبر ملی ہے، ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کے دل پارہ پارہ ہوتے، جب تک ان کے اصحاب اور اقرباء واپس نہ آجاتے وہ (منافقین) برابر اسی کام میں لگے رہتے، جب ان کی سرگوشیاں زیادہ ہونے لگیں تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دربار رسالت میں ان کی شکایت کر دی، آنحضور ﷺ نے ان کو منع کیا مگر وہ باز نہ آئے اور دوبارہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور سرگوشیوں میں مصروف رہے، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِذَا جَآءُوْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ﴾ (۸)

شانِ نزول

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہود کے چند افراد آئے اور حضور علیہ السلام کو یوں کہا: **السام علیک یا ابا القاسم!** میں نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا کہ "**السام علیکم و فعل اللہ بکم**" یعنی تم مرو اور اللہ تعالیٰ تمہارا ستیاناس کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! خاموش رہو، اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بدکلامی کو پسند نہیں فرماتے ہیں" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے ان کے جواب میں کیا کہا، میں نے یوں کہا کہ **وعلیکم**، یعنی یہ بددعا تم پر ہو، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی شخص، حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: **السام علیک**، لوگوں نے اس کو جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ خوب جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے السام نہیں کہا بلکہ یوں کہا ہے (**السلام علیک**)، اس کو میرے پاس بلاؤ" لوگ اس کو لے کر آئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے **السلام علیکم** کہا تھا، اس نے کہا کہ جی ہاں، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب کا آدمی تم کو سلام کرے تو تم یوں کہا کرو: **علیک ماقلت**، یعنی جو کچھ تم نے کہا ہے وہی کچھ تم پر بھی ہو، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ﴾ (۱۱)

شانِ نزول

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صفہ میں تھے، جگہ

تنگ تھی اور دن جمعہ کا تھا، اور رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کا اکرام واحترام کیا کرتے تھے ایک دن کچھ بدری صحابی حاضر خدمت ہوئے، وہ مجلس نبوی ﷺ میں پہنچ کر کھڑے رہے انتظار کرنے لگے کہ کوئی ان کے لئے جگہ کھولے گا مگر کسی نے جگہ نہ کھولی، یہ بات آنحضور ﷺ پر بھاری ہوئی، آپ ﷺ نے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے غیر بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ''اے فلاں تم اٹھو، اے فلاں تم بھی اپنی جگہ سے اٹھو'' آپ ﷺ نے اپنی مجلس سے کچھ لوگوں کو اٹھا دیا تا کہ بدری صحابہ کی وہ جماعت بیٹھ جائے، جن کو اپنی جگہ سے اٹھایا گیا ان کو یہ امر ناگوار گزرا، آنحضور ﷺ نے ان کے چہروں سے ناگواری کے آثار پہچان لئے۔

دوسری طرف منافقوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم تو کہتے ہو کہ تمہارے پیغمبر ﷺ لوگوں کے درمیان انصاف کرتے ہیں؟ خدا کی قسم! انہوں نے ان لوگوں کے درمیان انصاف نہیں کیا، دیکھو! لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے ہیں اور ان کو اپنے نبی ﷺ کے قریب بیٹھنے کا شوق بھی تھا، مگر انہوں نے اپنی مجلس سے ان کو اٹھا کر تاخیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ بٹھا دیا، اس پر اللہ جل جلالہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱۲)

شانِ نزول

حضرت مقاتل بن حیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مال داروں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آتے تھے اور بہت دیر تک آنحضور ﷺ سے سرگوشیاں کرتے رہتے، ان کے اس عمل کی وجہ سے فقراء کو حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے کا موقع نہ ملتا۔ آں حضرت ﷺ کو ان کا دیر تک بیٹھنا اور باتیں کرنا برا محسوس ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ جب سرگوشی کرو تو صدقہ کیا کرو، چنانچہ تنگ دست لوگ تو تھے ہی تہی دست مگر جو فراخ دست تھے وہ

بھی بخل سے کام لینے لگے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ بات بھاری ہوئی، اس پر بھی رخصت نازل ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن طالب فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کی ایک آیت ایسی ہے کہ نہ مجھ سے پہلے اس پر کس نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا، وہ آیت یہ ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ" میرے پاس ایک دینار (اشرفی) تھا جو میں نے بیچ دیا اور میں جب آں حضور ﷺ سے سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا یہاں تک کہ سارے دراہم ختم ہو گئے، پھر یہ آیت ایک دوسری آیت سے منسوخ ہوگئی وہ آیت یہ ہے: "ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ" (۱۳)

آیت مبارکہ

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا .... اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (۱۴. ۱۸)

شانِ نزول

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ اور مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک منافق شخص عبداللہ بن نبتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اور جو باتیں آپ ﷺ ارشاد فرماتے یہ شخص یہود کو وہ باتیں جا کر بتاتا تھا، ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے کسی حجرے میں موجود تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابھی ایک آدمی تمہارے پاس آئے گا جس کا دل جبار کے دل جیسا ہوگا اور شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا" تھوڑی دیر گزری تو عبداللہ بن نبتل آیا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا: "تم اور تمہارے ساتھی مجھے سب وشتم کیوں کرتے ہو؟ اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، تم نے ایسا کیا ہے" وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا، سب نے خدا کی قسم کھائی کہ انہوں نے آں حضور ﷺ کو گالی نہیں دی ہے، اس

پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی حجرے کے سایہ میں کھڑے تھے، آپ ﷺ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی، سایہ گھٹنا شروع ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ابھی ایک شخص تمہارے پاس آئے گا جو تمہاری طرف شیطان کی آنکھ سے دیکھے گا، جب وہ آئے تو تم اس سے بات نہ کرنا'' چنانچہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم ۔۔۔ مجھے برا بھلا کیوں کہتے ہو؟'' آپ ﷺ نے ان آدمیوں کے نام لے لے کر بلایا، وہ آدمی ان کو بلا لایا سب نے خدا کی قسم کھائی اور اپنے آپ کو بے قصور قرار دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئیں۔ (رواہ الحاکم فی صحیحہ عن الاصم)

آیت مبارکہ

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (۲۲)

شانِ نزول

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابو قحافہ[1] نے ایک دن نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زور سے ان کو طمانچہ رسید کیا کہ وہ گر گئے، پھر جب آنحضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''کیا آپ نے ایسا کیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہے اگر اس وقت میرے قریب کہیں تلوار پڑی ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] ابو قحافہ: شاید یہ ابوبکر کے والد ہوں، ان کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ القرشی التیمی ہے۔ آپ صحابی ہیں، فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اور ۱۴ھ کو وفات پائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت چند اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں اتری ہے، ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجراح، جنہوں نے احد کی لڑائی میں اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا تھا۔ (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے بدر کی لڑائی میں اپنے بیٹے کو دعوت مبارزت دی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو روک دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم اپنی جان سے ہمیں فائدہ دیتے رہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے میرے یہ کان اور آنکھیں ہیں۔'' (۳) حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر، جنہوں نے احد کی جنگ میں اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا۔ (۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنہوں نے بدر کی لڑائی میں اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ (۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب، جنہوں نے بدر کی لڑائی میں ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ کو واصل جہنم کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی میں: وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ''اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت مبارکہ

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ (۲)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، قصہ یہ ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنونضیر سے اس بات پر معاہدہ ہوا کہ نہ وہ آں حضور علیہ السلام سے جنگ وقتال کریں گے اور نہ حضور ﷺ کے ساتھ مل کر کسی سے قتال کریں گے، آپ ﷺ نے اس بات کو قبول فرمالیا۔ جب رسول

اللہ ﷺ نے بدر کی لڑائی میں مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کیا تو بنونضیر کے لوگ کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ تو وہی نبی ہے جس کی صفات تورات میں موجود ہیں، ان کو نیچا نہیں دکھایا جاسکتا، پھر احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو وہ عہد شکنی پر اتر آئے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے عداوت و دشمنی ظاہر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سب کا محاصرہ کیا اوران کو مدینہ سے جلاوطن کردینے پر معاہدہ کیا۔

حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ واقعہ بدر کے بعد کفار قریش نے یہود کو لکھا کہ تم قوت اور تعداد والے ہو اور مضبوط قلعوں کے مالک ہو یا تو تم ان صاحب سے لڑائی کرو یا پھر ہم تمہیں نکال دیں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے، جب یہ خط ان کو پہنچا تو سب نے حضور ﷺ سے لڑائی کرنے کی تجویز پر اتفاق کرلیا۔ بنونضیر نے بدعہدی پر کمر باندھ لی اور حضور علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے تیس آدمی لے کر آیئے، ہم میں سے بھی تیس صاحب علم آدمی آتے ہیں، کسی درمیان کی جگہ پر یہ سب آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو، اگر یہ لوگ آپ ﷺ کی تصدیق کردیں اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو ہم سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے تیس اصحاب کے ہمراہ اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے، ادھر سے یہود کے تیس علماء بھی آگئے، جب متعین جگہ پر سب پہنچ گئے تو یہود آپس میں کہنے لگے کہ بھلا تم ان (حضور ﷺ) تک کیسے پہنچ سکتے ہوان کے ساتھ تو تیس آدمی ہیں جن میں سے ہر ایک اس بات کا خواہش مند ہے کہ اس کی موت اس کے صاحب سے پہلے آئے؟! چنانچہ انہوں نے پھر ایک شخص کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم ساٹھ آدمی ہیں، کسی بات پر اتفاق رائے کیسے ممکن ہے؟ آپ ﷺ صرف تین آدمی لے کر آئیں اور ہماری طرف سے بھی تین علماء آئیں گے، اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو ہم سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے، چنانچہ نبی کریم ﷺ تین اصحاب کو لے آئے اور یہود کی طرف سے بھی تین آدمی آئے، ادھر یہود نے آں حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے اپنے خنجر

نکال لئے بنونضیر کی ایک خیر خواہ عورت نے اپنے بھائی کو جو مسلمان تھا اور انصاری تھا، بنو نضیر کی بدعہدی کی ساری پالیسی بتا دی، اس عورت کا وہ بھائی دوڑتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے یہود کے سارے منصوبہ سے مطلع کر دیا، چنانچہ نبی کریم ﷺ وہیں سے واپس آ گئے، اگلے دن آپ ﷺ نے لشکر لے کر ان پر چڑھائی کر دی اور ان سب کا محاصرہ کیا اور خوب لڑائی ہوئی، بالآخر حضور ﷺ نے انہیں جلاوطن کرنے کا فیصلہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسلحہ و ہتھیار کے سوا جو اسباب لے جانا چاہو تو اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ، چنانچہ انہوں نے گھر بار کا سارا اسباب حتیٰ کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لاد کر جلاوطن ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ" (البقرة: ۲۸۴)

آیت مبارکہ

﴿ما قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ﴾ (۵)

شانِ نزول

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بنونضیر کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ اپنے قلعوں میں چلے گئے اور قلعے کے دروازے بند کر لئے تو آپ ﷺ نے ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیئے اور جلا دینے کا حکم دیدیا، اس پر خدا کے دشمن بہت گھبرائے اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ تو اصلاح کے خواہش مند ہیں، پھل دار درختوں اور کھجور کے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا کیسی اصلاح ہے؟ کیا آپ پر یہ حکم اترا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرو؟ ان کی یہ باتیں آنحضور ﷺ پر گراں گزریں، مسلمان بھی سہم گئے اور انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں فساد واقع نہ ہو، اس لئے کسی نے کہا کہ آپ ﷺ یہ درخت نہ کاٹیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے ہمیں دلوائیں ہیں، کسی نے کہا کہ نہیں، بلکہ کاٹنے چاہئیں، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ درختوں کے کاٹنے سے منع کرنا بھی درست ہے اور جنہوں نے درخت کاٹ لئے ہیں انہوں نے

بھی جائز کام کیا ہے کیوں کہ کاٹنا اور نہ کاٹنا دونوں کام اللہ کے حکم سے ہوئے ہیں۔

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت جلا دیئے اور کاٹ دیئے جو درخت مقام بویرہ میں تھے، تو اس پر مذکورہ آیت اتری۔ (رواه البخاری و مسلم عن قتیبة)

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام بویرہ میں موجود بنو نضیر کے کھجور کے درخت کاٹ دیئے اور جلا دیئے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے متعلق کہتے ہیں:

وَهَانَ عَلٰی سَراة بنی لؤی حریق بالبویرة مستطیر

اور اسی کی شان میں مذکورہ آیت نازل ہوئیں۔ (رواہ مسلم عن سعید بن منصور)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی، آں حضرت ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں کھڑا ہو کر نماز ادا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح تیرے لئے مقدر کرے، اس نے کہا کہ بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے بیٹھ کر ہی مقدر کرے، پھر اس نے کہا کہ میں اس درخت کے پاس جا کر اس کو کاٹ دیتا ہوں، آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے یہی مقدر کرے کہ تو اس درخت کو کاٹے۔ پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ! آپ نے اپنی حجت کی تلقین اس طرح فرمائی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو تلقین کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اتاری۔

آیت مبارکہ

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (۹)

شانِ نزول

جعفر بن برقان، حضرت یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ انصار نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان یہ

زمین آدھی آدھی تقسیم کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین تو تمہاری ہے، اس میں شرکت نہیں، البتہ تم ان کی طرف سے محنت کا بار اٹھا لو اور پیداوار آپس میں تقسیم کرلو، انصار نے کہا کہ ہم راضی ہیں، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (۹)

شانِ نزول

ابوحازمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری آدمی کو ایک آدمی دیا، وہ انصاری آدمی اس کو اپنے ساتھ گھر لے گیا اور گھر جا کر اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ بچوں کی خوراک کے سوا کچھ نہیں ہے، اس انصاری نے کہا کہ بچوں کو یوں ہی سلا دو، جب بچے سو جائیں تو میرے پاس آ جانا اور کھانا رکھ کر چراغ بجھا دینا، اس نے ایسا ہی کیا، اور انصاری شخص اپنے مہمان کے سامنے بیٹھ گیا اور جو کچھ رکھا تھا اس کو پیش کر دیا، پھر جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ کو خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ عمل آسمان والوں کو بھی پسند آیا، پھر مذکورہ آیت اتری۔ (رواہ البخاری عن مسدد و رواہ مسلم عن ابی کریب)

محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کو کسی نے بکری کی سری ہدیہ میں بھیجی، اہلیہ نے کہا کہ میرا فلاں بھائی اور اس کے بال بچے اس کے زیادہ ضرورت مند ہیں، آپ ان کے ہاں بھیج دیں، چنانچہ انہوں نے وہ سری ان کو بھیج دی، انہوں نے بھی آگے کسی اور ضرورت مند کو دیدی، اس طرح وہ سری سات گھروں سے ہوتی ہوئی پہلے گھر میں آ گئی، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

﴿سورۃ الممتحنہ﴾

آیت مبارکہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ﴾ (۱)

شانِ نزول

مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، قصہ یہ ہوا کہ ابو عمر بن صہیب بن ہشام بن عبد مناف کی آزاد کردہ باندی سارہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو کر آئی ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ پھر کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا کہ میں بہت حاجت مند ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے، آپ مجھے کھانے کو دیں اور پہننے کیلئے کپڑا بھی دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] ارے وہ مکہ کے نوجوان کہاں ہیں؟ وہ اصل میں مغنیہ تھیں، کہنے لگی کہ جب سے بدر کا واقعہ ہوا ہے مجھ سے کسی بات کی خواہش نہیں کی گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو ترغیب دی تو انہوں نے اس عورت کو کپڑا وغیرہ اور غلہ وغیرہ دے دیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کے ہاتھ ایک خط اہل مکہ کو روانہ کیا جس میں یہ درج تھا: ''حاطب کی طرف سے اہل مکہ کے نام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر چڑھائی کا منصوبہ رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کرو'' چنانچہ سارہ وہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئیں، ادھر سے جبریل علیہ السلام نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاطب کی حرکت سے آگاہ کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، یہ سب حضرات شہسوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان سے فرمایا کہ ''روضہ خاخ (مقام) میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں وہاں ایک عورت ملے گی جو اونٹنی پر سوار ہوگی اس کے پاس ایک خط ہے جو حاطب کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہوا ہے، تم وہ خط قبضہ میں کرو اور یہاں لے آؤ اور اس عورت کو چھوڑ دینا، اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن اڑا دینا'' چنانچہ یہ سب لوگ روانہ ہوئے اور اسی جگہ میں پہنچے تو وہاں ان کو فی الواقع وہ عورت ملی، انہوں نے اس سے کہا کہ وہ خط کہاں ہے؟ اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ جب تلاشی لی گئی تو خط نہیں ملا۔ واپسی کا ارادہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! حضور ﷺ نے ہم سے جھوٹ نہیں بولا ہے، یہ کہہ کر اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اس سے کہا کہ خط نکالو ، ورنہ خدا کی قسم! میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا اور تیری گردن اڑا دوں گا، جب اس عورت نے معاملہ کی سنگینی کو دیکھا تو چٹیا سے خط نکال کر دے دیا۔ جو اس نے بالوں میں چھپایا ہوا تھا، پھر اس کو چھوڑ دیا اور خط لے کر آنحضور ﷺ کی طرف واپس ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے حاطب کو بلایا، جب حاطب حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ''یہ خط پہنچانتے ہو؟'' اس نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''تم نے یہ کام کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے آپ ﷺ سے عہد کیا ہے میں نے عہد شکنی نہیں کی اور جب سے میں اہل مکہ سے جدا ہوا ہوں میں نے ان سے محبت نہیں کی ہے، اصل میں مہاجرین میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مکہ میں کوئی نہ کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو جو مکہ میں موجود اس کے خاندان کی حفاظت کرے، صرف میں پردیسی ہوں، میرے بال بچے ان مشرکین کے درمیان میں رہتے ہیں، مجھے اپنے بال بچوں کی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان دھروں (تاکہ اس حیلہ سے میرے بال بچے محفوظ رہ سکیں) نیز مجھے اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب ضرور نازل کریں گے اور میرے اس خط سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا'' رسول اللہ ﷺ نے ان کا عذر قبول کرتے ہوئے ان کو سچا قرار دے دیا، پھر یہ سورت نازل ہوئی، نزول سورت کے بعد حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن تن سے جدا کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تجھے کیا خبر! اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی جانب جھانک کر یہ فرمایا ہو کہ جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے؟۔

محمد بن یعقوب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا کہ روضہ خاخ (حرمین کے درمیان اور مدینہ سے حمراء الاسد کے قریب ایک مقام) میں جاؤ، وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی جو اونٹنی پر سوار ہے اس کے پاس خط ہے" چنانچہ ہم وہاں پہنچے اور ہم نے اس عورت کو کہا کہ یا تو آرام سے خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار کر جامہ تلاشی لیں گے۔ اس نے فوراً چٹیا سے وہ خط نکال کر ہمارے حوالہ کر دیا، ہم وہ خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، خط کا مضمون یہ تھا: "یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے خلاف تیاریاں کر رہے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب کو بلا کر پوچھا کہ اے حاطب یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے، میری بھی سن لیجئے، میں قریش میں رہتا سہتا تھا اور خود قریشیوں میں سے نہ تھا، تمام مہاجرین کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں لیکن میرا مکہ میں کوئی رشتہ دار نہیں تھا، اس لئے میں نے چاہا کہ قریشیوں کے ساتھ کوئی احسان کروں جس سے میرے بال بچے محفوظ رہ سکیں، خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ مجھے اپنے دین میں شک ہے اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ سچ کہتا ہے" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب بدر کی لڑائی میں حاضر تھا، تجھے کیا معلوم! اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نگاہ کرم کرتے ہوئے فرمایا ہو کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے" اس پر یہ آیت نازل ہوئیں۔ (رواہ البخاری عن حمید و رواہ مسلم عن ابی بکر بن ابی شیبۃ)

آیت مبارکہ

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ (۴)

شانِ نزول

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے جو رشتہ دار مشرک ہیں ان سے عداوت رکھنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام اسوۂ حسنہ ہیں اس سلسلہ میں ان کی اقتداء اور پیروی کرو۔ جب یہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے مشرک رشتہ داروں سے اللہ کی خاطر عداوت و دشمنی شروع کر دی اور ان سے بیزاری کا اعلان واظہار کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مسلمانوں کی شدت غم کو دیکھا تو یہ آیت نازل فرمائی: ''عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً'' اس کے بعد بہت سے مشرک، مسلمان ہو کر ان کے دوست اور بھائی بن گئے اور ان کے آپس میں میل ملاپ اور نکاح وغیرہ ہونے لگے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ام حبیبہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا، ابوسفیان بھی نرم گوشہ ہو گئے اور کہا کہ اس جوان کو نیچا دکھانا ممکن نہیں ہے۔

حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالعزی کی بیٹی قتیلہ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہدیے تحفے لے کر آئی جس میں گھی، پنیر وغیرہ اشیاء تھیں، اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان تحائف کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے پاس بھی نہیں گئیں، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو یہ آیت

---

[1] ام حبیبہ: ابوسفیان صخر بن حرب کی بیٹی ہیں، امہات المؤمنین میں سے ایک ہیں، بیٹی حبیبہ بنت عبید اللہ بن جحش کے نام پر ام حبیبہ کنیت ہے، آپ سابقین اسلام میں سے ہیں، حبشہ کی طرف اپنے شوہر عبید اللہ کے ساتھ ہجرت کی، پھر عبید اللہ حبشہ ہی میں نصرانی ہو گئے اور وہیں نصرانی حالت ہی میں فوت ہوئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ ام حبیبہ کی وفات ۴۴ھ کو ہوئی۔ دیکھئے اسد الغابۃ: ۶/ ۳۱۵، ۳۱۶۔

نازل ہوئی: ''لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ'' (۸) چنانچہ ان کے پاس گئیں اور انکے تحائف قبول کئے۔ (رواہ الحاکم فی صحیحہ عن ابی العباس السیاری)

آیت مبارکہ

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ﴾ (۱۰)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ مصالحت کی کہ اگر اہل مکہ میں سے کوئی شخص آپ کے پاس آئے گا تو آپ اس کو ان کی طرف واپس بھیجیں گے اور آپ کے اصحاب میں سے کوئی مکہ آئے گا تو وہ اہل مکہ کا ہوگا (واپس نہیں کیا جائے گا) یہ معاہدہ لکھا گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی۔ جب معاہدہ لکھا جا چکا تو سبیعہ بنت حارث اسلمیہ مکہ سے آئی۔ حضور ﷺ اس وقت حدیبیہ میں تھے، سبیعہ کے خاوند جو کہ کافر تھے آ کر کہنے لگے اے محمد! میری بیوی کو میرے حوالہ کر دیں کیوں کہ آپ سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس آئے گا تو آپ اس کو ہمارے حوالہ کریں گے اور یہ معاہدہ ابھی تازہ ہی ہوا، اس کی لکھائی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو وہ ولید بن عبدالملک کے صاحب ابن ہند کو ایک خط لکھ رہے تھے جس میں آیت مذکورہ کے بارے میں پوچھا گیا تھا، (راوی) کہتے ہیں کہ انہوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریشیوں سے معاہدہ کیا تھا کہ ان کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آئے گا آپ ﷺ اس کو واپس بھیجیں گے، جب عورتوں نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ ان عورتوں کو واپس مشرکین کے حوالہ کر دیا جائے جب کہ وہ آزمائی گئی ہوں، ان عورتوں کی ہجرت سے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ عورتیں

اپنے مہر وغیرہ اپنے خاوندوں کے حوالہ کر کے صرف اسلام کی رغبت اور محبت میں یہاں آئی ہیں ان کی ہجرت کی اور کوئی وجہ نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ان کے حوالہ کر دیا لیکن عورت کو اپنے پاس ہی رکھا، ان کو حوالہ نہیں کیا۔

آیت مبارکہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ﴾ (۱۳)

شانِ نزول

یہ آیت ان فقرائے مسلمین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہود کو مسلمانوں کی خبروں سے مطلع کرتے تھے اور ان سے میل ملاپ رکھتے تھے اس طرح ان کو یہود کی طرف سے پھل وغیرہ ملتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو اس حرکت سے منع کیا ہے۔

﴿سورۃ الصف﴾

آیت مبارکہ

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (۱)

شانِ نزول

ابو سلمہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت بیٹھی تھی کہ بعض کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے تو ہم اس کو ضرور بجا لائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی سورت کے آخر تک۔ پھر آں حضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

آیت مبارکہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (۲)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ مسلمان کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اپنے مال اور اپنی جانیں اس میں لگا دیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور بتایا کہ: ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِہٖ صَفًّا'' الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بڑے محبوب ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں'' ایک دن قتال کی نوبت آئی اور آزمائش آن پڑی تو پشت پھیر کر بھاگ نکلے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ''.

﴿سورۃ الجمعۃ﴾

آیت مبارکہ

﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْلَھْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا﴾ (۱۱)

شانِ نزول

ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، سامان تجارت لئے ہوئے اونٹ آئے۔ صرف بارہ آدمی مسجد میں موجود رہے باقی سب اس قافلہ کی طرف نکل پڑے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (رواہ البخاری عن حفص بن عمر)

سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کچھ اونٹ غلہ سے لدے ہوئے گزرے، اس کو دیکھ کر بارہ آدمیوں کے سوا باقی سب لوگ اس کی طرف نکل پڑے، اس پر آیت جمعہ نازل ہوئی۔ (رواہ مسلم عن اسحاق بن ابراہیم)

مفسرین رقم طراز ہیں کہ اہل مدینہ بھوک افلاس اور اشیاء ضرورت کی گرانی میں

مبتلا تھے کہ دحیہ بن خلیفہ الکلبی[1] ملک شام کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ آئے اور طبل بجایا گیا تا کہ لوگوں کو ان کے آنے کی اطلاع ہو، اس وقت رسول کریم ﷺ خطبہ جمعہ دے رہے تھے تو لوگ اس طرف دوڑ پڑے، مسجد میں بارہ اشخاص کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا، ان بارہ آدمیوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، پھر آیت مذکورہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر تم سب یکے بعد دیگرے چلے جاتے اور کوئی بھی باقی نہ رہتا تو اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کی وادی میں جھونک دیتا''۔

سورۃ المنافقون

حضرت ابوسعید الازدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ تھے، ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی لوگ بھی تھے، ہم پانی کی جگہ پر پہلے پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور وہ دیہاتی لوگ ہم سے پہلے پہنچنا چاہتے تھے، ایک دن ایک دیہاتی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض کو بھر لیا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ لئے اور اوپر سے چمڑا ڈال دیا، ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا تو اس دیہاتی نے روکا، انصاری نے پلانے پر زور دیا تو اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، یہ چونکہ عبداللہ بن ابی (منافقوں کے سردار) کا ساتھی تھا اس لئے سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا، عبداللہ بن ابی کو غصہ آیا، کہنے لگا کہ جو لوگ رسول ﷺ کے پاس جمع ہیں تم ان پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ خود ہی منتشر ہو جائیں،

---

[1] نام دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امری القیس بن خزرج بن عامر الکلبی ہے، صحابی رسول ﷺ ہیں، احد اور بعد کے تمام غزوات میں برسر پیکار ہے، جبریل علیہ السلام ان کی صورت وشکل میں آجایا کرتے تھے، آنحضور ﷺ نے ان کو قیصر روم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا یہ ۶ ھ کی بات ہے، قیصر روم نے ایمان قبول کر لیا تھا۔

پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب تم مدینہ واپس جاؤ تو باعزت لوگ، ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں، زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ردیف تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ بات کہتے ہوئے خود سنا تھا اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جا کر بتا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری تکذیب کر دی، میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا کہ میرا نہیں خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے ناراض ہوں گے اور سب مسلمان تمہاری تکذیب کریں گے، مجھ پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جو شاید کسی پر کبھی نہ ٹوٹا ہو، دریں اثناء کہ میں سر جھکائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلا جا رہا تھا کہ کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے، میرا کان پکڑا اور مسکرا کر چل دیئے، اس سے مجھے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ ساری دنیا مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ المنافقون تلاوت فرمائی یعنی آیت نمبر ا سے آیت نمبر ۸ تک کی آیات تلاوت فرمائیں۔

مفسرین اور مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ بنی المصطلق کا واقعہ ہے، اس غزوہ کے موقع پر پانی کی ایک جگہ پر قیام تھا جس کا نام ''مریسیع'' تھا، وہاں حضرت جھجاہ بن سعید اور حضرت سنان بن یزید الجھنی کا پانی کے ازدحام پر کچھ جھگڑا ہو گیا، جھجاہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر تھے جن کا تعلق بنو غفار سے تھا اور سنان الجھنی بنو عوف کے حلیف تھے، دونوں میں نزاع بڑھا تو سنان جھنی نے انصار کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جھجاہ نے مہاجرین کو، اتنے میں (منافقین کا سردار) عبداللہ بن ابی آ گیا، اس کے بیٹے نے آگے آنے سے روکا تو عبداللہ بن ابی نے اندر آنے کی کوشش کی، اس کے بیٹے نے کہا کہ تم یہاں نہیں آ سکتے الا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں اجازت دے دیں، ابن ابی نے کہا کہ آج معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے اور ذلیل کون ہے؟ پھر وہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اپنے بیٹے کی شکایت کی، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کو اندر آنے دو، جب پیغام پہنچا تو اس نے کہا کہ اب جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم آ گیا ہے اس لئے مجھے کوئی انکار نہیں، چنانچہ وہ داخل ہوا،

پھر جب یہ سورت نازل ہوئی اور اس کا کذب آشکارا ہوا تو کسی نے اس سے کہا کہ اے ابوحباب! تمہارے متعلق بہت سخت آیتیں اتری ہیں، تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تا کہ وہ تمہارے لئے دعا مغفرت کریں تو اس نے اپنی گردن موڑ لی۔ ان آیات کا یہی مفہوم ہے: "وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ" (۵)۔

سورۃ التغابن

آیت مبارکہ

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ﴾ (۱۴)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ کا اگر کوئی شخص مسلمان ہوتا اور ہجرت کا ارادہ کرتا تو اس کے اہل وعیال اس کو روکتے اور کہتے کہ ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ تم اپنے اہل وعیال اور خاندان کو چھوڑ کر مدینہ میں مال واولاد کے بغیر نہ جاؤ، بعض ان کی باتوں میں آ کر نرم دل ہو جاتے اور پسیج جاتے اور مکہ ہی میں ٹھہر جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت اسماعیل بن ابی خالد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اس کے گھر کے افراد اور بیٹے اس کو برا بھلا کہتے، اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جن حضرات کو ان کے اہل وعیال نے ہجرت سے روکا تھا جب وہ ہجرت کر کے حاضر خدمت ہوئے اور دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے خوب علم دین حاصل کر لیا ہے تو ان کا ارادہ ہوا کہ اپنے اہل وعیال کو سزا دیں جنہوں نے ہجرت سے ان کو روکا تھا، اس پر اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت اتاری: وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (۱۴)

﴿سورۃ الطلاق﴾

آیتِ مبارکہ

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ (۲)

شانِ نزول

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلاق سے رجوع کرلیں کیوں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت روزے دار اور شب بیدار خاتون ہیں اور وہ آپ ﷺ کی جنت کی بیویوں میں سے ایک بیوی ہیں۔

امام سدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اب رجوع کرلیں اور اپنے پاس رکھیں پھر حالت طہر کے بعد دوبارہ حیض آئے اور پھر طاہرہ ہو جائے تو جی چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دے دینا، یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

حضرت نافع رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی تھی رسول اللہ ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رجوع کر کے اپنے پاس روکے رکھو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اور پھر دوبارہ حیض آئے پھر اس حیض سے پاک ہونے تک اس کو چھوڑے رکھے، پھر حالت طہر میں طلاق دینا چاہے تو طلاق دے لیکن جماع سے پہلے،

یہ وہ ''عدت'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دینی چاہئے۔

آیت مبارکہ

﴿وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (۲، ۳)

شانِ نزول

یہ آیت حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وجہ یہ ہوئی کہ مشرکین نے ان کے بیٹے (حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قید کرلیا تھا، عوف بن مالک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور عرض کیا کہ دشمنوں نے میرے بیٹے کو پکڑ کر گرفتار کرلیا ہے اس کی ماں بڑی پریشان ہے، آپ ﷺ اس سلسلہ میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اور میں تجھے اور تیری بیوی کو "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کثرت سے پڑھنے کا حکم دیتا ہوں" حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر واپس آئے اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور تجھے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کثرت سے پڑھنے کا حکم دیا ہے، بیوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے کیا ہی اچھا کلمہ پڑھنے کا ہمیں حکم دیا ہے، چنانچہ وہ دونوں یہ کلمہ پڑھتے رہے، ایک روز دشمن ان کے بیٹے سے غافل ہوئے تو وہ (بیٹا، سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ریوڑ ہانک لایا اور اپنے والد کے پاس پہنچ یا اس ریوڑ میں چار ہزار بکریاں تھیں، اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت "وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" اشجع قبیلہ کے ایک فقیر آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو تنگ دست ہونے کے ساتھ بہت عیال دار تھا، آں حضرت ﷺ کی خدمت

---

[1] آپ نے سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شرکت کی، فتح مکہ کے دن اشجع قبیلہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، شام میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، ۷۳ھ کو بمقام دمشق وفات پائی۔

میں حاضر ہوکر جو سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اتق اللہ و اصبر" یعنی خدا کا خوف کرو اور صبر کرو، جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا تو ساتھیوں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے کیا چیز دی؟ اس نے کہا کہ کوئی چیز تو نہیں دی البتہ یہ فرمایا ہے کہ خدا سے ڈرو اور صبر اختیار کرو، کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کا بیٹا بکریوں کا ریوڑ لے کر آیا جو اس کو دشمن سے ہاتھ لگی تھیں، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بتایا اور ان بکریوں کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس سے نپٹنے کا امر فرمایا۔

آیت مبارکہ

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ﴾ (۴)

شانِ نزول

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ" (۲۲۸) تو خلاد بن نعمان بن قیس الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر ان عورتوں کی کیا عدت ہوگی جن کو حیض آتا ہے اور جن کو نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت کیا ہوگی؟ اس پر یہ آیت اتری۔

ابوعثمان عمرو بن سالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ البقرہ میں مطلقہ اور اس عورت کی عدت کا حکم نازل ہوا جس کا خاوند فوت ہو جائے تو حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مدینہ کی عورتیں کہتی ہیں کہ کچھ عورتیں ذکر سے رہ گئی ہیں یعنی بعض عورتوں کی عدت کا ذکر نہیں آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کن عورتوں کا؟ حضرت ابی نے کہا کہ صغار اور کبار اور حاملہ عورتوں کی عدت کا ذکر نہیں ہوا؟ اس پر یہ آیت: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ" الآیۃ نازل ہوئی۔

﴿سورۃ التحریم﴾

آیت مبارکہ

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن حضرت حفصہ کے گھر میں اپنی ام ولد حضرت ماریہ[1] کے ساتھ صحبت فرمائی تھی، اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ نے میرے گھر میں کیوں صحبت کی ہے؟ آپ نے باقی بیویوں کو چھوڑ کر صرف میری ہی عزت مجروح کرنے کے لئے ایسا کام کیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا ''اگر میں دوبارہ ان سے قربت کروں تو وہ مجھ پر حرام ہے اور اس بات کا ذکر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہ کرنا''۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ تو آپ کی باندی ہیں وہ آپ ﷺ پر کیسے حرام ہو سکتی ہے! (بہر حال! حضور ﷺ نے قربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا، لیکن انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سارا ماجرا بتایا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس جانے سے انکار کر دیا، چنانچہ آپ ﷺ انتیس راتوں تک ان سے جدا رہے، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عروہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

[1] یہ ماریہ قبطیہ ہیں، آنحضور ﷺ کی آزاد کردہ باندی، ابراہیم کی والدہ، اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دی تھی، اس کے ساتھ ان کی بہن سیرین، ریشمی کپڑوں کا جوڑا اور خچر وغیرہ بھی تھا حضرت ماریہ قبطیہ کی وفات خلافت فاروقی کے دور میں ۱۶ھ کو ہوئی۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول شریف تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیویوں کے پاس خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے تھے، آپ ﷺ کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا، ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے، مجھے علم ہوا تو میں نے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی کسی عورت نے شہد کی کپی ان کو ہدیہ میں دی تھی جس میں سے آں حضرت ﷺ نے کچھ نوش فرمایا ہے، میں نے (دل میں) کہا کہ میں بھی ضرور کوئی تدبیر کروں گی، چنانچہ میں نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ زمعہ سے کہا کہ آں حضور ﷺ تمہارے پاس آئیں تو تم کہنا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ (مغافیر ایک گوند کی قسم ہے جو بدبودار ہوتی ہے)، حضور ﷺ اگر کہیں کہ نہیں، بلکہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شہد کا شربت پلایا ہے تو تم کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھی، عرفط (نامی درخت) پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو، میں بھی یہی بات کہوں گی اور اے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تم بھی یہی بات کہنا، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آں حضرت ﷺ تشریف لے آئے، وہ کہتی ہیں کہ میں جلدی سے وہ بات کہنے والی تھی کہ پھر رک گئی، پھر جب آں حضور ﷺ ان کے قریب آئے تو سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ پھر یہ کیسی بدبو سی محسوس ہو رہی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اصل میں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھی عرفط (درخت) پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوس لیا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر جب آں حضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا، پھر جب آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی بات کہی، پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس پہنچے تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں آپ ﷺ کو وہ شہد

پلاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ سبحان اللہ! ہم نے تو اس کو حرام ہی کر دیا! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ خاموش رہو۔ (رواہ البخاری عن فرقہ و رواہ مسلم عن سوید بن سعید)

ابن ابی ملکیہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ کے یمن میں ننھیال تھے جو ان کو شہد بھیج دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی باری کے دن علاوہ آتے اور شہد نوش فرماتے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری ازواج مطہرات کی خبر گیری رکھا کرتی تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا کہ حضور ﷺ کو دیکھو، آپ نے تو معمول ہی بنالیا ہے کہ باری کے دن کے علاوہ بھی اس کے پاس جا کر شہد نوش کرتے ہیں! جب حضور ﷺ تمہارے پاس آئیں تو تم اپنی ناک پکڑ لینا، جب پوچھیں کہ کیا بات ہے؟ تو کہہ دینا کہ آپ ﷺ سے بدبو محسوس ہو رہی ہے، معلوم نہیں یہ کیسی بدبو ہے؟ میرے پاس آئیں گے تو میں بھی یہی بات کہوں گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے اپنی ناک پکڑ لی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ سے کوئی بدبوسی آ رہی ہے، مجھے تو مغافیر لگتی ہے، آں حضور ﷺ کو اچھی خوشبو پسند تھی، پھر جب دوسری زوجہ مطہرہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی بات فلاں زوجہ نے بھی کہی، یہ کوئی چیز تھی جو میں نے سودہ کے گھر میں نوش کی تھی، خدا کی قسم ہے میں اس کو کبھی نہیں چکھوں گا''۔ ابن ابی ملکیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ (۴)

شانِ نزول

عبید اللہ بن عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن ام ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس پایا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ضرور بتاؤں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر میں اس سے قربت کروں تو یہ مجھ پر حرام ہے'' لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات سے باخبر کر دیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی باتیں بتائیں، یہ کہنے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علیم وخبیر نے بتایا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی ازواج سے ایلاء (قریب نہ جانے کی قسم) کرلیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ الملک

آیت مبارکہ

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ﴾ (۱۳)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے تھے، جبریل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تمام باتوں سے باخبر کر دیا، مشرکین آپس میں کہتے تھے کہ آہستہ بات کرو کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ سن لیں۔

﴿سورۃ القلم﴾

آیت مبارکہ

﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (۴)

شانِ نزول

حضرت عروہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوش اخلاق کوئی نہ تھا، جب بھی کسی صحابی یا گھر کے کسی فرد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبیک کہا، اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (۵۱)

شانِ نزول

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار مکہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر لگانے کا مذموم ارادہ کیا تھا، چنانچہ قریش کی قوم نے دیکھ کر کہا کہ ہم نے ان جیسا آدمی اور ان جیسی ابرو والا شخص نہیں دیکھا، بنواسد میں نظر لگنا مشہور تھا، یہاں تک کہ فربہ اونٹنی اور گائے کسی کے پاس سے گزرتی اور کہنے والا کہتا: ''یاجاریة خذی المکتل والدرھم فاتینا بلحم من لحم ھذہ'' تو وہ جانور فوراً مر جاتا اور پھر اس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔

امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص تھا جو دو یا تین دن تک کچھ نہ کھاتا تھا پھر پردے سے باہر آتا اور بکریوں کا ریوڑ گزر رہا ہوتا اور وہ یہ کہتا کہ آج اس ریوڑ سے زیادہ اچھا نہ اونٹ چرا ہے اور نہ کوئی بکری تو وہ ریوڑ زیادہ دور نہ جاتا کہ کچھ بکریاں گر جاتیں اور وہیں مر جاتیں، کفار مکہ نے اس آدمی سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسی نظر بد لگائے، چنانچہ

اس نے خوب کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿سورۃ الحاقۃ﴾

آیت مبارکہ

﴿وَ تَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ (۱۲)

شانِ نزول

صالح بن ہشیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قریب کروں اور تجھے دور نہ کروں اور یہ کہ میں تجھے علم دوں اور تو یاد رکھے اور اللہ پر یہ حق ہے کہ تو یاد رکھے، پھر مذکورہ آیت اتری۔

﴿سورۃ المعارج﴾

آیت مبارکہ

﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ (۱)

شانِ نزول

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ دین سچا ہے اور تیری طرف سے ہے (تو آسمان سے پتھروں کی بارش کردے) اس نے اپنے لئے بددعا کی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو اس کی فرمائش پر بدر کی لڑائی میں اس پر عذاب اترا کہ وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا اور مذکورہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی۔

آیت مبارکہ

﴿اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ۝ کَلَّا﴾ (۳۸، ۳۹)

شانِ نزول

مفسرین لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ، آنحضرت ﷺ کے ارد گرد جمع ہو کر آپ ﷺ کے ارشادات سنتے تھے لیکن ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ان ارشادات کی تکذیب کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوئے تو ہم ان سے پہلے داخل ہوں گے اور ان سے زیادہ ہمیں جنت کی نعمتیں ملیں گی، اس پر یہ آیت اتری۔

﴿سورۃ المدثر﴾

ابو سلمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ماہ تک غار حراء میں خلوت گزیں اور معتکف تھا، جب میری خلوت گزینی اور اعتکاف کی مدت پوری ہوئی اور میں پہاڑ سے اتر کر وادی میں آیا تو اچانک (میرے کانوں میں) آواز آئی کہ کوئی مجھے مخاطب کر رہا ہے، میں نے دائیں طرف (مڑ کر) دیکھا لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی، بائیں طرف دیکھا تو ادھر بھی کوئی چیز نظر نہیں آئی، پیچھے کی طرف نظر کی تو ادھر بھی کوئی دکھائی نہیں دیا، پھر مجھے آواز آئی تو میں نے اوپر نظر اٹھائی تو مجھے فضاء میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے جبریل علیہ السلام نظر آئے (میں خوف کے مارے کانپتا ہوا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا، اور میں نے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، چنانچہ انہوں نے مجھ پر پانی ڈالا، اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں، "یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ" (۱-۴) (رواہ زهیر بن حرب عن الولید بن مسلم عن الأوزاعی)

آیت مبارکہ

﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾ (۱۱)

شانِ نزول

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فرماتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کے سامنے دل سوز انداز میں قرآنکی تلاوت فرمائی جس کا اس پر بہت اثر ہوا، یہ بات ابوجہل کو پہنچ گئی، ابوجہل نے اس سے کہا کہ ارے چچا! آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے کیوں کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اس غرض کے لئے گئے ہو، ولید نے کہا کہ تمام قریش والے جانتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، ابوجہل نے کہا کہ پھر تم ان کے حق میں ایسی بات کہو جس سے تمہاری قوم کو معلوم ہو کہ تم ان سے نفرت کرتے ہو اور ان کا انکار کرتے ہو، ولید نے کہا کہ میں کیا بات کہوں؟ خدا شاہد ہے کہ تم میں سے کوئی میرے برابر کا شاعر نہیں ہے اور نہ ہی رجز اور قصیدہ گوئی میں زیادہ مہارت رکھتا ہے اور خدا گواہ ہے کہ اس کی بات ان میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے، خدا کی قسم ان کے کلام میں حلاوت اور شیرینی ہے، اس کا اوپر کا حصہ ثمر بار اور نچلا حصہ خوشہ دار ہے اور وہ غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا، ابوجہل نے کہا کہ تمہاری قوم تم سے خوش نہیں ہوگی جب تک کہ تم ان کے حق میں کچھ نہ کہدو، ولید نے کہا کہ اچھا! مجھے سوچنے کا موقع دو چنانچہ ولید نے کہا کہ یہ جادو ہے اور کچھ نہیں جو دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے، اس پر مذکورہ تمام آیات نازل ہوئیں۔

امام مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، قریش کو خیال ہوا کہ کہیں یہ مسلمان نہ ہو جائیں چنانچہ ابوجہل نے اس سے کہا کہ قریش کا خیال ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ابوقحافہ کے بیٹے کے پاس اس لئے جاتے ہو تا کہ تمہیں ان کے پاس کچھ کھانے کو مل جائے؟! ولید نے قریش سے کہا کہ تم حسب ونسب والے اور عقلمند ہو تم محمد کو مجنون کہتے ہو، ذرا یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم نے ان کو کہانت والا عمل کرتے ہوئے پایا ہے؟ سب نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ نہیں، ولید نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ وہ شاعر ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کبھی تم نے ان کو شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا، پھر ولید نے کہا کہ تم ان کو کذاب بھی کہتے ہو، کیا تم نے کبھی ان کی کوئی بات جھوٹی پائی ہے؟ سب نے

بیک زباں ہو کر کہا کہ نہیں، پھر قریش نے ولید سے پوچھا کہ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ہیں؟ ولید نے سوچ کر کہا کہ وہ جادوگر ہے اور اس کا کلام جادو ہے، ان آیات کا یہی مطلب ہے: اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ .... اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ"

﴿سورۃ القیامۃ﴾

آیت مبارکہ

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ (۳)

شانِ نزول

یہ آیت عمر بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھے قیامت کے دن کے بارے میں بتایئے کہ وہ کب واقع ہوگی اور اس کے کیا حال واحوال ہوں گے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قیامت کے دن کی کیفیت بتائی تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر میں قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لوں تو آپ کی تصدیق نہیں کروں گا اور اس پر ایمان نہیں لاؤں گا، کیا خدا ان ہڈیوں کو پھر سے اکٹھا کرے گا؟ اس پر مذکورہ آیت اتری۔

﴿سورۃ الدہر﴾

آیت مبارکہ

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا﴾ (۸)

شانِ نزول

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے ایک مرتبہ چند جو کے

عوض ساری رات کھجور کے درختوں کو پانی دیا، جب صبح ہوئی تو جو کے وہ دانے لئے اور ایک تہائی پیس لئے اور پھر اس کا کچھ حصہ خزیرہ بنانے کیلئے رکھ لیا تا کہ اس کو کھائیں، جب خزیرہ تیار ہوگیا تو ایک مسکین آیا، آپ نے وہ کھانا اس کو دے دیا، پھر دوسرا تہائی تیار کیا، جب وہ تیار ہوا تو ایک یتیم آ گیا اور اس نے سوال کیا، آپ نے وہ کھانا اس کو دیدیا، پھر آخری تہائی تیار کیا، جب وہ تیار ہوگیا تو ایک مشرک اسیر آیا، آپ نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا اور خود بھوکے رہے، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

سورۃ عبس

آیت مبارکہ

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰی O اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی﴾ (۱، ۲)

شانِ نزول

یہ آیت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، قصہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زعماء مشرکین جن میں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب اور امیہ بن خلف اور ابی بن خلف وغیرہ شامل تھے کو دعوت توحید دے رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مسلمان ہو جانے کی امید تھی کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات مجھے بھی تلقین کریں، ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار کہتے رہے، انہیں معلوم نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور کی طرف متوجہ ہیں اور مصروف ہیں، ان کی قطع کلامی کے سبب چہرہ اقدس پر آثار ناگواری نمایاں ہونے لگے، دل میں کہا کہ یہ عمائدین کہیں گے کہ ان کے پیروکار اندھے اور غلام اور کم درجہ لوگ ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیں بجبیں ہوئے اور جن سے محو گفتگو تھے ان ہی کی طرف متوجہ رہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ ان آیات کے نزول کے

بعد آنحضرت ﷺ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا اکرام فرمایا کرتے تھے، جب آپ ﷺ ان کو دیکھتے تو فرماتے، "مرحباً بمن عاتبنی فیه ربّی" یعنی خوش آمدید اس کو جس کے سبب میرے رب نے مجھے عتاب کیا۔

حضرت علی ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ایک نابینا صحابی تھے، حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! مجھ سے کوئی ارشاد فرمایئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس مشرکین کے بڑے بڑے سردار موجود تھے، حضور ﷺ ان سے اعراض کرنے لگے اور دوسروں کی طرف ہی متوجہ رہے، اس پر مذکورہ آیت اتری۔

آیت مبارکہ

﴿لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (۳۷)

شانِ نزول

حضرت عائذ ابن شریح الکذی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمارا حشر برہنہ حالت میں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ پھر تو ایک دوسرے کی شرمگاہیں نظر آئیں گی؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ التکویر

آیت مبارکہ

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۲۹)

شانِ نزول

سلمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: "لِمَنْ شَآءَ مِنكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ" (۲۸) تو ابوجہل نے کہا کہ ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ ہم استقامت دکھائیں یا نہ دکھائیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سورۃ المطففین﴾

آیت مبارکہ

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے ناپ تول صحیح کرلیا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ[۱] فرماتے ہیں کہ مدین کے تاجر حضرات کم تولتے تھے، ان کے معاملات قماز بازی، بیع منابذہ، ملامسہ اور مخاطرہ کی طرح تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، چنانچہ رسول کریم ﷺ بازار کی طرف نکلے اور مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔

امام سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ابوجھینہ نامی ایک آدمی تھا، اس کے پاس دو صاع (پیمانہ) تھے وہ شخص ایک سے ناپ کر دیتا تھا اور دوسرے سے ناپ کر لیتا تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اتاری۔

---

[۱] قرطبی: آپ کا نام احمد بن عمر بن ابراہیم الانصاری ہے اور کنیت ابو العباس، وفات ۶۵۶ھ کو ہوئی، آپ ائمہ حدیث میں سے ہیں اور فقہ مالکی کے امام وفقیہ ہیں، ابن المزین کے لقب سے معروف ہیں، اسکندریہ میں مدرس تھے، یہیں وفات ہوئی، پیدائش قرطبہ میں ہوئی، "المفہم لما اشکل من تلخیص مسلم" آپ کی مشہور کتاب ہے دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ: ۲۱۳/۱۳، نیز نفح الطیب: ۶۴۳/۲۔

﴿سورۃ والطارق﴾

آیت مبارکہ

﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾ (۱.۳)

شانِ نزول

یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس روٹی اور دودھ لے کر آئے، دریں اثناء کہ وہ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا جس سے وہ پانی بن کر آگ کی طرح چمکا۔ ابو طالب نے گھبرا کر کہا کہ یہ کیا چیز تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستارہ ہے، جو کسی (شیطان) کو مارا گیا اور وہ خدا تعالیٰ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، یہ سن کر ابو طالب ششدر رہ گئے، اس پر مذکورہ آیات کا نزول ہوا۔

﴿سورۃ واللیل﴾

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا، ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک فقیر آدمی کے گھر میں پڑتی تھیں وہ بے چارہ غریب اور عیال دار تھا، باغ کا مالک جب کھجوریں اتارنے کے لئے اس درخت پر چڑھتا تو اس درخت سے جو کھجوریں نیچے گرتیں ان کو اس غریب آدمی کے بچے چن لیتے اور اٹھا لیتے، باغ کا مالک درخت سے نیچے اتر کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچہ نے منہ میں ڈال لی ہوتی تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکال لیتا، اس غریب آدمی نے رسول پاک ﷺ سے اس بات کی شکایت کی کہ اسے باغ کے مالک کی طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کہ اچھا! تم جاؤ، آپ ﷺ اس باغ کے مالک سے ملے اور فرمایا کہ ''تم مجھے اپنا وہ درخت خرما دے دو جس کی شاخیں فلاں کے گھر میں لٹکتی ہیں اور اس کے بدلے میں جنت کے کھجور کے درخت لے لو'' اس نے کہا کہ میرے پاس کھجور کے بہت سے درخت ہیں مگر مجھے اس درخت کی کھجوریں بہت پسند ہیں، پھر وہ آدمی چلا گیا، پھر آپ ﷺ کی ملاقات ایک اور آدمی سے ہوئی جن کا نام ابن الدحداح تھا جو رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کو سن رہا تھا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں وہ درخت اس آدمی سے لے لوں تو کیا آپ ﷺ مجھے اس کے بدلے میں جنت کے کھجور کے درخت دلائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، چنانچہ وہ آدمی باغ کے مالک سے ملا اور اس سے بھاؤ تاؤ کیا تو اس نے کہا کہ جانتے ہو کہ محمد ﷺ اس کے بدلے میں جنت کے کھجور کے درخت دے رہے تھے، مگر میں نے کہا کہ مجھے تو اس درخت کا پھل بہت پسند ہے، پھر اس کو کسی دوسرے شخص نے کہا کہ تمہارا ارادہ بیچنے کا ہے، یا نہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں، ہاں اگر مجھے منہ مانگی قیمت کوئی دے تو؟ اس نے پوچھا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ اس نے کہا کہ چالیس کھجور کے درخت، اس شخص نے کہا کہ یہ تو بہت بڑی قیمت ہے کہ ایک درخت جس کی شاخیں دوسرے گھر میں جھکی ہوئی ہیں، اس کے عوض چالیس کھجور کے درخت! یہ بات کہہ کر وہ شخص خاموش ہو گیا، پھر اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں تجھے چالیس کھجور کے درخت دینے کو تیار ہوں، لیکن اس پر گواہ کرلو، کچھ لوگ وہاں سے گزر رہے تھے، اس آدمی نے ان کو بلایا اور چالیس کھجور کے درخت پر ان کو گواہ بنایا (جب اس آدمی نے چالیس کھجور کے درختوں کے عوض اس کا درخت خرید لیا تو) پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! وہ درخت میری ملکیت میں آچکا ہے، پس وہ درخت اب آپ ﷺ کا ہے، رسول اللہ ﷺ گھر کے مالک (غریب آدمی) کے پاس گئے اور اس سے فرمایا، ''کھجور کا یہ درخت اب تیرا اور تیرے بال بچوں کا ہے'' اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ''وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى'' (۱-۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یمنی چادر اور دس اوقیہ چاندی کے عوض خرید کر آزاد کیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں یعنی "وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ...... اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی" اس سے مراد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیہ بن خلف کی سعی ہے۔

آیت مبارکہ

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیO وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾ (۵، ۶)

شانِ نزول

ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ جنت کا یا جہنم کا لکھ دیا گیا ہے" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا پھر ہم بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر شخص کو آسانی دی گئی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ آیات (۵۔۷) تلاوت فرمائیں۔

(رواہ البخاری عن ابی نعیم عن الاعمش و رواہ مسلم عن ابی زھیر بن حرب)

حضرت عامر بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھر کے کسی فرد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابوقحافہ نے اپنے بیٹے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ بیٹے! میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم (ضعیف قسم کے غلام آزاد کرتے رہتے ہو، اگر تم نے ایسا کرنا ہی ہے تو طاقتور قسم کے لوگ آزاد کرو جو تمہارے کام بھی آئیں اور دشمنوں سے لڑسکیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابا جان! میں بس کسی مقصد (رضائے الٰہی) کے لئے ایسا کرتا ہوں، مذکورہ آیات حضرت ابوبکر اور ان کے والد کے قول کے متعلق نازل ہوئیں۔

ایک شخص نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسرِ منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کردیتے تھے، اس پر ان کے والد نے کہا کہ بیٹے! تمہیں چاہئے کہ تم ایسے غلام خرید کرو جو تمہاری

پشت پناہی کریں اور دشمن کے مقابلہ کے وقت تمہاری مدد کریں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا مقصود اپنی پشت پناہی نہیں ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے) اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى ○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى" (۱۷۔۱۸) سورت کے آخر تک۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہونے کے بعد بت خانہ میں گئے اور بتوں پر نجاست ڈال دی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے مشرکین نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے مشرکین کو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے ساتھ سو اونٹ ہبہ کر دیئے کہ ان کو اپنے معبودوں کے نام ذبح کرلو، مشرکین نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا اور تپتی ریت اور جلتے پتھروں پر ڈال کر خوب تکلیفیں دینا شروع کر دیں حضرت بلال اَحَد، اَحَد کہہ رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ اَحَد اَحَد کہنا تجھے نجات دے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ بلال کو اللہ کی خاطر تکلیف دی جا رہی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رطل سونا بیچ کر حضرت بلال کو خرید کیا، اس پر مشرکین نے کہا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی احسان ہوگا جس کو چکانے کے لئے ابوبکر نے یہ کام کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى" (۱۹۔۲۰)

سورۃ والضّحیٰ

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تیرے شیطان (نعوذ باللہ) نے تجھے چھوڑ دیا ہے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

قَلٰی﴾ (ا۔۳) (رواہ البخاری عن احمد بن یونس ورواہ مسلم عن محمد بن رافع)

حضرت عروہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت گھبراہٹ ہوئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آپ کا رب آپ کی اس حالت کو دیکھ کر کہیں تعلق ترک نہ کردے اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

خادمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ کتے کا پلا، بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوگیا، گھر میں چارپائی کے نیچے تھا کہ مرگیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ دنوں تک وحی کا نزول موقوف رہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے خولہ میرے گھر میں کونسی بات پیش آئی ہے کہ جبریل علیہ السلام تشریف نہیں لارہے ہیں؟! خولہ نے کہا کہ گھر کو جھاڑو سے صاف کر کے دیکھتی ہوں، چنانچہ جب خولہ نے جھاڑو چارپائی کے نیچے پھیرا تو انہیں کوئی بھاری سی چیز محسوس ہوئی، جب جھاڑو سے باہر نکالا تو وہ کتے کا پلا تھا جو مرا ہوا تھا، حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانپ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوتا تو پہلے کپکپی آتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے خولہ: مجھے کپڑا اوڑھا دو" پھر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت مبارکہ

﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (۴)

شانِ نزول

حضرت اسماعیل بن عبداللہؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ان کے بعد امت کو فتوحات حاصل ہورہی ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اس پر اللہ عزل وجل نے مذکورہ آیات اتاری، (راوی کا) بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

جنت میں موتیوں کے ایک ہزار محل عطا فرمائے کہ ہر محل کی مٹی مشک کی خوشبو ہے۔

آیت مبارکہ

﴿اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ (۶)

شانِ نزول

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ایک درخواست کی تھی، پھر میری خواہش ہوئی کہ میں وہ درخواست نہ کرتا، میں نے عرض کیا تھا کہ پروردگار! مجھ سے پہلے جو انبیاءؑ گزرے ہیں، ان میں بعض تو وہ تھے جن کے لئے ہوا مسخر (تابع) ہوئی جیسے حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام، اور بعض وہ تھے جو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور بعض کو تو نے فلاں نعمت سے نواز، لیکن مجھے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تجھے یتیم نہیں پایا کہ پھر میں نے تجھے ٹھکانہ دیا؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تجھے ناواقف نہیں پایا کہ پھر راہ دکھائی، میں نے کہا کہ کیوں نہیں، پروردگار نے پھر فرمایا کہ کیا میں نے تجھے تنگ دست نہیں پایا کہ پھر غنی کر دیا؟ میں نے کہا کہ پروردگار! کیوں نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا، اور تیرے بوجھ کو تجھ سے ہٹا نہیں دیا؟ میں نے کہا کہ پروردگار! کیوں نہیں۔

﴿سورۃ العلق﴾

اس سورت کا شان نزول کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

آیت مبارکہ

﴿فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ﴾ (۱۷۔۱۸)

شانِ نزول

ابو خالد عبدالعزیز بن ھند رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تم کو اس (نماز) سے منع نہیں کیا تھا؟ نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو خوب ڈانٹا۔ ابوجہل کہنے لگا کہ آپ جانتے ہیں کہ مجھ سے بڑی مجلس کسی کی نہیں ہے، اس پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر ابوجہل اپنی مجلس والوں کو بلا لیتا تو اللہ تعالیٰ بھی زبانیہ (فرشتے) کے ذریعہ اس کی پکڑ کروا دیتے۔

﴿سورۃ القدر﴾

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا کہ وہ ایک ہزار ماہ تک راہ خدا میں ہتھیار بند رہا، اس پر مسلمانوں کو بڑا تعجب ہوا، اس پر اللہ جل شانہ نے سورۃ القدر کی پہلی تین آیات نازل فرمائیں جس میں فرمایا کہ یہ شب قدر اس آدمی کے ایک ہزار ماہ تک جہاد میں مشغول رہنے سے بہت بہتر ہے۔

﴿سورۃ الزلزال﴾

ابوعبدالرحمٰن الجبلی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا" (۱) تو اس وقت مجلس نبوی ﷺ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے، وہ رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سورت نے مجھے رلا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم خطا اور گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک ایسی قوم پیدا کریں گے جو گناہ کریں اور وہ ان کو معاف کرے"

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (۷، ۸)

شانِ نزول

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئیں کہ ان میں سے ایک کے پاس سائل آیا تو اس آدمی نے اس بات کو معمولی خیال کیا کہ وہ اس کو کھجور یا روٹی کا ٹکڑا یا اخروٹ دے اور دوسرا آدمی معمولی گناہ کو قابل التفات نہیں سمجھتا تھا کہ تھوڑا بہت جھوٹ بولنا یا غیبت کرنا یا غیر محرم کو دیکھ لینا کوئی بڑا جرم نہیں ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں، جن میں ان کو ترغیب دی کہ معمولی نیکی بھی کرو کہ وہ آہستہ آہستہ زیادہ ہوگی اور معمولی گناہوں سے ڈرایا کہ وہ رفتہ رفتہ زیادہ ہوں گے۔

﴿سورۃ العادیات﴾

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر قبیلہ کنانہ کی جانب روانہ کیا، لشکر کا امیر منذر بن عمرو الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا، کافی دن گزر گئے ان کی کوئی خبر نہیں آئی، اس پر منافقین کہنے لگے کہ وہ سب قتل ہو چکے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کی خبر سے آگاہ کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا" (۱) اس سے گھوڑے مراد ہیں۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، ایک ماہ گزر گیا، کوئی اطلاع نہیں آئی اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئی۔

﴿سورۃ التکاثر﴾

آیت مبارکہ

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (۱، ۲)

شانِ نزول

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ اور امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے دو قبیلوں، بنوعبد مناف اور بنو سہم کے حق میں نازل ہوئی ہے، دونوں کے زعماء اور شرفاء کا آپس میں اختلاف ہوا کہ کس کا قبیلہ دوسرے سے بڑا ہے؟ بنوعبد مناف نے کہا کہ ہم ہر لحاظ سے زیادہ ہیں، عزت و سرداری اور تعداد ہر اعتبار سے بنو سہم نے بھی یہی دعویٰ کیا کہ ہم ہر اعتبار سے تم سے زیادہ ہیں، پھر بنوعبد مناف نے کہا کہ ہم اپنے مردوں کو بھی شمار کریں گے، چنانچہ جب شمار کیا گیا تو بنوعبد مناف کے مردوں کی تعداد زیادہ نکلی کیوں کہ وہ دور جاہلیت میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جنہوں نے یہ بات کہی تھی کہ ہم فلاں قبیلہ سے زیادہ ہیں اور فلاں قبیلہ فلاں سے زیادہ ہے، اس بات نے ان سب کو غافل رکھا، یہاں تک کہ وہ گمراہ ہو کر مر گئے۔

﴿سورۃ الفیل﴾

یہ سورت اصحاب فیل کے قصہ کے ضمن میں نازل ہوئی جب انہوں نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا مذموم ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ان کے ناپاک منصوبہ سے محفوظ رکھا اور ان کو ہلاک و برباد کیا، اصحاب فیل کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

﴿سورۃ قریش﴾

یہ سورت قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس میں قریش پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا تذکرہ ہے۔ حضرت عمرو بن جعدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات ایسے امتیازات بخشے کہ نہ ان سے پہلے کسی کو عطاء ہوئے اور نہ ان کے بعد کسی کو عطاء ہوں گے، (وہ امتیازات یہ ہیں کہ) امر خلافت ان میں رہے گا، خانہ

کعبہ کی دربانی کی سعادت ان کو حاصل رہے گی، حجاج کو پانی پلانے کی خدمت ان کے سپرد رہے گی، نبوت بھی ان میں رہی اور اصحاب فیل کے خلاف ان کی نصرت کی گئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سات سال تک ایسی عبادت اور بندگی کی کہ ان کے سوا اور کوئی نہ کر سکا اور ان ہی کی شان میں یہ سورت بھی نازل ہوئی کہ اس میں ان کے سوا اور کسی کا تذکرہ نہیں ہے۔

﴿سورۃ الماعون﴾

آیت مبارکہ

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ﴾ (۱)

شانِ نزول

حضرت مقاتل رحمتہ اللہ علیہ اور امام کلبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عاص بن وائل السھمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب ہر ہفتہ دو اونٹنیاں ذبح کرتا، کوئی یتیم آ کر مانگتا تو اس کو لاٹھی سے دھتکار دیتا، اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئی۔

﴿سورۃ الکوثر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت عاص کے متعلق نازل ہوئی ہے، قصہ یہ ہوا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور وہ مسجد میں داخل ہو رہا تھا کہ باب بنی سھم پر دونوں کی ملاقات ہوئی اور باہم گفتگو ہوئی، دوسری طرف قریش کے بڑے بڑے سردار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، جب عاص (فارغ ہو کر) مسجد میں آیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو کس سے گفتگو کر رہا تھا؟ اس نے کہا کہ اس ''ابتر'' سے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (نعوذ باللہ) جب کہ قریب زمانہ

میں رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے وفات پاچکے تھے، وہ لوگ اس شخص کو''ابتر'' کہتے تھے جس کا کوئی بیٹا نہ ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

حضرت یزید بن رومان رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عاص بن وائل السہمی کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو کہتا کہ اس کو چھوڑو، اس کا ذکر رہنے دو، وہ تو ''ابتر'' (مقطوع النسل) ہے وہ لاولد ہے۔ جب فوت ہوگا تو اس کا نام ونشان خود ہی مٹ جائے گا اور تمہیں راحت اور سکون مل جائے گا، اس پر مذکورہ سورت نازل ہوئی۔

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عاص بن وائل کا حضور اقدس ﷺ کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگا کہ مجھے آپ ﷺ سے بہت بغض وعداوت ہے اور آپ ''ابتر'' (مقطوع النسل) ہیں، اس پر یہ آیت اتری: ''اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ''

سورة الکافرون

یہ سورت قریش کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ)! آؤ! تم ہمارے دین کی اتباع کرو، ہم تمہارے دین کی اتباع کریں تم ہمارے معبودوں کی ایک سال عبادت کرو اور ہم تمہارے معبود کی ایک سال عبادت کرتے ہیں، اگر تمہارے لائے ہوئے دین میں کوئی خیر اور بھلائی ہوئی تو ہمارا بھی اس میں حصہ ہو جائے گا اور اگر ہمارے دین میں کوئی خیر اور بھلائی ہوئی تو تمہارا بھی اس میں حصہ ہو جائے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورة الکافرون نازل فرمائی۔

سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کے سربرآوردہ لوگ بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ان کے روبرو سورت الکافرون کی تلاوت فرمائی، جسے سن کر وہ سب ناامید و مایوس ہو گئے۔

﴿سورۃ النصر﴾

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے، اس سورت کے نزول کے بعد آنحضور ﷺ دو سال تک باحیات رہے۔

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ حنین سے واپسی پر اللہ عزوجل نے سورۃ النصر نازل فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے علیؓ بن ابی طالب اور اے فاطمہؓ! تم کہو کہ ''جاء نصر اللّٰہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً، فسبحان ربی وبحمدہ وأستغفرہ انہ کان توّابًا'' یعنی خدا کی مدد اور فتح آ گئی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیا، پس میں اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے بخشش مانگتا ہوں، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

﴿سورۃ اللھب﴾

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بطحاء کی طرف تشریف لے گئے اور کوہ (صفا) پر چڑھ گئے اور پکارا: ''یا صباحاہ'' (دشمن کے حملہ کے خطرہ کے وقت اہل عرب یہ الفاظ پکارا کرتے تھے)، قریش اس آواز پر آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو میں تمہیں شدید عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔ ابولہب بولا: تم تباہ ہو جاؤ، کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟! اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ (رواہ البخاری عن محمد بن سلام)

ابو صالح سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اے آل غالب! اے آل لوی! اے آل مرۃ! اے آل کلاب! اے آل عبد مناف! اور اے آل قصی! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفع کا اختیار نہیں رکھتا ہوں نہ دنیا کے کسی حصے کا مالک ہوں مگر یہ کہ تم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہو'' ابولہب نے کہا کہ تو برباد ہو، کیا تو نے ہمیں اسی مقصد کے لئے جمع کیا تھا؟ اس پر مذکورہ سورت نازل ہوئی۔

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الشعراء: ۲۱۴)

''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارا ''یا صباحاہ'' اس آواز پر سب لوگ جمع ہو گئے جن میں کچھ لوگ تو خود آئے اور بعضوں نے قاصد بھیجے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا! اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی لوی! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے سے حملہ آوری کے لئے نکلنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں شدید عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے'' اس پر ابولہب بولا کہ تو تباہ ہو، کیا تو نے میں اسی لئے جمع کیا تھا؟ اس پر مذکورہ سورت نازل ہوئی۔

سورۃ الاخلاص

حضرت قتادہ، امام ضحاک اور حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ یہود کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی صفات بیان کریں؟ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اپنی صفات بیان کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب کس چیز کا ہے؟ اور کونسی جنس کا ہے، سونے کا ہے یا پیتل کا ہے یا

چاندی کا؟ کیا کھاتا ہے اور کیا پیتا ہے؟ اس کا وارث کون ہے؟ اور وہ خود کس کا وارث ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور بتایا کہ یہ اللہ کا نسب ہے۔

ابوالعالیہؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کا نسب بیان کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، (راوی) کہتے ہیں کہ "الصمد" وہ ہے کہ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہو، کیوں کہ جو پیدا ہوگا وہ ضرور موت کا شکار بھی ہوگا اور ہر مرنے والے کا کوئی وارث بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو نہ موت آئے گی اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اور اس کا کوئی شبیہ نہیں، نہ اس کے برابر کوئی ہے۔ لیس کمثله شیء.

امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے رب کا نسب بیان کیجئے، اس پر سورۃ الاخلاص نازل ہوئی۔

سورۃ الفلق، سورۃ الناس

مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، یہود اس کے پاس آئے اور اس لڑکے کو بہلا پھسلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنگھا اور اس کے کچھ دندانے اس سے حاصل کر لئے اور پھر اس کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا، اس کام کا ذمہ دار لبید بن اعصم یہودی تھا، پھر ان چیزوں کو بنو زریق کے ایک کنوئیں جس کا نام "ذروان" تھا مدفون کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے سر مبارک کے بال بکھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس نہ آئے ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشانی میں رہے اور آپ کو معلوم نہ ہوا کہ کیا وجہ ہوئی ہے؟ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محوِ خواب تھے کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف، سرہانے والے نے دوسرے سے کہا کہ ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے

نے کہا کہ یہ مسحور ہیں، اس نے پوچھا کہ ان پر سحر کس نے کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے، اس نے پوچھا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے بتلایا کہ ایک کنگھے اور اس کے دندانوں میں، پھر اس نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے تو اس نے بتلایا کہ کھجور کے اس غلاف میں جس میں کھجور کا پھل پیدا ہوتا ہے، بیئر ذروان میں ایک پتھر کے نیچے مدفون ہے'' آنحضور ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے کہ میری کیا بیماری ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، انہوں نے جا کر اس کنوئیں کا پانی نکالا، پھر اس پتھر کو اٹھایا اور اس کے نیچے سے کنگھا اور اس کے کچھ دندانے نکالے، انہوں نے دیکھا کہ ایک تانت کے تار میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی ہیں اور ہر گرہ میں ایک سوئی لگائی گئی ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں (معوذتین) نازل فرمائیں، چنانچہ آپ ﷺ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک کھولتے رہے یہاں تک سب گرہیں کھل گئیں اور آپ سے اچانک ایک بوجھ سا اتر گیا، پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ پر ان کلمات سے دم کرنے لگے: ''**بسم اللّٰہ ارقیک من کل شیء یؤذیک ومن حاسد و عین اللّٰہ یشفیک**'' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دیدی اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میں کسی شخص کے لئے کسی تکلیف کا سبب بنوں۔''

حضرت عروہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ پر ایک یہودی نے سحر کیا تو اس کا اثر آپ ﷺ پر یہ تھا کہ بعض اوقات آپ ﷺ محسوس کرتے تھے کہ فلاں کام کر لیا ہے مگر وہ نہیں کیا ہوتا، ایک دن آنحضور ﷺ میرے پاس تھے آپ ﷺ نے خواب میں دعائیں مانگیں پھر فرمایا ''اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے استفتاء کا جواب دے دیا ہے؟'' میں نے پوچھا

کہ یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس دو فرشتے آئے'' پھر آپ ﷺ نے سارا قصہ ذکر کیا۔ (رواہ البخاری عن عبید بن اسماعیل)

تمت بالخیر

الحمد للّٰہ الواحد المنّان و صلی اللّٰہ علی سیدنا

و مولانا محمد و آلہ والتابعین لھم باحسان

الحمدللہ ''اسباب النزول'' کا پہلا سلیس

اردو ترجمہ بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۸ جون ۲۰۰۵ء مکمل ہوا۔

احقر طالب دعا

ابوالحسان خالد محمود بن مولانا ولی محمد نور اللہ مرقدہ

مدرس: جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

ونائب الرئیس لجنۃ المصنفین لاہور

آیات قرآنیہ کی فہرست

البقرة

النار التی وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين

واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى

يسألونک عن الخمر والميسر

والمطلقات يتربصن بأنفسهن

من ذا الذی يقرض الله قرضًا حسناً

ومن يؤت الحكمة فقد أوتی خيراً كثيراً

لله ما فی السموات وما فی الأرض...... والله على كل شیء قدير

آل عمران

ولله على الناس حج البيت

النساء

إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلماً

يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى

تيمموا صعيداً. ۲۳۹

إن الله لا يغفر أن يشرک به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء

يريدون أن يتحاكموا إلى الطاغوت

إن الذين توفاهم الملائكة ظالمی أنفسهم

المائدة

إن تعذبهم فإنهم عبادک وإن تغفر لهم فإنک أنت العزيز الحكيم

الأنعام

ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتی هی أحسن

﴿التوبة﴾

لو كان عرضاً قريباً

لو خرجوا فيكم ما زادوكم إلا خبالاً

ليس على الضعفاء ولا على المرضى

ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى. ۲۴۸

﴿يونس﴾

ربنا اطمس على أموالهم و اشدد على قلوبهم

﴿يوسف﴾

نحن نقص عليك أحسن القصص

﴿الرعد﴾

ولو أن قرآنًا سيرت به الجبال

﴿إبراهيم﴾

فمن تبعني فإنه مني ومن عصاني فإنك غفور رحيم

﴿الحجر﴾

ولقد آتيناك سبعاً من المثاني والقرآن العظيم

﴿النحل﴾

وإذا بدلنا آية مكان آية.

ثم إن ربك للذين هاجروا من بعد ما فتنوا

﴿الإسراء﴾

وما منعنا أن نرسل بالآيات إلا أن كذب بها الأولون

يسألونك عن الروح قل الروح من أمر ربي وما أوتيتم من العلم إلا قليلاً

﴿الكهف﴾

أم حسبت أن اصحٰب الكهف

﴿الأنبياء﴾

اقترب للناس حسابهم وهم فى غفلة معرضون

إنكم وما تعبدون من دون اللّٰه حصب جهنم

﴿الحج﴾

وإن يسلبهم الذباب شيئاً

﴿المؤمنون﴾

ولقد خلقنا الإنسان من سلالة

ثم أنشأناه خلقا آخر

﴿النور﴾

ولايأتل أولوا الفضل منكم والسعة أن يؤتوا أولى القربى

﴿النمل﴾

إنه من سليمان وإنه بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

﴿العنكبوت﴾

ألم ٥ احسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لايفتنون.

﴿الأحزاب﴾

وإذ يقول المنافقون والذين فى قلوبهم مرض ما وعدنا اللّٰه ورسوله إلا غرورا

﴿يٰس﴾

أولم ير الإنسان أنا خلقناه من نطفة فإذا هو خصيم مبين

﴿الزمر﴾

اللّٰه نزل أحسن الحديث كتاباً متشابهاً

قل يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة اللّٰه

فإذا هم قيام ينظرون

﴿فصلت﴾

ومن أحسن قولاً ممن دعا إلى اللّٰه وعمل صالحاً

﴿النجم﴾

والنجم إذا هوى

أفرأيتم اللات والعزى و منات الثالثة الأخرى

﴿التحريم﴾

عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجاً خيراً منكن

﴿نوح﴾

رب لا تذر على الأرض من الكافرين ديارًا

﴿الكافرون﴾

قل يايها الكافرون

﴿احادیث مبارکہ کی فہرست﴾

﴿حرف الألف﴾

ائت بنی النجار فأقرئهم السلام

أبا یحیی ربح البیع

أبشر یا هلال فقد جعل اللّٰه لک فرجًا ومخرجًا

أبطأت علی حتی ساء ظنی واشتقت إلیک (لجبریل)

أبکی للذی عرض علی أصحابک من الفداء

أتانی رسول اللّٰه جبریل علیه السلام وسلم آنفاً

اتخذ اللّٰه إبراهیم خلیلاً وموسی نجیاً واتخذنی حبیباً

أتریدون أن تقولوا کما قال أهل الکتابین من قبلکم

اتق اللّٰه واصبر وآمرک وإیاها أن تستکثرا من قوة لا حول ولا قوة إلا باللّٰه

أجل إنه عبد اللّٰه ورسوله وکلمته ألقاها إلی العذراء

أحلق وافده صیام ثلاثة أیام أو النسک

اخرجوا فصلوا علی أخ لکم مات بغیر أرضکم

أخِّر عنی یا عمر إنی خیرت فاخترت

أدرکا أباکما ۱۱۹

ادعُ لی زیداً وقل له یجیء بالکتف والدواة أو اللوح

إذا سلم علیکم أحد من أهل الکتاب

آذنی حتی أصلی علیه

اذهب فادعه لی

اذهب فاطرحه فی القبض، اذهب فخذ سیفک

أرأيتم إن أعطيتكم هذا هل أنتم معطى كلمة

أرأيتم لو أخبرتكم أن العدو مصبحكم

أردنا أمراً فأبى اللّٰه تعالى، خذ أيها الرجل بيد امرأتک

اسجدوا للرحمن

اسق ثم أحبس الماء حتى يرجع إلى الجدار

اسق ثم أرسل إلى جارک (للزبير)

أشعرت يا عائشة أن اللّٰه أفتاني فيما استفتيته فيه

أصبح من الناس شاكر و منهم كافر

أطلبهما. أبعدهما اللّٰه هما أول من كفر

أعتق رقبة

اقعدى في بيتک حتى يأتي فيک أمر اللّٰه

اكتب بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

ألا إن كل ربا من ربا الجاهلية موضوع

ألاتجلس

ألا تسمعون يا معشر الأنصار إلى ما يقول سيدكم

ألا رجل يحرسنا الليلة

إلى شهادة أن لا إله إلّا اللّٰه وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة

ألا عصابة تشدد لأمر اللّٰه فتطلب عدوها

اللهم انج الوليد

اللهم إني أول من أحيا أمرک إذ أماتوه

اللهم أوجب للطلحة الجنة (طلحة بن عبيد اللّٰه)

اللهم زدنا ولا تنقصا وأكرمنا ولا تهنا

اللهم لا تفرق بيننا حتى نتبين صدق الصادق من كذب الكاذب

اللهم لا يعلون علينا

ألم تروا إلى ما قال ربكم

أما بعد يا عائشة فإنه بلغني عنك كذا وكذا

أما شيء خرجت تستعين به علينا فلا (للعباس)

أمسلمة جئت

إن شئت مقبلة وإن شئت مدبرة وإن شئت باركة

أن رسول الله (ﷺ) إذا صلى رفع بصره إلى السماء

أن رسول الله (ﷺ) كان إذا برز سمع منادياً

إن آثاركم تكتب فلِمَ تنتقلون

إن القبر الذى رأيتمونى أناجى فيه قبر آمنة بنت وهب

إن لأنفسكم عليكم حقاً، فصوموا وأفطروا

إن لكل نبى ولاة من النبين وأنا أولى منهم بأبى الخليل أبى إبراهم

إن الله اتخذنى خليلاً كما اتخذ إبراهيم

إن الله أمرنى أن أدنيك ولا أقصيك

إن الله أمرنى أن أصلى على النجاشى وقد توفى

إن الله تعالى طيب لا يقبل إلا طيباً

إن الله حرم على الكفارين طعامها وشرابها

إن الله عزوجل حرم عليكم عبادة الأوثان وشرب الخمر

إن الله عزو جل ليلين قلوب الرجال فيه حتى تكون ألين من اللبن

إن الله فضل قريشاً بسبع خصال

إن الله تجاوز لأمتى ماحدثوا به أنفسهم

انک إلى خير

إنه ليس بعار لعيسى أن يكون عبداً الله

إنه ملک صالح لا يظلم

إني أحمسى

أنتما خصماء اللّٰه

أنشدک اللّٰه الذی أنزل التوراة علی موسی علیه السلام هکذا

تجدون حد الزانی فی کتابکم

أنشدک بالذی أنزل التوراة علی موسی أما تجد فی التوراة أن اللّٰه

یبغض الحَبر السمین (قاله لمالک بن الصیف الیهودی)

انصرفوا حتی انظر ما یحدث اللّٰه لی فیهن

انطلقوا حتی تأتوا روضة خاخ

أنفقها علی نفسک

أیؤذیک هوامک

أی شیء تحبون أن آتیکم به

﴿حرف الباء﴾

بارک اللّٰه لک فیما أمسکت وفیما أعطیت

البشری یا عائشة أما واللّٰه لقد برأک اللّٰه

بعثت أنا والساعة کهاتین

بل هی للمسلمین عامة

بینا رسول الله (ص) قاعدًا فیما بین أصحابه أتاه صبی

﴿حرف التاء﴾

تباً للذهب والفضة

تعطونی کلمة واحدة تملکون بها العرب وتدین لکم بها العجم

تعطینی نخلتک المائلة

﴿حرف الجیم﴾

جاورت بحراء شهراً

جبريل، ولم يبعث الله نبياً إلا وهو وليه

﴿حرف الحاء﴾

الحمد لله الذى جعل فى أمتى من أمرنى أن أبدأهم بالسلام

﴿حرف الخاء﴾

خذوه فإنه خبيث الجيفة خبيث الدية

خذوها يا بنى ابى طلحة بأمانة الله لا ينزعها منكم إلا ظالم

خنت رجلاً غازياً فى سبيل الله فى أهله بهذا

﴿حرف الدال﴾

دخل رسول الله (ﷺ) بأم ولده مارية فى بيت حفصة

دعوهم فصلوا إلى المشرق

دعه فإن يرد الله به خيراً يهده

﴿حرف الذال﴾

ذكر النبى (ﷺ) رجلاً من بنى إسرائيل

﴿حرف الراء﴾

رأى رسول الله (ﷺ) مايفتح على أمته من بعده فسر بذلك

رأيتم ما يقول سلمان

ربنا لك الحمد، اللهم العن فلاناً و فلاناً

رضيت، فاجعل ما أردت أن تعطينى فى الدنيا

﴿حرف الزاى﴾

زوجك وابن عمك اتقى الله وأحسنى صحبته

﴿حرف السين﴾

سحر النبى (ﷺ) حتى إنه ليتخيل إليه أنه فعل الشيء وما فعل

سِرْ على اسم اللّٰه ولا تنظر فى الكتاب حتى تسير يومين

سيد الشهداء مهجع

﴿حرف الصاد﴾

صدق عمر

صلينا مع رسول الله (ﷺ) بعد قدومه المدينة سبعة عشر شهراً

الصوم جنة

الصيام ثلاثه أيام والنسك شاة

﴿حرف الضاد﴾

ضربت ضربتى الأولى فبرق الذى رأيتم

﴿حرف الطاء﴾

طلق رسول اللّٰه (ﷺ) حفصة

﴿حرف العين﴾

عرضت على أمتى فى صورها كما عرضت على آدم

عليكم منازلكم فإنما تكتب آثاركم

﴿حرف الغين﴾

غيب، ولا يعلم الغيب إلا اللّٰه

﴿حرف الفاء﴾

فما أول ما أرخصتم أمر اللّٰه عزوجل، فإنى أحكم بما فى التوراة

﴿حرف القاف﴾

قالت عائشة للنبى (ﷺ) أنحشر عراة؟ قال: نعم، قالت: واسوأتا

قام النبى (ﷺ) بمكة

قتلت رجلاً يقول لا إله إلا اللّٰه (لأسامة بن زيد)

قتلته بعدما زعم أنه مسلم

قم يا حسان فأجب

قولوا سمعنا وأطعنا وسلمنا

﴿حرف الكاف﴾

كاد أن يصيبنا فى خلافك بلاء

كان ذلك حلالاً لإبراهيم فنحن نحله

كان رسول الله (ﷺ) يحب الحلواء والعسل

كان رسول اللّٰه (ﷺ) يخطب يوم الجمعة إذ أقبلت عير

كان النبى (ﷺ) يصلى فجاء أبوجهل

كذبت يهود، ما من نسمة يخلقها اللّٰه فى بطن أمه

كذبتما إنه يمنعكما من الإسلام ثلاث

كذبتما منعكما من الإسلام دعاؤكما للّٰه ولداً

كذبتما يمنعكما من الإسلام سجود كما للصليب

كفوا أيديكم عنهم فإنى لم أؤمر بقتالهم

كلا إن عماراً ملئ إيمانًا

كلا قد عنيت

كنا مع رسول اللّٰه (ﷺ) فى الجمعة فمرت عير

﴿حرف اللام﴾

لأ ستغفرن لك ما لم أنه عنه (لأبى طالب)

لا أراكم تضحكون، إنى لما خرجت جاء جبريل فقال

لا بل للناس كافة

لا تذكرى هذا لعائشة هى على حرام إن قربتها

لا، ولو قلت نعم لو جبت

لا يحل تعليم المغنيات ولا بيعهن وأثمانهن حرام

لايعلمها إلا اللّٰه (سئل عن الساعة)

لا، يمنعني اللّٰه منك

لا ينبغي أن يسجد لأحد من دون اللّٰه

لتقتص من زوجها

لعلها أن تجيئ به أسود جعداً

لقد أنزلت على آية هي أحب الي من الدنيا و ما فيها كلها

لقد سألت ربي مسألة وددت أني لم أكن سألته

لقد سألت عن عظيم وإنه ليسير على من يسره اللّٰه تعالىٰ عليه

لقد قالت لي هذا فلانة

كان رسول الله (ﷺ) إذا أراد سفراً أقرع بين نسائه

لم آمركم بالقتال في الشهر الحرام

لِمَ دخلت من الباب وأنت محرم

لما أصيب إخوانكم بأحد جعل اللّٰه أرواحهم في أجواف طير خضر

لما بعثني اللّٰه برسالتي ضقت بها ذرعاً

لمن عمل بها من أمتي

لن تلبثوا إلا يسيراً حتى يجلس الرجل منكم في الملأ

لو أنكم لا تخطئون ولا تذنبون لخلق اللّٰه أمة من بعدكم

لو تعلمون ما أعلم لبكيتم كثيراً ولضحكتم قليلاً

لولا أن يحزن النساء أويكون سنة بعدي

﴿حرف الميم﴾

ما أنا بآكل من طعامك حتى تشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأني رسول اللّٰه

ما بال أقوام حرموا النساء والطعام والطيب

مابى ماتقولون، ماجئتكم

ماترى يا ابن الخطاب

ماتقولون فى هؤلاء الأسرى

ماحملك على ذلك...... إنى أحمسى

ماحملك على هذا ألا إن ذلك لك

ماعندنا اليوم شيء

ماكلم الله أحداً قط إلا من وراء حجاب

ماكنت أرى أن الجهد بلغ منك هذا، ماتجد من شاقع

ماالذى حملك على ماصنعت (لأبى بكر)

مالك ذبت حتى صرت مثل الهدرة

مامنكم من أحد إلا كتب مقعده من الجنة ومقعده من النار

ما هى يا عبدالله (ابن رواحة)

متعنا نفسك يا أبا بكر، أما تعلم أنك عندى بمنزلة سمعى وبصرى

مرحباً بمن عاتبنى فيه ربى

معاذ الله أن أشرك به غيره

مفاتيح الغيب خمسة لا يعلمهم إلا الله تعالى

من أراد أن ينظر الشيطان فلينظر إلى نبتل بن الحارث

من حلف

على يمين وهو فيها فاجر

من الذاكر فلانة

من صلى على واحدة صلى الله عليه عشراً

من يوق شيخ نفسه ورجع به هكذا فإنه يحل داره

منعت الزكاة وأردت قتل رسولى

المنفق فى سبيل الله على فرسه كالباسط كفيه بالصدقة

﴿حرف النون﴾

نعم سلانى

نعم ويبعثك ويد خلك فى النار

نعم يبعث الله هذا ويميتك ثم يحييك ثم يدخلك نار جهنم

﴿حرف الهاء﴾

هذا الخطيم وأصحابه

هذا نجم رمى به وهو آية من آيات الله

هكذا أنزلت على

هكذا نزلت فلعلكم تقولون كما قال بنو إسرائيل لموسى

هل أعطاك أحد شيئاً (لسائل)

هل جئتم فى عهد أحد وهل جعل لكم أحد أماناً

هلا قلت إن أبى هارون وإن عمى موسى وإن زوجى محمد

هو من أهل الجنة

﴿حرف الواو﴾

ءأنا أقسم بالله لا أطلقهم ولا أعذرهم حتى أؤمر باطلاقهم

والذى بعثنى بالحق لو فعلا لمطر الوادى ناراً

والذى نفس محمد بيده لو تتابعتم حتى لم يبق أحد منكم لسال الوادى ناراً

والذى نفسى بيده لقد أعطانى ما سألتم ولو شئت لكان

والذى نفسى بيده ما أنزل الله فى التوراة

ويحك يا ثعلبة قليل تؤدى شكره خير من كثير لا تطيقه

ويلك ومن يعدل إذا لم أعدل

﴿حرف الياء﴾

يا أسامة أقتلته بعدما قال لا إله إلا اللّٰه

يا آل غالب، يا آل لؤى

يا أهل النفاق ما هذا الذى بلغنى عنكم

يا أبابكر هذا جبريل يقرئك السلام

يا بنى عبد المطلب، يا بنى فهر

يا ثوبان ماغير لونك

يا جابر إني لا أراك تموت في وجعك هذا

يا جبريل أنفق ماله قبل الفتح على

يا جبريل ما يمنعك أن تزورنا أكثر مما تزورنا

يا أبا الحباب ما تجلب به من ولاية اليهود على عبادة بن الصامت فهو لك دونه

يا خالد كف عن عمار فإنه من يسب عماراً يسبه اللّٰه

يا ابن الخطاب ألا أقرؤك آيات نزلت على قبل

يا خولة ما حدث في بيتي، جبريل عليه السلام لا يأتينى

يارب إن عثمان بن عفان رضيت عنه فارض عنه

يا سعد ألم تسمع ما قال أبو الحباب

يا سلمان هم من أهل النار

يا أبا القاسم نسألك عن اشياء، قال: جبريل

يا عائشة ما شعرت أن اللّٰه أخبرنى بدائى

يا على بن أبى طالب و يا فاطمة قولا جاء نصر اللّٰه والفتح

يا عم إن اللّٰه تعالى قد عصمنى من الجن والإنس

يا عم قل لا إله إلا اللّٰه كلمة أحاج لك بها عند اللّٰه سبحانه و تعالى

يا عمر بن الخطاب قد أنزل اللّٰه فيما قلت

يا عمر ضع سيفك

يا ابن عمر مالك لا تأكل

يا معشر قريش لا خير فى أحد يعبد من دون اللّٰه

يا معشر المسلمين أتدعون الجاهلية

يا معشر اليهود احذروا من اللّٰه

يا أبا وهب هل لك فى جلاد بنى الأصفر

يجزيك الثلث أن تتصدق به

يدخل عليكم الآن رجل قلبه قلب جبار

يقضى اللّٰه فى ذلك

ينجيك أحد أحد